

مُر کے ہر فرد کے لئے

کراچی

پاکیزہ

ماہنامہ

فروری 2018

قیمت

پاکستان



ناہید سلطان اختر، حقیقتی، عتیقہ کی خصوصی تحریریں
شہزاد اور حنا شہزاد کے نیا نیا



مستقل عنوانات

پاکیزہ بہنیں	16	ادارہ	دین کی باتیں
پاکیزہ بہنیں	275	ادارہ	اگرچہ نظر آتا ہے
مہ جبین	277	مدیرہ	بہنوں کی گفتگو
ادارہ	290	عظمیٰ آفاق سعید	پاکیزہ واریٹی
302	294	صغریٰ زیدی	میں اکثر گنتی ہوں
	296	ادارہ	بہنوں کی باتیں

115	ماہ و ش طالب	بھارتی
117	فرحین انظر	عزت بخیر
124	سعیدہ رئیس	نیا دوست
147	طیبہ عنصر مغل	ربا تو میرا لڑکھنوا
153	ودیا مسکان	محبت میری جیت
162	نہت جبین ضیا	بہنوں کی باتیں
171	حرا قریشی	بھارتی
179	راجیلہ بنت مہر علی	بھارتی
183	سریرا فلک	بھارتی
185	بشریٰ سیال	محبت لفظ ہے میرا
193	مہک فاطمہ	بھارتی
204	حنا اصغر	محبت خواب ہے میرا
207		

خصوصی مضامین

18	ڈاکٹر ذکیہ بلگرامی	ادب و ادب کا دور
250	اختر شجاعت	بھارتی
256	شائستہ زرین	پاکیزہ بہنیں
266	عظمیٰ آفاق سعید	بھارتی

اداریہ

مدیرہ 15

سلسلے وار ناول

نفت سراج 22

شیریں حیدر 92

ناولٹ

حیا بخاری 58

چاک چاک قبا لے لے ناہید سلطانہ اختر 132

مکمل ناول

روشنی عبد القیوم 214

افسانے

عقیلہ حق 47

صدف آصف 75

مجھے کچھ کہنا ہے.....

قاریین کرام..... السلام علیکم

کہتے ہیں فرد خاندان کی اکائی ہوتا ہے اور خاندان، معاشرے کی اور پھر اسی طرح قومیں و جڑوں میں آئی ہیں، کسی معاشرے میں جو بڑے ہوئے وقتی انتشار و نفساکی، معاشی عدم استحکام، اخلاقی حائل اور تصدیی اقدار و روایات کی پامالی کی بہت سی وجوہات ہو سکتی ہیں۔ آج سے چالیس سال پہلے تک کے پاکستانی معاشرے میں فرد جسی طور پر اپنے خاندان کی روایات اور اخلاقی تعلیمات کا پاسدار ہوا کرتا تھا۔ صرف اسے والدین ہی نہیں بچپن، ماسوں، بھوپا، تاجا حتیٰ کہ سگے بہنوئی کے پرورگ کی اس کی تربیت میں حصے دار ہوتے تھے۔ آج فرد کی اخلاقی تربیت اور کردار سازی نہیں ہو کر رہ گئی ہے اور یوں لگتا ہے کہ گرو جوں سگ کی امر تشریح کی طرح بڑھ رہی ہے جو کسی نزدیکی سے ہمارے کو بھی اپنے آپ میں ملے سکتی ہے۔

ہمارے بڑے بڑے دوست و ہمسایہ پاکستان مسعودی اور حکایات رومی کے ذریعے بچوں کی تربیت کیا کرتے تھے۔ آج تربیت کے مدد پر برقی ذرائع، اطلاعات و معاشرتی قیمت اقدار کو من کی طرح جات رہے ہیں۔ ہم یہاں اخلاقی گراؤت کے کسی ایک دافنے کا ذکر کر رہے ہیں کہ کسی کے کیونکہ یہ تو ایک خطہ واسطے ہے جس کی کوڑیاں لاچار اور تنگ جاتی ہیں۔ اپنی اپنی بات کو مزید پراثر جانے کے لیے کسی ہم وطن مسعودی کی ایک حکایت ضرور نقل کریں گے شاید کہ تیرے دل میں ہمارے سہری ملے.....

مشہور بادشاہ و شیرزاں اپنے محل کی چار ہی عادل کھانا، ایک دھڑ وہ اسے درباریوں، مشیروں کے ساتھ کھانا کھاتا، جب کھانا کر کے جانور کو بھرنے کا وقت آتا تو چاہا کر تک تو ساتھ نہیں ہے اب کیا کیا جاوے۔

بادشاہ حضور تک جبرنگی، ایک مشیر نے مشورہ دیا کہ حضور زور کی ہستی سے جا کر تک لیا جاسکتا ہے۔ جب درباری روات ہوئے تو قور شیرزاں عادل نے تجویز کیا۔

”تنگ مول کے کرنا“

”حضور..... تنگ اپنی ذور سی چیز ہے ہر شخص بادشاہ سلامت کو رہنے پر تیار ہو جائے گا۔“ مشیر بولا۔

اس پر شیرزاں عادل نے تاریخی جملہ کیا۔

”اگر کھراں اپنی رعایا سے جاے تنگ ہی کسی ہے مول لے لیں تو اس کے حواری اور شیر

اس ہستی کے مجبور ہکرے ستوں پر چڑھانے میں ذرا تامل نہ کریں گے۔“

تمام اہل دین کے لیے ہر ظلم و دغا کی سختی کا حق ہے۔

مدیرہ
زہبت اعظم

JASOOSI DIGEST PUBLICATIONS

Convey Your Message to
Millions of Our Readers.
World Wide
Through



63-C, PHASE II EXT., D.I.A., MAIN KORANGI ROAD, KARACHI-75500-PAKISTAN.
PHONES: (92-21) 3504255, 35044200-35045313 FAX: (92-21) 35042561
E-mail: jdggroup@hotmail.com

۱۹ مہینہ نامہ پاکیزہ

● پلائی بینش، تمہاری بیویوں کی مائیں اور تمہاری
فروری 2018ء

کافر ہیں تو شیاطین ان کے دوست ہیں جو ان کو بددستی سے اور اگر پوشیدہ کر کے حاجت مند کو دیتے تو یہ تمہارے لیے مہینہ نامہ پاکیزہ 18 فروری 2018ء

کافروں کو، اللہ سے ڈرتے رہو اگر تم ایمان والے ہو۔" (57)

109۔ "بے شک وہ بھی کافر ہیں جسکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ایک ہے۔" (57)

110۔ "مومنو! تم ان پاک چیزوں کو حرام نہ کرو، جو اللہ نے تمہارے لیے حلال کر دی ہیں، اور جسے آگے نہ بڑھو۔" (87)

111۔ "حلال یا کچھ روزنی کھانے کی بدلت۔" (88)

112۔ "پختہ کھانے کا کفار وہ ہیں جن کو کھانا کھانا، یا کچھ روزنی، یا ایک یا کچھ روزنی کھانا کھانا، یا کچھ روزنی کھانا کھانا۔" (89)

113۔ "مومنو! بے شک شراب، جواہر، ہانپنے یہ چاروں چیزیں ناپاک ہیں، شیطانی کام ہیں، لیکن ان سے بچتے رہا کرتے ہو گناہات۔" (90)

114۔ "اس کی حالت میں شکاری ممانعت۔" (95)

115۔ "دریائی چیزوں کا شکار اور ان کا کھانا حلال کر دیا گیا۔" (96)

116۔ "ناپاک اور پاک پر ابھریں۔" (100)

117۔ "مومنو! اس بات میں نہ پوچھا کرو کہ اگر تم ظاہر کر دی جاؤ تو تم کو گوری معلوم ہوں۔" (101)

118۔ "وہیت کے وقت دعا لے لو گواہ۔" (106)

119۔ "زین کے تمام زینات اور پتے، ان کو بے سارے سے جڑا ہوا ہے۔" (38)

120۔ "اور ان کو برا نہ کہا کرو، جن کی اللہ کے سوا یہ عبادت کرتے ہیں لیکن وہ پھر اللہ کو برا نہیں سمجھتے۔" (108)

121۔ "اور تم ظاہری گناہ بھی چھوڑ دو اور باطنی گناہ کو بھی چھوڑ دو۔ بلاشبہ جو گناہ کر رہے ہیں، ان کو ان کے برے کام کیے کی سزا ملے گی۔" (120)

122۔ "اور بے جا حلف نہ کرو کیونکہ اللہ سے گزرتے لوگوں کو دوست نہیں رکھنا۔" (141)

123۔ "مومنو! تم مومنوں کو دوست نہ بنانا، ان اہل کتب کو جو تمہارے دین کو اور اللہ کی بات سے دور کر رہے ہیں۔" (140)

124۔ "مومنو! تم مومنوں کو دوست نہ بنانا، ان اہل کتب کو جو تمہارے دین کو اور اللہ کی بات سے دور کر رہے ہیں۔" (140)

125۔ "مومنو! تم مومنوں کو دوست نہ بنانا، ان اہل کتب کو جو تمہارے دین کو اور اللہ کی بات سے دور کر رہے ہیں۔" (140)

96۔ "مومنو! تم مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنانا۔" (148)

97۔ "اللہ زبان پر بری بات لانے کو پسند نہیں کرتا سوائے عقلمند کے۔" (148)

98۔ "مومنو! تم مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنانا، ان اہل کتب کو جو تمہارے دین کو اور اللہ کی بات سے دور کر رہے ہیں۔" (140)

99۔ "مومنو! اللہ کی نشانیں کی بے حرشی نہ کیا کرو۔" (2)

100۔ "مومنو! تم مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنانا، ان اہل کتب کو جو تمہارے دین کو اور اللہ کی بات سے دور کر رہے ہیں۔" (140)

101۔ "مومنو! تم مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنانا، ان اہل کتب کو جو تمہارے دین کو اور اللہ کی بات سے دور کر رہے ہیں۔" (140)

102۔ "مومنو! تم مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنانا، ان اہل کتب کو جو تمہارے دین کو اور اللہ کی بات سے دور کر رہے ہیں۔" (140)

103۔ "مومنو! تم مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنانا، ان اہل کتب کو جو تمہارے دین کو اور اللہ کی بات سے دور کر رہے ہیں۔" (140)

104۔ "مومنو! تم مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنانا، ان اہل کتب کو جو تمہارے دین کو اور اللہ کی بات سے دور کر رہے ہیں۔" (140)

105۔ "مومنو! تم مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنانا، ان اہل کتب کو جو تمہارے دین کو اور اللہ کی بات سے دور کر رہے ہیں۔" (140)

106۔ "مومنو! تم مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنانا، ان اہل کتب کو جو تمہارے دین کو اور اللہ کی بات سے دور کر رہے ہیں۔" (140)

107۔ "مومنو! تم مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنانا، ان اہل کتب کو جو تمہارے دین کو اور اللہ کی بات سے دور کر رہے ہیں۔" (140)

108۔ "مومنو! تم مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنانا، ان اہل کتب کو جو تمہارے دین کو اور اللہ کی بات سے دور کر رہے ہیں۔" (140)

109۔ "مومنو! تم مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنانا، ان اہل کتب کو جو تمہارے دین کو اور اللہ کی بات سے دور کر رہے ہیں۔" (140)

110۔ "مومنو! تم مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنانا، ان اہل کتب کو جو تمہارے دین کو اور اللہ کی بات سے دور کر رہے ہیں۔" (140)

111۔ "مومنو! تم مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنانا، ان اہل کتب کو جو تمہارے دین کو اور اللہ کی بات سے دور کر رہے ہیں۔" (140)

112۔ "مومنو! تم مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنانا، ان اہل کتب کو جو تمہارے دین کو اور اللہ کی بات سے دور کر رہے ہیں۔" (140)

113۔ "مومنو! تم مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنانا، ان اہل کتب کو جو تمہارے دین کو اور اللہ کی بات سے دور کر رہے ہیں۔" (140)

79۔ "تم بڑے مغیروں کا قتل کرو۔" (79)

82۔ "جو کچھ بات کی سلاش کرے گا اس کو ثواب میں حصہ لے گا اور جو بری بات کی سلاش کرے گا اس کو اس غلاب میں سے لے گا۔" (85)

83۔ "اور جب تم کو دعا دی جائے تم اس سے بہتر دعا دو یا اس کو ڈھرو۔ بلاشبہ اللہ ہر چیز کا حساب لے گا۔" (86)

84۔ "مکی مومن کی پیشانی میں کدو سے مومن کو قتل کرنے سے منع ہے۔" (92)

85۔ "اور جو شخص کی مسلمان کو قتل کرے گا تو اس کی سزا وارث ہے۔" (93)

86۔ "ہجرت کرنے کا حکم، اس کی تعصبات۔" (97، 100)

87۔ "مکے کے دوران نماز کی تصریح کرنے کا حکم۔" (101)

88۔ "جو کوئی برائی کرے یا اپنے اوپر ظلم کرے پھر وہ اللہ سے معافی چاہے تو وہ اللہ کو بڑی مغفرت والا اور بڑی رحمت والا بنائے گا۔" (110)

89۔ "اور جو کوئی چھوٹا گناہ کرے یا بڑا گناہ اور پھر اس کی توبہ کرے گا تو اس سے توبہ لے گا۔" (112)

90۔ "توبہ نہیں کرے گا اللہ کے ساتھ انصاف پر قائم رہو۔" (127)

91۔ "اور تم کو اپنی عورتوں میں برابر کی کرہی نہیں کر سکتے، خواہ تم کتنا ہی چاہو۔" (129)

92۔ "مومنو! تمام انصاف پر قائم رہنے والے بنے رہو۔" (135)

93۔ "مومنو! تم اللہ پر پورا ہر ایمان رکھو۔" (136)

94۔ "مناقیقین کے لیے روٹا کا عذاب۔" (138)

95۔ "اور اللہ تمہاری کتاب میں یہ حکم دیتا ہے کہ جب تم احکام الہیہ کے ساتھ کفر اور منافق بنو تو ان لوگوں کے پاس مت بیٹھا کرو، جب تک کہ وہ کوئی بات نہ شروع کر دیں۔" (140)

96۔ "مومنو! تم مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنانا، ان اہل کتب کو جو تمہارے دین کو اور اللہ کی بات سے دور کر رہے ہیں۔" (140)

97۔ "مومنو! تم مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنانا، ان اہل کتب کو جو تمہارے دین کو اور اللہ کی بات سے دور کر رہے ہیں۔" (140)

98۔ "مومنو! تم مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنانا، ان اہل کتب کو جو تمہارے دین کو اور اللہ کی بات سے دور کر رہے ہیں۔" (140)

یہ ہیں کی بیٹیاں جو تمہاری پردہ میں رہتی ہیں اور ان بیٹیوں کی لڑکیاں جن سے صحبت کی ہے، تمہارے ان بیٹیوں کی بیٹیاں جو تمہاری نسل سے ہوں یہ تمہارے دین کو ایک ساتھ رکھو۔" (23)

69۔ "اور شوہر والی عورت جس کی تم پر حرام ہیں، جن عورتوں سے نکاح کرنا کا حکم دینے کی تاکید۔" (25)

70۔ "مومنو! ایک دوسرے کا مال مت کھایا کرو۔" (29)

71۔ "اگر تم بڑے گناہوں سے پرہیز کرو گے جن سے تم کو توبہ کیا جائے تمہارے چھوٹے چھوٹے گناہ معاف کر دیں گے اور تم کو عزت کا مقام عطا کریں گے۔" (31)

72۔ "اس چیز کی حرص نہ کرو، جس میں اللہ نے تم کو ایک دوسرے پر فضیلت عطا کی ہے۔" (32)

73۔ "مرد عورتوں کے خلاف اور عورتوں کے لیے کہ اللہ نے بعض کو بعض پر فوقیت دی اور اس لیے کہ مرد اپنا مال اور خرچ کرتے ہیں۔" (34)

74۔ "قریبی رشتے داروں، بیٹیوں، غریبوں، پادری، صاحب کسب، مسافر، غلام، غلام کی سہ ماہی سلوک کرنے کا حکم۔" (36)

75۔ "مال لوگوں کو کھانے کے لیے خرچ کرنے کی ممانعت۔" (38)

76۔ "نہنے کی حالت میں نماز کے پاس جانے کی ممانعت، ناپاک کی حالت میں نماز کے پاس جانے کی ممانعت، نیک کر کے کی اجازت۔" (43)

77۔ "شرک کی ممانعت۔" (48)

78۔ "بے شک اللہ تم کو گناہ سے بے کفایت کر دے گا اور ان کا حق کر دیا کرو۔" (5)

79۔ "مومنو! تم اللہ کا گناہ، رسول کا گناہ، تم میں جو عاصی ہیں ان کا گناہ۔" (59)

80۔ "دنیا کا فائدہ بہت کم ہے اور بہت اچھی چیز پر بیکار کر کے لیے آخرت ہے۔" (77)

81۔ "تم نہیں رہو مومن تو اگر یہی ہے کہ خواہ

82۔ "مومنو! تم مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنانا، ان اہل کتب کو جو تمہارے دین کو اور اللہ کی بات سے دور کر رہے ہیں۔" (140)

83۔ "مومنو! تم مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنانا، ان اہل کتب کو جو تمہارے دین کو اور اللہ کی بات سے دور کر رہے ہیں۔" (140)

84۔ "مومنو! تم مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنانا، ان اہل کتب کو جو تمہارے دین کو اور اللہ کی بات سے دور کر رہے ہیں۔" (140)

85۔ "مومنو! تم مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنانا، ان اہل کتب کو جو تمہارے دین کو اور اللہ کی بات سے دور کر رہے ہیں۔" (140)

..... یہ کہاں پھینک دے دل ہے

رفتہ سرائے

بنی اسرائیل کا سونے کا بچھڑا آج ڈالے ہوئے، پوری درہم و دینار کی شکل اختیار کر چکا ہے۔
دل جذبات کا استعارہ ہے مگر اب وہ دل کہاں ...
سونے کے بچھڑے میں دل بھی سونے کا ہے ...
دل کو روایا جاتا ہے، جگر کو پٹا جاتا ہے ...
کبھی نافرمانوں کے حوالے کر دیا جاتا ہے، بار بار ٹوٹ جاتی ہیں۔
الزام تراشیوں کا ایک طوفان بدتمیزی پر پاؤں جاتا ہے۔
دل سے دل کو راہ بھی ہوتی ہے ...
آج کا انسان بہ راہ سیلانٹ کے ذریعے search کرنے کی کوشش کرتا ہے۔
دل اور سونے کا بچھڑا ...
عبادات، معاملات ...
جنت کم کشتہ کیے دھل باسیوں کی ازلی کہانی ...

رگ سنگ سے ٹپکتا وہ لہو کہ پھر نہ تھمتا
جسے غم سمجھ رہے ہو یہ اگر شرار ہوتا
غم اگرچہ جاں محمل ہے یہ کہاں بچیں کہ دل ہے
غم عشق مگر نہ ہوتا، غم روزگار ہوتا
ہوئے مر کے ہم جو رسوا ہوئے کیوں نہ فرق دریا
نہ کبھی جنازہ اٹھتا نہ کہیں مزار ہوتا

شعار 10

فطری طور پر زبردست جھکا سا لگا تھا۔ سلمان اس کے ساتھ خاصا وقت گزار کر ادراپنی بنیادی وائیل فطرت کا مظاہرہ کر کے رخصت ہوا تھا۔
یہ قلاب ممکن ہی نہیں رہا تھا کہ کندہ کی غیر متوقع ملاقاتوں پر وہ الجھن محسوس نہ کرتا۔
وہ قلاب شوری طور پر اس وقت زار سے ملاقات کا موڈ بنا رہا تھا کہ غیر متوقع صورت حال اسے بے ترتیب سا کر کے رکھ دیتی تھی۔
"انہیں ذرا تنگ دہم میں بٹھائیے۔۔۔ مجھے پانچ سے دس منٹ لگ سکتے ہیں۔" بہر طور اسے صورت حال کا سامنا کرنے کے لیے خود کو تیار کرنا پڑا۔
"میں سوچتے ہوئے ہر بات جاری کی۔۔۔ اور گہری، گہری سانس لے

کر خود کو سزاؤں کرنے لگا۔

☆☆☆

لیڈی صوفیہ نے لاؤنج سے باہر نکل کر زارا کا استقبال کیا تھا اور یوں گھلے سے لگایا تھا جیسے کوئی بیٹی بہت راہ دکھا کر گئے آئی ہو۔
 ”میں جتنی سعی کہ میں بہت خوش رہتی ہوں..... ہالنگ بھی اداں نہیں ہوں مگر اب محسوس ہوتا ہے کہ سفینہ کا ملنا میری خوشیوں کا بہانہ بن گیا ہے..... اب تو میں جتنی دیر چاہتی ہوں بس ایک روحانی مسرت کا انجوائے کرتی ہوں۔
 جتنی پیار کی اور محسوس کی جیتیاں مجھے مل گئی ہیں۔“ لیڈی صوفیہ زارا کو پیار کرتے ہوئے بڑی سرشاری کیفیت میں کہہ رہی تھیں۔ زارا کو جہاں گرم جوش استقبال نے نہال کیا تھا وہیں سفینہ کے نام نے طبیعت میں ہمدرد پیدا کیا۔
 یہ ہر خوشی کی انتہا پر سفینہ کہاں سے آ جاتی ہے۔ جیسے کھانا کھاتے ہوئے چاول میں منگھر کھانے کا سارا اہلک برابر دگر دتا ہے۔
 بہم طور سے مسکراتا تھا۔

کوئی کل کر مسکراتا ہے کوئی ظہریہ کوئی جبرا مسکراہٹ تو معنی خیز بھی ہوتی ہے مگر اب وہ بے معنی سا مسکرائی گئی۔
 قیسمت کا شاہکار گھر، سائے کے سر سبز پردوں کے سرخ سٹکے، چستی و نیکو دین چوسہ، رویشیوں کا محراب گنیز انتظام..... محراب پر ایسا ابو جیسے تیر کی ایک جاکب بارش کے پانی سے بھول گیا ہوا ہے۔
 ”اب تو تم جتنی مہر مہر، زارا ننگ روم کیسٹ کے لیے ہوتا ہے۔“ لیڈی صوفیہ نے ڈرائنگ روم کے در و درمیا شیشے کے بند دروازے پر ایک سرسری کی نگاہ دوڑاتے ہوئے کہا۔
 زارا اس لمحے میں خود کو سنہالی چٹکی تھی..... سفینہ کو سٹھر سے آؤٹ کرنے سے پہلے تک یہ سب تو برداشت کرنا ہوگا..... اس نے خود کو سمجھایا۔

لیڈی صوفیہ کے وہم و گمان میں نہیں آ سکتا تھا کہ اس وقت ان کے ڈرائنگ روم میں مندل اور سلمان براجمان ہیں..... اور پرنس کا اظہار کر رہے ہیں۔
 وہ زارا کو ساتھ لے کر اپنے بیڈ روم کی طرف بڑھیں۔ کوئے میں مژدبانہ کمز کی انجلا بڑی پھرتی سے ان کے قریب آئی اور سائے کی طرح ساتھ چلتی گئی۔
 لیڈی صوفیہ اپنی جتنی پھرتی لگائی آگے بڑھتے ہوئے بار بار زارا کی طرف دیکھ رہی تھیں۔
 زارا یوں قدم قدم پر بھی گویا ننگہ سہلیاں کے گل میں فرش کو پانی سمجھ کر پاؤں دھر رہی ہو۔
 قحط، ہوشیار، اور خواہشات کے شدید دباؤ سے غر حال.....

☆☆☆

”خبردار اگر آنسوؤں کا ڈراما کرنے کی کوشش کی.....“ مندل کی آنکھوں سے آنسو یوں ابل رہے تھے گویا پہاڑوں کی اوٹ سے جھٹے ابل رہے ہوں۔ سلمان کی آنکھوں میں خون اتر اتر ہوا تھا۔ دانت بٹس کر رہے مگر نظروں سے اس کی طرف گھور رہا تھا۔
 مندل نے خوفزدہ انداز میں آنسو پوچھنے کی بار بار کوشش کی مگر عجیب بے اختیار تھی۔
 مرنے جیسی بے اختیار..... مرنے کو جتنی نہ چاہے مگر مرنے پڑے۔
 ”اس شخص کا قصور کیا ہے..... سبکیاں تان کر اس نے ایک بے بس محبت کی اس وقت مدد کی جب دھرم نے کے

یہ کہناں بچیں کہ دل ہے



قریب تھی۔“ مندل نے بھرائی ہوئی آواز میں بات کرنے کی ہمت کی۔
 ”وہ میرے گھر میں داخل کیسے ہوا؟ تم نے اس کو حوصلہ دیا ہوتا تو وہ گھر میں قدم رکھنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔“ سلمان نے غرا کر جواب دیا۔
 مندل نے بے بسی کی کیفیت میں آنکھیں موند لیں۔
 ”آپ خراب نہ تھے یہاں کیوں لائے ہیں؟“..... مندل کی آواز میں ہلاکت کا کرب تھا۔
 ”ابھی جا چکی جاتا ہے کہ جیسے یہاں کیوں لایا ہوں۔“ سلمان نے خونی نظروں سے بڑی کراہٹ دیکھا۔
 اسی آن پر کس کرے راؤ سبک کے کرتے اور سفید شور میں بلبوں اندر داخل ہوا اس کی آنکھوں میں نظر بھی تھا اور جس بھی۔ اس نے شعوری طور پر خود کو منظم کیا اور مندل کی طرف دیکھنے کے بجائے سلمان کی طرف دیکھا جو اسے دیکھنے کی آنکھ کھڑا ہوا تھا۔
 پرنس نے مصالحت کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ خواہ طوفاؤں کا کہیں..... مگر سلمان نے اس کا ہاتھ نظر انداز کر دیا۔
 ”میں تمہارا زیادہ نام نہیں لوں گا.....“ سلمان نے پرنس کو ”تم“ کہہ کر مخاطب کیا جو اپنے لاپرواہی سے بھی ”آپ“ کہہ کر بات کرتا تھا۔
 پرنس نے سوچتی ہوئی نظروں سے سلمان کا چہرہ بخور دیکھا۔

یہ کہاں بیچیں کہ دل ہے

”اسی جیسی بہت بھری ہیں رز دؤں پر۔“ یہ کہہ کر سلمان نے ریلوے اور دھارمپاں اپنے کوٹ کی جیب میں رکھ لیا۔ پرس کی تمام تر فراست اس وقت سبھی تھی..... ذہن کی برائی تو دے ستے دہا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ خواب جیسی زندگی..... اس وقت دنیا کی بدترین بد صورتی ملاحظہ کر رہی تھی۔

”مجھے کسی کا خوف نہیں ہے، میں اسے آپ سے ڈر رہا ہوں، یہ میرے سامنے رہی تو میرے ریلوے اور دھارمپاں جیسے کسی بھی وقت خالی ہو سکتا ہے۔“ یہ کہہ کر سلمان نے بھر جھارت و غضب کا نظر دلوں سے مندر کی طرف دیکھا اور باہر کی طرف قدم بڑھا دیا۔

”listen Mr salman“ پرس نے اسے آگے بڑھنے سے روکا۔

”قانون و مذہب آپ پر جرحیں کرتے..... آپ اس مظلوم عورت کو ڈاکو کر دیں، یہ اتنی بڑی گھمبیری تو ہوں گی کہ دھڑکی کر کے اپنا تاج پال سکیں..... میرے گھر میں یہ کسی حیثیت سے رہ سکتی ہیں؟“ سلمان کی ناقابل برداشت گفتگو کے بعد بھی پرس بہت محبت سے سوال کر رہا تھا۔

”ایک دھوکے باز عورت کے ساتھ میں اتنی مہربانی نہیں کر سکتا..... سوری، اسے چاہیے کہ یہ قطع کے لیے کورٹ کا دروازہ کھٹکھٹائے۔“ یہ کہتے ہی سلمان برق رفتاری سے انڈیا روم سے باہر نکل گیا۔

پرس چند تھپے کے لیے پھر کاؤ کی نیکیا۔ اس کی داخل و فراست اسے آکا کر دی تھی کہ سلمان کا ذہن متوازن نہیں ہے..... حرام شرب برائے انسان کی ذہنی توازن کا ڈھانچے کے لیے بہت ہوتی ہیں..... عیاش لوگ داخل و فراست سے اس طرح محروم ہوتے ہیں جیسے صحرائی ہیں۔

اس نے قرآن میں پڑھا تھا کہ سو کھانے والے کھانا مثال الکی ہے جیسے اسے جن (شیطان) چھو گیا ہو۔ حرام کھانے پینے کے ساتھ داخل و فراست کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا۔ پرس نے کھڑے ہو کر بے فکر پالیا۔ جس کو اللہ نے گمراہی میں پھینکے کے لیے تیار کر دیا ہو..... اس کا علاج کسی انسان کے بس کی بات نہیں رہتی۔ اس نے فیضانِ ملاحظہ سے اس عورت کی طرف دیکھا جو بے بسی کی تصویر بن چکی تھی۔

کسی بھی نسل کا بڑا گناہ کوئی بد دعا کی غیبا نہ جاتا ہے..... اور بد دعا کی نسلوں کا پیچھا کرتی ہے۔ یہ تو معصوم و قصور عورت ہے..... شاید کوئی بد دعا اس کے قاتل ہے۔

پرس نے بہت ملاحظہ کیا تھا مگر کفر آن سے پہلے اترنے والے تینوں بیٹھے ہی پڑھ ڈالے تھے..... جاننے کی گمن سے اسے کبھی نہیں سے بیٹھنے میں دیا۔

”میں آپ کو اپنی گریڈ نام سے ملوانو گا..... آپ ریٹیکس کریں..... آپ کو اللہ سے رالے کا بہت محسن موقع ملا ہے۔ آپ کثرت سے عبادت کریں اور آپ کے جو بارے میں اس دنیا سے جاننے کوئی نواہل پڑھ کر ان کی رجوں کو بد نہ سمجھے..... مجھے امید ہے اللہ جو جس روحم سے اس کی کفری سے بدل دے گا۔“

پرس کو جھانکے دل میں سوچ لگے کہ ہر ہاتھ اور مندر اس کی طرف یوں دیکھ رہی تھی کہ گویا ہر ماں میں سوئی ہوئی کی مدد یوں بعد جاگ کر بھٹکا ہو..... حیرت کی لہریں تپتی ہوئی..... اس کی آنکھیں جھپٹتی جا رہی تھیں..... وہ پہلے ہی بات کرنے کے قابل نہیں تھی..... پرس نے اس کی گویا ہی سمجھ لی تھی..... ایسی برف ہوئی کہ آنسو ہی جھگے۔

”میں اپنی ملازمہ کو بھیجتا ہوں، وہ آپ کو گیسٹ روم میں پہنچا دے گی۔“ پرس نے ایک بار بھی شعوری طور پر مندر کی طرف دیکھنے کی کوشش نہیں کی تھی..... بلکہ مندر کی طرف سے قدر سے پشت کر کے ہاتھ کر رہا تھا۔ یہ کہہ کر وہ دھارمپاں اور ڈاکو روم سے باہر نکل گیا۔

”یہ کون سی شے صوفی.....“ مندر کے ذہن نے کام نہ شروع کیا تو پہلا جملہ ذہن میں آیا..... کچھ تھا اس

”اگر تم ایک شادی شدہ عورت پر دل پا رہے ہو تو جو اس کے ساتھ رہے وہ بے غیرت ہی ہے مگر تم تمہارے منہ سے سنتا جا رہا ہوں کہ تم اس کی اور اس کی اولاد کی ذمہ داری لینے کے لیے تیار ہو۔“ سلمان نے اعلیٰ درجے کی بے محنتی اور بے رحمی سے اپنے دل کی بات کی اور کسی تکلیف کا مظاہرہ نہ کیا۔

”ہاں نہیں..... آپ کو فوری طور پر کسی سائیکسٹرس سے کھٹکھٹا کرنا چاہیے..... گھر ایک دن میں نہیں جتا مگر ایک دن میں نوٹ ضرور جاتا ہے۔ اصولاً آپ کی ننگ عورت کو زیر دوش کرنے کے مگر جیکب کسی کی کو اپنا کچے اور ایک بچے کے باپ بھی ہیں بچے تو شریف عورت کا فرض ہے کہ وہ آپ کو برداشت کرے۔“ پرس نے اعلیٰ درجے کے گل کا مظاہرہ کرتے ہوئے سر دیکھ میں بات کی۔

”ہونہ..... شریف عورت؟“ سلمان کے ہونٹوں پر استہزا ایسا گھراٹا ابھری۔

”اسے شریف صرف تم ہی کہہ سکتے ہو..... اس لیے کہ تمہاری جمہوری ہے۔“ سلمان نے مندر پر ایک

غضب کا نگہ دوڑاتے ہوئے جواب دیا۔

”میرے نزدیک تو بر خاتون قابل احترام ہے، عورت کی عزت کو تو ہر جاہل مردوں کا ہی کام ہے..... جس میں جتنی غیرت ہوتی ہے اسے حساب سے عورت کو عزت دیتا ہے، میں اس وقت آپ کی آمد کا مقصد چاہتا جانتا ہوں؟“ پرس مسلسل ضبط و تحمل کا مظاہرہ کر رہا تھا..... اس کے سامنے ایک مجبورہ ہے جس عورت کی جس کا درجہ کا مطابق پیش نظر تھا..... اس کا دارا سا جذباتی ہو جانا مندر کے لیے کیا کڑھا محسوس کرنے سے متراش تھا۔

”میں اسے یہاں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔“ سلمان نے دھماکا کر دیا..... پرس کو یوں لگا کہ اوپر سے سے درد دہرا رہا لگے ہوں..... چند تھپے کے لیے کوئی سلب ہو کر رہ گیا۔

”آپ اپنی شریک حیات کو غیر مرد کے گھر میں چھوڑ کر جا رہے ہیں؟“ پرس نے بہت مہارت سے خود پر قابو پاتے ہوئے سوال کیا۔

”اس لیے کہ اس کی خاطر ایک غیر مرد میرے گھر میں آتا ہے۔“ سلمان نے بھڑک کر جواب دیا۔

”یہ میری domain (سلطنت) ہے..... یہاں میرے فیصلے چلتے ہیں؟ who are you پرس نے نہایت مشکل سے انسانی کردہ روی کو کچھ بھڑا کرے پر دلوں کے ساتھ دوپٹا..... اشتیال کا نازک کھسکا نے پھر مزید کر دیا تھا اور بہت نرم لہجے میں بات کی۔

”جیالیاں نہیں جلیں گی..... تمہیں پتا ہے میں اسے یہاں چھوڑ کر کیوں جا رہا ہوں؟“ سلمان نے خون آشام نظروں سے مندر کی طرف دیکھا..... جرح پھر کے بت کی طرح سناکت دونوں کی گفتگوں رہی تھی۔

پرس نے سوائے نظروں سے سلمان کی طرف دیکھنے پر اکتفا کیا۔ سلمان نے کوٹ کی جیب سے ریلوے اور ٹکالا..... پرس اب بری طرح پکڑا گیا کہ صورت حال نہایت نازک اور گھمبیری صورت اختیار کر چکی تھی۔

مندر بدحواس ہو کر کھڑکی ہوئی اور دو بار دروازہ سلمان سے ریلوے پر پھینکے کی کوشش کرنے لگی۔

سلمان نے اسے ہنسی کے زور پر پڑے دیکھ لیا اور ایک دو بار پھر اس کے گال پر رسید کیا۔ وہ بری طرح لڑکھا اگئی۔

”میں اس لیے اسے یہاں چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ تو ہی تجھ کو دے میرے سر پر خون سوار ہو جاتا ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ میں اسے کسی وقت قتل کر دوں گا..... جبکہ میں کسی باگ خون سے اپنے گھر تک نہ کر جا سکی نہیں پڑھتا جاتا، بہت دولت ہے میرے پاس..... لائف انشورنس کرنے کے لیے سب کچھ ہے میرے پاس..... اور اس جیسی.....“ سلمان نے محارت سے مندر کی طرف دیکھا۔

یہ کجاں بچیں کہ دل ہے

”انشاء اللہ..... میں بچ پر نہیں جبران کروں گا۔“ بکس نے سوچتے ہوئے جواب دیا..... اس کے دم و گمان میں بھی نہیں آسکتا تھا کہ کوئی بچ، بچل بارے کی طرح بچل کر اس کی ایک جھک دیکھنے کو توپ رہا ہے۔
”اُدو کے“..... ”انجیلا نے سرگرم دیا اور میکا کی اعزاز میں پلیٹ لگی۔
بچہ ہم تک اس نے کیا کرنا تھا..... اسے خود بھی معلوم نہیں تھا۔

☆☆☆

جان بار نے کہا تھا۔

”man was born free and everywhere he is in chains“ (انسان آزاد پیدا ہوا تھا مگر ہر جگہ زنجیروں میں بکڑا ہوا ہے)

ڈارلے بڑی ادا سے کہا اور اپنی زلفوں میں انگلیاں بھیرتے ہوئے ٹھکھکلائی۔

”اُدو..... اُدو ہو.....“
”what's a nice quotation what's a good memory“
لیڈی صوفیہ یوں خوشی ہے کہ حال نظر آگیا کہ یازار نے انہیں بل میں بلا لیا تھا اور ایسا ہوا..... یا پھر..... یہ کہ.....
سے میں نے یہ جان کر گویا پی پی پرے دل میں ہے۔

”اُدو صبر سے قریب آئے..... میں کہیں بہت سہیا کرنا چاہتی ہوں۔ ڈارلنگ! اُدو صبر سے تمہارا یہ حال ہے؟ بڑی ہو کر کیا کرگی.....“ لیڈی صوفیہ نے اسے گلے لگانے کے لیے بازو دو کر دیے۔

ڈارالیں جاگنے کی گویا وہ جنت منور ہو گئی ہو..... لیڈی صوفیہ نے سینے کے بجائے زار کو بھوہ مانے کا اعلان کر دیا ہو۔

فروری 2018 کے

گلابی موسم میں سہلی کی دلکش جھلک

خوش صورت گلابی لالہ گلابی

سوسائٹس

ماہنامہ

مذہب

عقلمندی

حصولِ شہرت

اللہ



وارث

جڑوں پر انکر چلنے چھایا کی ہو کر سے کھل کر پڑے..... سبکی خدا کی قدرت ہے..... آنکری سخاوت پر **اسما قادری** کے خیالات کی پرواز

ہند دھرم

شخصی ہمد کے خاص رنگ..... چنگیز خاں کی حق دہنوں کے چال چلی

پاک بکری نظر..... ابتدائی سخاوت پر **علی اختر کی** کاوش

رنگ آسمان

رنگات کی آگ میں جلنے اور جھٹ کی پھار میں بھینکنے مخالف

ازہان کا دارا رک و شعور..... **ایہ آرا واجہت** کا گلابی آواز

وقت

بکری غم کی خوشی کی کش..... وقت اپنے ہی لگائے ہوئے کھڑا ہے

بکری غم کی خوشی میں جہاں ہے..... **قصام بیت** کے قلم کی روانی

نور علی خیل

تنویر ریاضہ..... محمد باسرا اعوان..... شامہ عباس..... شامہ لطیفہ

محمد الیاس اور انجمن قادری ساحل کی قہر بریں آپ کی شہر

بچے میں..... جیسے متا کی جھکی..... جیسے بھول کے دامن میں اترنے والا شبنم کا اولین تھرو..... جیسے پر لکھنے ہی تھلی کی پہلی اڑان..... جیسے بادلوں کی ادٹ سے جھانکنا ہوا چاند.....

☆☆☆

بکس داوی کی کھوج میں پڑنے کے بجائے سیدھا اپنے بیڑم میں آ گیا تھا..... اس کے اعصاب جھج رہے تھے۔ ایک عورت کی تبدیلی کی انتہا نے اسے بڑترین ذہنی تھرو سے دو چار کر دیا تھا۔
”تھوڑا کھا کر جس طرح صندل نے گال پر ہاتھ رکھ کر سر جھکا لیا تھا..... وہ اس کی شاہکار مصوری کا منہ چڑا رہی تھی..... انسانی جذبات کی اس سے زیادہ بھر پور ترویج نہیں کی جاسکتی تھی..... اس کی انگلیوں میں ہلکا ہلکا ارتعاش تھا..... ایسا ارتعاش جو اس پہاڑ پر ہاتھ دھرنے سے محسوس ہوتا ہے جو اپنے اندر آتش فشاں کی پردوش کر رہا ہوتا ہے۔

..... روز قیامت ایسے ہی پہاڑ روٹی کے گالوں کی طرح اڑتے دکھائی دیں گے جو حمد یوں آتش فشاں کی پردوش کرتے رہے..... جن کے سینے ہی زمین اپنا توازن کھوے کی..... کشش کشش صفر ہو جائے گی..... ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر گرے گئیں گے۔

اسے یوں لگا کہ اس نے خود پر قابو پانے میں کامیابی حاصل نہیں کی تو ایک قیامت برپا ہونے کا اندیشہ ہے۔
تہذیب و معاشرت کا اعلیٰ نمونہ پروردہ اپنی آنکھوں کے سامنے ایک مظلوم عورت کی بد بختی برداشت کرنے کا حوصلہ نہیں رکھتا تھا۔

آدم کا شرف ہی انسانیت ہے..... سلطان جیسے لوگوں کو انسانوں کی ہستی میں رہنے کا کوئی حق نہیں ہوتا..... ایسے لوگوں کو کھلک میں رہنا چاہیے اور جھلک کے قانون کے مطابق اپنے سے کمزور چاندروں کو چہرہ ماز کر اپنی دشت مٹانی چاہیے۔

زندگی کے اس نئے اور عجیب تجربے نے اسے انکے دور تا ناس خیالات سے دو چار کر دیا تھا۔ وہ اس کیفیت میں داوی اور دارا کا سامنا نہیں کر سکتا تھا۔ جیسے جیسے دل میں اس کی فکر کی جہت تلتا، اپنی تقدیر کا نام کر ہی تھی۔
رشتہیوں اور دشمنیوں سے دیکھتے گھر میں اس کا ایک کب کب بھری اندھیری کی شام اترا آگئی تھی۔ بھری وہ پہر میں جیسے اندھیرے پھیلتے جاتے تھے۔ ایک معرکہ روئیں تھا جو اسے سر کاٹنا ہی تھا..... ایک ایسا انسان جسے اسے شرف کا کال ترین تصور حاصل ہو، وہ بے شکیری آواز دہانے کی اہلیت ہی نہیں رکھ سکتا۔ دوا پر پڑے ذہنی گودھ کر گاڑی نہیں ہو سکتا..... بچے کے آنسوؤں کو مسکرانہ میں تبدیل کرنے تک پار نہیں آتا..... ذہنی بکری کی مرہم پٹی سے پہلے کھانا کھانے کو توجہ نہیں دے سکتا.....

دو عام انسان نہیں تھا..... آبِ مقطر (distilled water) تھا..... جسے قدرت نے کئی لمحوں سے یوں کھیر کیا تھا جیسے چاند سورج سے شعاعیں مستعار لے کر دو دھوا چاند لی کشید کرتا ہے۔

معاذ روزے پر پڑنے والی بد قسمی دیکھنے کے اسے چڑھا دیا۔
”لیس.....!“ دروازہ منتقل نہیں تھا۔ اور وہ مذہب علیے میں تھا اس لیے بلا سے دھک دینے والے کو دروازہ کھول کر اندر آنے کی اجازت دی۔ دروازہ آدھنکلی سے کھلا اور انجیلا نے اندر قدم رکھا مگر دروازے کے قریب ہی رک گئی کیونکہ بکس سامنے ہی خنجر تھا۔

”سر..... ہم معلوم کرنا چاہ رہی ہیں آپ کب تک انہیں جواں کر سکیں گے؟“ انجیلا نے سرگودھا ہاتھ دے ہوئے سوال کیا۔

”ادہ مالی گاڈ.....“ خوف سے زار اسکے جسم پر لرزہ طاری ہونے لگا..... درحقیقت اس وقت اسے لیڈی صوفیہ سے بہت خوف محسوس ہو رہا تھا۔

"did you say something?" وہ یوں گویا ہوئی جیسے کسی پہاڑ سے پھسلے ہوئے خود

ساہوکار سوج لے تجھے اللہ کا واسطہ ہے
جسم ایک، پیڑ درم ایک، جگر بھی ایک ہے
دس ٹکن ہاتھ کوئی کاٹدہ؟
کیش ہاتھ کیش سے خرچ کر رہا ہوں!
بینک میں پڑا مال تو ایک مسمن پنا ہے
مہر کرد امید پہ دغا قائم ہے ہر حال
پاکستان ہے یہ پرستان نہیں پتا تو ہے!
سینئر کی عسکت میں گزارے ہوئے لگات کے حصار میں وہ جیسے نئے تھا۔ کام کی طرف ذہن متوجہ ہو کر

نئی شخص دے رہا تھا۔۔۔۔۔ سن، سن مستوری نہ بھید کی۔۔۔۔۔
”یار کیا کمال لڑکی ہے۔ کیا ناپ تیار پگھلاتی ہے، کیا قول کر رہی ہے، ایسی لڑکی، آج تک نہیں ملی۔۔۔۔۔ اس کے ساتھ ایم بی اے کرنے والی درجن بھر لڑکیاں، خاندان میں طرح، طرح کی ”ڈاؤ“ لڑکیاں۔۔۔۔۔ پڑوس سے ہائے، ہائے، نہ کھڑا آنے والی لڑکیاں۔۔۔۔۔ در حقیقت انہی لڑکیوں نے تو اسے انسان دلا یا تھا کہ وہ قحبہ حاصل کرنے کے قابل ہے۔۔۔۔۔ کوئی اس کو دیکھتی ہے تو سوچتی بھی ہے اور اس احساس کے طے ہی اس نے فوراً اپنی قیمت لے کر لی گئی۔ جب وہ صنفِ مخالف کی قحبہ آسانی سے حاصل کر لیتا ہے تو پھر ”میو“ کی ”مونا“ move کہ اپنے میسوں میں کیوں زندگی گزارے؟ لڑکی ابھر ہو یا غریب خواب و خواہشات تو ایک جیسی ہوتی ہیں۔ سب ہی کو وہ قاف کے کسی تہرادے کی منتظر ہوتی ہیں۔۔۔۔۔ قاف کے شہزادے شہزادوں میں نہیں اترتے مگر ان کی۔۔۔۔۔ جھک تو کسی نو جوان میں مل سکتی ہے۔

بہن یہ خوش نہیں اسے ہر دم چست و توانا سمجھتی تھیں۔۔۔۔۔ وہ کسی بار جیت کے مقابلے سے پہلے ہوئے والی ”بیٹ پر کیش“ میں کوئی کاچر کم نہیں کر سکتا تھا۔ اس وقت بھی سوج رہا تھا کہ باجوہ کو ملے ساڑھ کرنے کے لیے کیا، کیا، جو کیا جا سکتا ہے کچھ اس طرح سے کہ ایک دن باجوہ کو اس کے علاوہ ڈھنگ کا لاکا پوری روئے زمین پر دکھائی نہیں دے۔

اسی وقت ٹھنڈے دروازے کے پار اسے کاؤنٹ کا بندہ کڑا نظر آیا۔۔۔۔۔ وہ چلدی سے سنبھل کر بیٹھ گیا۔ یہ بندہ کاؤنٹ میں مٹین سے لوٹ گیا کہ تھا، آؤں کے لوگ سوئی بھائی کہہ کر بلا تے تھے۔ سوئی بھائی اندر تعریف لائے ان کے ہاتھ میں ایک لٹاف تھا جو اس نے بعد ازاں اس کا پیش کیا۔ ”سر یہ سب تم آپ کے لیے بھجوا ہے۔“

سائل نے ”ابجھن بھری نظروں سے لٹافنے کی طرف دیکھا۔۔۔۔۔ اور لٹاف اس کے ہاتھ سے لے کر اٹ پلٹ کر دیکھا۔۔۔۔۔ لٹاف کھلا ہوا تھا۔ یہ رات بھر اور کاؤنٹ پر لٹاف کاٹنا تھا۔ اس نے اب لٹافنے کے کوئے پر تجربہ لٹاف تو بچکی۔

”اوہ۔۔۔۔۔“ اب اسے سمجھ آگئی کہ باجوہ نے ادھار چکا ہے۔۔۔۔۔ اس روز درود کے سچ کو رقم دیتے ہوئے باجوہ کو لگا تھا کہ ان کے پاس رقم تھوڑی ہے اور انہوں نے شہید دہائی دہائی کیفیت میں سائل سے قرض لے لیا تھا۔

کوٹھنڈا کرنے کی کوشش کر رہی ہو۔۔۔۔۔
لیڈی صوفیہ خود غائب، دائمی کیفیت میں چلا گئی، وہ زار کی عتاب دہائی کیا لوٹ کر تھا۔
”ہم۔۔۔۔۔ آپ کچھ لینا پسند کریں گی؟“ انجٹلائے روایت کے انداز میں اپنا سوال جان بوجھ کر مقرر کر دیا۔
”cold water please“ ”زارا نے لیڈی صوفیہ پر ڈرتے، ڈرتے ایک ٹیگہ ڈالے ہوئے تھا۔
انجٹا لڑکیوں پر محرم کی اور بیڑہ روم فرنگ سے بھل کر قریب سے بھٹکی پر رکھے اسٹینڈ سے گلاس اتار کر (جو اسٹینڈ میں الٹے لٹکے ہوئے تھے) پانی اٹھیلنے لگی۔ لیڈی صوفیہ ابھی تک بہت کئی سے پانی پی رہی تھیں اور بالکل خاموش تھیں۔

☆☆☆
پارسل اسٹوڈیو میں صوفیہ بیٹ پر نیم دراز تھا۔۔۔۔۔ سر کے نیچے سفید دلیٹ کے خلاف والا گاؤں تھا۔ وہ نیکو زار کی طرف جاتا بھی مندر کی طرف۔۔۔۔۔ محاسن کے ذہن پر سفید سے دستک دی۔ وہ چمک کر سکر ادا ہوا۔
”تھیک پر سفید۔۔۔۔۔ مجھے یقین ہے تم کافی دیر سے mock کر رہی ہو گی۔۔۔۔۔ کمریٹ درک بہت بڑی مل رہا ہو گا۔“ وہ انجٹا کر بیٹھ گیا۔
”کچھ trouble ہے۔۔۔۔۔ جو صرف تم سے شہری جا سکتی ہے۔ مگر فون پر نہیں۔۔۔۔۔ ساتھ بیٹھ کر۔۔۔۔۔
مگر بیڑہ نام کو بتانا بھی مشکل اور چھپانا بھی مشکل۔۔۔۔۔ انسانیت اس وقت تحت آزمائش میں ہے۔ تمہارا پرس تہمت سے داغ، داغ ہو گیا ہے۔۔۔۔۔ بہت اچھا سا جیٹے، جیٹے آج پتا چلا۔۔۔۔۔ مگر وہ بیکس کو کیسے ہیں۔“ وہ انجٹا کر غلٹے لگا۔۔۔۔۔ خیالات کی یگانہ رگی جو ظرف دھوئے کا امتحان کسی کی کسی کھٹ کے لیے انتظار کیا نہ کوئی اٹھائی۔۔۔۔۔ وہ بھر سوچنے لگا۔

”تمہارا ملنا محال ہو سکتا تھا۔۔۔۔۔ محرم بھی آسانی سے مل گئیں۔۔۔۔۔ اور وہ بھی محبت کے جواب میں محبت کے ساتھ۔۔۔۔۔ آئی ام سوسری مندر۔۔۔۔۔ میں سفیدی اجازت کے بغیر آپ کے ساتھ تھا میں بات نہیں کر سکتا۔۔۔۔۔ مجھے سے انتظار کرتی ہے کہ مر جائے کوئی جا رہا ہے۔۔۔۔۔ کہ اب تو کوئی نئی خواہش مجھے ہے فراوانی کر سکتی۔“ وہ سفید کے پیار کے احساس سے لڑ لڑ بھگ رہا تھا جیسے رات کے اندھیرے سے شہنم پھول چڑھ رہا وہ دنیا کرتی ہے اور وہ ٹیکے، ٹیکے جاتے ہیں اور جن ان کی پالکیں لینے کو بہت اب ہوتی ہے۔

”حادثے سے پہلے تمہارا ملنا۔۔۔۔۔ کتنی بڑی۔۔۔۔۔ blessing ہے۔“ وہ سفید کو کچھ کرنے لگا۔
سفیدی حیا آلودہ گاہ میں اسے نیا غنا کا بنانے پر اکسائے گئیں۔۔۔۔۔ محبت کے عقیم دھاتوہ جہ بے بے اسے ہر آزمائش سے گرانے کے لیے سرے سے تازہ دم کر رہا تھا۔

اب وہ خاکہ بنانے میں اس طرح متنبہ تھا کہ ایسا ہی ساری دنیا میں ”سب“ اچھا ہے۔
☆☆☆
قلب میں کون سا رخ باب کا پگہ ہے
جو ملک کا شہر بہن کے بیٹا ہے
پہلوئے حور میں گھوڑا خدا کی قدرت
لبا تر کا جیسے کوئی جن کا بچہ ہے
ہم جیسے دانا و صیب سے ملے ہیں

جی..... اب تو ہم ہر وقت (ڈرنک) drunk نظر آنے لگی ہو.....“ ماہین نے دوش روم سے ہاتھ آکر کھڑکی سے چماکتی سفینہ پر جملہ کر دیا..... جو کچھ دیر پہلے ہی کراچی سے واپس لوٹی تھی۔

ہوگا۔۔۔۔۔“ ماہین کب ہاز آنے والی تھی۔ جہت منکوں کی طرح ہاتھ پھیلا دیا۔

"really...?" ماہن سفینہ کا ایک نوا کو کھاروب ملاحظہ کر رہی تھی۔ حیرت آمیز خوشی سے کہتے ہیں۔

..... انسان کی وہ کون سی عینک (اصناف) ہے جو وہ پہنا چکا ہے کہ وہ ملال کا دھن رہتا ہے۔ وہ کیا نہیں سوچتا؟ سب کچھ تو سوچتا ہے..... انسان کی وہ کون سی عینک (اصناف) ہے جو وہ پہنا چکا ہے کہ وہ ملال کا دھن رہتا ہے۔ وہ کیا نہیں سوچتا؟ سب کچھ تو سوچتا ہے.....

”you are most lucky“ سینی کی سکرابٹ بہت بھرپور اور پُر اعتماد تھی۔

ریب کے خیال سے خوش نظرائی..... سفینے نے بڑی ادا سے شانے اچکا دیے..... اور مسکرا دی۔

”ایسے کیا دیکھ رہی ہو؟“ مایین ابھی۔

”ماہین.....“ سفینہ نے سر جھکا کر گہری سوچ کے دوران ماہین کا نام لیا۔

چرس پیسے چڑھیا اور اسی ایک آن میں اسے wisd (داس مند) کوک لہاں ہونے ہیں؟ پتا نہیں کسی ایک خیال آجاتا ہے.....“ سفن بولتے، بولتے رک گئی..... اور اب یہ کہہ رہی تھی کہ رقیہ ان کے کہنے پر

”ہولوتاں... رک کیوں گئیں؟“

لیا۔ یقین دینے کی ہر جہاں جاتیں ہیں..... کی سرفروغ ہیں کہ جہاں ہیں۔ سب سے پہلے سرفروغ دیکھا گیا
سرفروغ انہیں ہر جہاں جاتیں ہیں..... کی سرفروغ ہیں کہ جہاں ہیں۔ سب سے پہلے سرفروغ دیکھا گیا۔

ہوں..... سفینہ اور ساحل تو ایسے ہی ہے جیسے ہادل اور بجلی..... چاند اور ستارے، رات اور چراغ..... سورج

☆☆☆

ایک طرح ہے زار کی مٹکی سی بند مٹی تھی..... یوں جیسے خطرہ بھانپ کر ہر فی چوڑیاں بھرنا بھول جائے۔

مگر بھلا ہو پرس کا کہ وہ اپنی مخصوص مہک کے ساتھ آن وارو ہوا تھا۔ زارالی جان میں جان آئی..... وہ

سرای کو اس کی سرانیت میں پرس و نور سے عجاتی، جھلک سرائی..... اس کے دروازے چوکت کریدتی سوئی ہے

بڑی ذہانت سے ماحول کا اندازہ لگانے کی کوشش کی اور بولا۔

”I hope“ آپ بہت اچھا لکڑی ہوں کی..... کیونکہ کرینڈا مام بہت خوش ہیں کہ آپ بہت اچھی

دوست مل گئی ہے۔ پریس نے دارا کے تجاویز، جن کو ٹی، ساتھ ہی لکھ دی صوفی کی طرف تائید طلب۔

”مگد..... میرا احوال ہے اب ہمیں لہجہ کے لیے ڈاکٹنگ میں چلنا چاہیے۔“ اس نے بہت پیار سے لہڑی

صوفیہ کا دایاں ہاتھ اپنے اچھوں میں بے کر کہا۔

”آئی ایم سوسورہ..... میں سچ نہیں کر سکوں گی۔ میں بہت rest less رہ رہی ہوں.....“

دوست مانتہ..... نیکوئی کوئی ہے کر رہے ہاں سارے دارا کا رستہ پر گہا۔
 دارا کہہ رہا ہاں، اچھا جس کو؟ منہ..... کوئی نذر روری ہو گئی ہو..... حجت اچھ کھڑی ہوئی کہ تاخیر نہ ہو جائے..... لہڑی

صوفیہ اگلے ہی ملے لکچ نہ کرنے کا فیصلہ واپس نہ لے لیں۔

جس کے لیے وہ آئی تھی..... اس کی کہانی سننے جا رہی تھی..... اس کی تو ساری محنت و مصلحت ہو چکی تھی۔

”اُوکے..... آپ ریٹ چیچے..... پُرس نے سہارا دے کر اٹھایا اور اُنہما نے بڑی چمکی سے محام کیا۔“

اور بید کی سرک سے رہی۔
زارا نے کلہو شکر ادا کیا۔

”اتنا بھی ٹینس نہیں جوتا چاہیے۔ ninety plus میں تو چل رہی ہیں..... اور کتنا چلیں گی؟“ اس نے اپنے

آپ کو سی دی اور تازہ دم ہوگی۔

پرس نے ایک ناکہ بندی کو بھی پروا نہ دی اور ہاتھ کے اشارے سے دروازہ کھولا اور بری سرک بند کر دیا۔

میرا سرا در خواب گاہ سے نکلنے کی جلدی تھی۔ پرس کی گہری ولیف نگاہ نے اس بد صورتی کو سہ لیا۔

☆☆☆

یہ کہناں بچیں کہہ دل ہے

”جنون البیانے کیا کمال بات کی ہے۔“ سفینہ اپنے کلمے بالوں پر اٹھایاں چلائے ہوئے ماہین کی طرف دیکھ کر سختی رائے انداز میں مسکرائی تھی۔
”تم کتنے ہی حسین ترین، دلچسپ ترین، کامیاب ترین ہوں بالآخر مجھ سے گئے۔“ یہ کہتے ہی وہ بیڈ پر اونٹنی ہو گئی۔

”مال کا ڈنڈہ... کیا ہو گیا ہے تمہیں؟ مجھ روی اول فول...“ ماہین نے اپنا کبلا اٹھا کر سفینہ کی پشت پر دے مارا۔
”اول فول نہیں... اول فول...“ سفینہ نے سیدھا ہونے کا کٹھن بھی نہیں کیا اس طرح اونٹنی سے پڑے، پڑے اصلاح کر دی۔

”بھئی... بھئی... سے سنا ہے، میں بھی Fool کے ساتھ ool لگاتی ہیں۔ یہ بھی کچھ ہوتا ہوگا۔“
اسب سفینہ ٹھٹھکیلا ہوئی اول سیدی ہو گئی مگر ماہین کی انگلیوں سے لگتا تھا سفینہ نے اسے غور و فکر سے کھیلے کام پر لگا دیا ہے۔ اس نے ٹیسی میں سفینہ کا ساتھ نہیں دیا یا اس کی طرف دیکھتے ہوئے اپنا کبلا اٹھا لے گئی۔

☆☆☆

”سفینہ تو لاہور پہنچی ہوگی۔“ پرس نے اپنے دکان والی درخت واقع پر لٹا ہوا دوڑتے ہوئے زاراک کی طرف دیکھا۔

زاراک کے چہرے کا رنگ بے لگا کر خود پر کاٹو پا کر جو سر سے مسکرائی۔

”مجھے یہاں آئے دیکھنے سے زیادہ کام ہو گیا ہے۔“

”جیہیں... آپ کو یہاں آئے تین گھنٹے ہو چکے ہیں۔“ پرس نے فوراً جھجکی۔ ”بڑا چلو دیکھنے والا انداز تھا۔“ زاراک وہ ہتھلا ہو گئی۔

کھانا خاموشی سے شروع ہوا تھا۔ زاراک نے خود ہی اس کے ٹیسی مصوری کے قہر سے شروع کر دیے تھے۔
خصوصی طور پر وہ واقعہ ضرور دہرایا جب اس نے آرٹ گیلری میں پرس سے پانچ ہزار کے کرنسی نوٹ پر آؤ گراف لیا تھا۔

پرس اپنی طرف سے زاراک کو خصوصی قہر دے رہا تھا، جہاں وہ اس کے مسکرانے کی توقع کر سکتی تھی وہاں گراہٹ بھی حد تک تھا۔ جہاں وہ اسے جہنم کو ڈھکنا چاہتی تھی وہاں وہ پلٹیں بھگانے میں بھی تاخیر نہ تھا۔ حقیقت تو یہ تھی کہ اس کا ذہن اس وقت صرف منزل اور لیڈن سویڈن کی طرف متوجہ ملاقات کی طرف متوجہ تھا۔

زاراک کی سر توڑ کوشش تھی کہ وہ اپنی بات شروع کرے اور پرس اسے بات کرتے ہوئے صرف سے نہیں دیکھے بھی۔ مگر پرس اس کی ہر بات نظر چکا کر رہا تھا۔

حسن بزرگ، پھر ایک کر مظار ہو کر نہ کوئے تاب تھا۔ مگر جس لگاؤ کی خاطر ستر بہتر اداسی تخلیق کی تھی وہ لگاؤ تو جیسے پھری گئی تھی۔ دیکھتا تھا نہ اس کا۔

زاراک بھی سچی لڑکی صرف مظاہرے کی کتابت تھی۔ لگاؤ دینا سے محروم۔ ادراک ہی نہیں کر سکتی تھی کہ اس وقت پرس کی طرح اس سے بھگتا رہا ہے۔ اول تو یہ غیر متوجہ تھوکر نہ لڑی غلاب طبع تھا۔ صرف اپنی دادی کے ساتھ ہی چل گیا کرتا تھا اداسی ماحول کا عادی تھا۔

”سفینہ اپنی منزل پر پہنچ کر آپ کو کون تو ضرور کرتی ہوگی۔“ پرس نے ایک ڈس اپنے ہاتھ سے چپس کر کے آداب بیزاری کیا ہے۔

”اٹنی ڈیر ساری باتوں کے بعد پھر سفینہ...“ زاراک اٹھ کر ادا ہو گیا۔

”اچھے اور نیک انسانوں کی عمریں کم ہوتی ہیں۔“ سفینہ نے گم سم ہو کر ماہین کی طرف دیکھا تھا۔

”My goodness“ ماہین نے گویا سر پٹ لیا تھا۔

”کچھ خدا کا خوف کر سفینہ۔“ قہر نہ لے کر ماہین نے ایک دم سفینہ کو گلے سے لگایا۔

”ان کی جلی میسب ہی males پٹے گلے۔“ گریڈ ماہم بتا رہی تھی سب under forty

تھے۔ بلکہ پرس کے فاروق۔“

ماہین نے ایک دم سفینہ کے ہونٹوں پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔

”وہاں تو جگ ہے۔ ساری ٹیکسی کا بیزا فرق کر کے رکھ دیا۔ یہ فضول سا خیال تمہارے ذہن میں کیسے

آ گیا؟ اسی گھر میں ایک اور example موجود ہے۔ آج کل ایجنسی کی کم کم ہوتی ہے؟ اپنی ٹیکسی میں بیٹھ

رہی ہیں۔“ جبر داز جو کچھ سفینہ نے فضول باتیں سوئیں۔ ”ماہین تو سفینہ کے اندیشوں پر بری طرح گم سم لگتی تھی۔ اس کے

کے وہ دم و گمان میں کتنی تھا سفینہ اپنا کچھ سوچ سکتی ہے۔

”اپنے اختیار سے کون سوچتا ہے۔ خیالات خود بخود آتے ہیں، پتا نہیں کہاں سے آتے ہیں؟“ سفینہ

ماہین کی خاطر مسکرائی۔

”تمہیں سے بھی آتے ہیں۔ آتے ہیں تو جاتے بھی ہیں۔ روک کر کیوں پھنسی ہو۔“ جانے دیا کر۔

ماہین بھی درحقیقت پریشان ہو گئی تھی۔ وہ دوست کی غری پر مجبور رہی تھی اور درمیان میں اندیشوں کے

بادلوں نے ڈھانچ لیا۔ گویا۔ پانی ٹالنے کی کوشش میں کدال کی چٹان سے ٹکرائی ہو۔ سفینہ نے ماہین کی کمر میں

بازو جھک کر دیا۔

”تم کون ایسا سرس ہو گئیں؟ میں تو قہر دے رہی تھی شیز کر لیا تھا۔“

”وائف... آج کچھ اپنی خوف کا ہاتھ نہ کر۔“ ویسے ہی کچھ اور شیز کر لینا چاہیے۔ ”اب ماہین نے سفینہ کی

کمر پر ایک وجہ چڑوایا۔

”ایسا سوچتے ہوئے تمہیں کچھ بھی مل نہیں ہوا۔“ ماہین ابھی تک سابقہ الفاظ کے ذرا متحشی۔

”کچھ feel ہوا تھا۔ تب ہی تو سند سے نکل گیا۔“ سفینہ شکر انداز میں سوچتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

”اس کا سیدھا معاملہ ہے تم پر پرس کو کچھ اچھا چاہتی ہو۔“ ماہین نے جبر کیا۔

”ابھی خود کو یقین نہیں لانا سکتی۔“ سفینہ نے بھید کر کہا۔

”کیا یقین...؟ کس بات کا یقین؟“ ماہین نے پہلو سے نکل کر سامنے آتے ہوئے حیرت سے دیکھا۔

”یہی کہ کر کیا میں بھی کسی کو چاہ سکتی ہوں۔؟ یا کسی کی چاہت پر ہی ایک کر دی ہوں؟“ سفینہ یہ کہہ کر

خاموش ہو گئی گویا بس جو بات تھا کہہ چکی۔

”اوی کویت کہتے ہیں۔ ہر وقت کسی کو کہنا ہے، یہاں سے سوچنا۔ اسی کے خیال میں رہنا۔“ پرس کی

بحث نے تمہیں بے بس کر دیا ہے۔ اور کچھ سوچنے سے قائل نہیں رکھا۔“ ماہین کا مابہر نفسیات کی طرح اس کے

ناخوش کو کھل رہی تھی۔

سفینہ نے مسکرا کر ماہین کی طرف دیکھا۔ شرارت سے مسکرائی۔

”تو اتنی تو ٹھیک ہو۔ بالکل بے بس کر دیا ہے۔ اگر میرا ذلت خراب ہو تو پرس کو کچھ ڈوں کی نہیں۔“

سفینہ کی اداس مشق کی سی تھی۔ جسے اپنے عاشق پر اس طرح سے اظہار ہوتا ہے جیسے اس بات پر کہ وہ فائدہ

ہے۔ وہ مگر نے اسے انداز میں بیٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔ ماہین اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

یہ کہاں بچیں کہ دل ہے

[illegible]

7

لوگ طرح طرح کے نفسیاتی مسائل کا شکار ہوتے ہیں..... ذہن مفلوج ہو جائے تو زندگی مفلوج ہو جاتی ہے۔
 ”لیکن ذہنی امیڈو دلالتی ہے..... اور امیڈو مستقبل کہتے ہیں۔“ زار اکوٹنا خواب ستیا پاس ہوتا محسوس ہوا تو
 اپنی مخصوص سہ سہائی کے ساتھ مجھے بحث کر ڈی۔

”اور پھر آپ بھی تو یہی سوچ کر سفینہ کی طرف متوجہ ہوئے کہ زندگی کا سفر ساتھ ساتھ کریں گے۔“ زارا کو انجیلا نے ہات پر پورا اعتماد تھا، اسے لگا اس نے اس لمحے پر بس کو نکستے فاش سے دو چار کر دیا ہے۔ اب وہ فردراس سے تیار ہو.....

پرنس کی مسکراہٹ بے ساختہ تھی..... اس مرتبہ اس نے زار اپرا ایک ٹکا بھی کی تھی۔
 ”خواتین ایک الگ احساس ہے اور یہ نیچرل (فطری) ہے مگر آنے والے لحاظ میں زمرہ رہنے کا یقین
 دوسری بات ہے..... خواتین بھی موجودہ ہے، مستقبل میں.....“

”Sorry to say“ مجھے کہنا تو نہیں چاہیے۔ مگر.....“ وارانے بھٹکنا سے پرس کی بات کاٹ کر بے تابی سے کچھ کہا جا رہا۔ مگر کبھی کبھی جیسے انھن میں پڑ گئی ہو..... اس نے لاشعوری طور پر کھانے سے اپنے ہاتھ روک لیے تھے۔ پرس اپنے معمول کے مطابق ناپٹالے چکا تھا۔ اور ٹشو سے اپنے ہونٹ صاف کر رہا تھا۔

پچیز.....اپ سچے..... I am good listener..... آپس نے کویا سہ حوصلہ دیا..... وہ کوا سہ بچس
 ک طرح لے رہا تھا۔
 ”یو اتنا ملٹی ہے۔“ زار نے حوصلہ ملتے ہی دل کی بات آخر کہہ دی۔

”مقام فنکارانہ مزاج لوگوں کو معاشرہ اسی طرح سے محسوس کرتا ہے۔ فنکار ہی تو..... common behavior (عام رویے) سے abnormality نکال کر باہر لاتا ہے..... اسی لیے اس کی اپروچ کو دار

ماہنامہ پاکیزہ 39 فروری 2018ء

سپاراکھ

[illegible]

”ایسا نہیں ہے، وہ اماں کو انظارِ مکرنا کافی سمجھتی ہے۔“ زرار نے بدقت منہ سے آواز نکالی۔

"او کے.....!" پریس نے اختصار سے رد گھلی دیا۔

”مگر اسے آپ کو Inform کرنا چاہیے۔“ زارا کو خود ہی احساس ہوا کہ جس کے حوالے سے وہ بڑے سے بڑے یہاں نہیں کیا کچھ کر رہی ہے، اس کی باتیں کرنا بھی کبت ضروری ہیں۔ خود اولیٰ چاہیے نہ چاہیے۔۔۔۔۔
 ”فہمیں، یہ باندھی نہیں ہے، اس لیے کہ اہمگی وہ میری باندھ نہیں ہے۔۔۔۔۔ اس کی کشمکش اس کی ماں سے۔۔۔۔۔“ فرس نے مسکراتے ہوئے جواب دے کر حیران کر دیا۔

”یقیناً آج کل تو..... کیلوا ایک دوسرے سے connected رہتے ہیں..... اور.....“

"اے! اے! سوچ بولی ہے۔ میں اپنی محبت پر یقین نہیں رکھا جس کو وہاں، ہمارے زمین دہانی کی ضرورت تھی آئے۔ یہاں ایک دوسرے کو اپنے ہوئے کا احساس ضرور ملتا جاوے گی۔ کونکہ جب محبت صورت پا بندی تو قسمت ہے۔ ہم ایک دوسرے سے بھی ضرور دور رہیں گے۔ مگر۔۔۔ جو چیز چنانچہ کہی کر ہی کے future ہمارے کنٹرول میں نہیں ہے۔ جس لئے میں موجود ہیں اور تم غائب۔۔۔ اگرچہ اسکا حال معلوم کرنے لگی۔
ووہ مستقبل کے اتنے خواب بھی نہ کر سکتی کہ جولوگ ہزاروں کے قیامت کے بورے میٹھے کی ڈسے داری کو اس

”future“ سراب ہے۔ خواب ہے..... عالم انڈیا آپس سے آگے کی بات ہے..... مگر ہم موجودہ لمحہ ابھی طرح جی لیں..... کچھ اچھا سا کر لیں تو یہی مکمل زندگی ہے۔“

پرنس، زارا کی حیرت سے لطف اندوز ہو کر مزید گویا ہوا..... جان بوجھ کر کہ اس کی اپنی خواہش تھی کہ دنیا کے سب لوگ حقیقت شناسی کے ساتھ جیسا کہ حادثات میں بڑے حادثے امید و خواب ٹوٹنے سے برہا ہوتے ہیں اور

ماہنامہ پاکیزہ 38 فروری 2018ء

ملتی ہے۔۔۔ پریس نے بہت پرسکون انداز میں زارا کو لا جواب کر دیا تھا۔

کچھ بھی ہم آج نہ کیا تھا۔ نہ خیالات نہ خواہشات.....
 "سنا مشکل انسان ہے۔" زارا کو آواز آہستہ بہ ہر آن لگے۔ پُرس نے کسی ایک بات سے بھی تو
 اتفاق نہ کیا تھا۔ بس لہجہ اب کیا قاور اور اس لالہ لپنی کی عمر میں یہ کون کون سی کھلی کھلی زندگی کے
 کسے عقب سے ایک مکمل کسے منظر ہوتا ہے۔ جو دے خون میں لے کر گردناں میں نمودار ہوتا ہے۔

”آپ نے کچھ نیا سنٹ کیا ہے..... کیا میں بغیر ٹکٹ کے دیکھ سکتی ہوں؟“ زارہ نے اب اپنی دانت میں سنجیدہ دیر جھل فضا کو غور واری سے بدلنے کی کوشش کی..... ایسے دقتن قلعے سے طبعیت ادب کر رہی تھی..... گویا کسی نے ناک پر تھیلی بھاڑی تھی۔

”کچھ خاص نہیں، وہی ہے جو آپ دیکھ رہی ہیں..... بغیر گٹ اور آلُو کوکراف کے۔“ پرس نے بھی اس کا بور ہونا محسوس کر لیا تھا..... جو اب اسکا گھر بننا چاہا۔

”ایسا کیسے ہو سکتا ہے..... کہ اتنے دن میں آپ کو کوئی نیا آئیڈیالہ بنا نہ ملا ہو۔“ زوار نے قطعاً اختلاف کر دیا۔
محض ہات براۓ ہات کے لیے..... کہ پلٹ کر جواب دیتے ہوئے اس کی طرف دیکھا تو اسے اچھا لگا
تھا۔ وہ بڑی خود اعتمادی سے مگرانی تھی کہ مجھے دیکھو..... اللہ نے مجھے دیکھنے سے قائل بنایا ہے۔

”میں نے اس دوران صرف سفید کا چہرہ پینٹ کیا ہے..... اور وہ پینٹنگ سفید اپنے ساتھ لے گئی تھی..... لاہور میں کہیں کہ میں نے اسے گفٹ کر دی ہے۔“ پرس نے طبیعت کے خالص پن کے سبب ہنگامہ بازی سے بچ کر بول دیا..... زار اکال کسی نے جیسے مٹی میں جکڑ لیا۔

”آخر سفینہ میں ایسی کیا بات ہے..... بور اور بوزمی روح.....“ حسد کا اڑدہا پہنکارنے لگا..... اور پہنکاروں نے ماحول میں شعلے بجڑ کا دیے.....

”اُس ادا سے..... میرا خیال ہے، بہت دیر ہوگئی ہے اب مجھے چننا چاہیے.....“ اس نے اپنے چہرے پر چھائی پشیمردگی کو چھپانے کی حتی الامکان کوشش فرود کی، زبردستی مسکرائی جیسے اپنے خوب صورت دانتوں کی نمائش کر رہا ہو۔

”او کے..... میں ڈرائیور کو متوجہ دیتا ہوں کہ وہ گاڑی تیار کرے۔“ پرنس نے تھکلا بھی نہ کہا کہ کچھ دیر اور تشریف رکھیے..... مگر بیڈ نام ریست کر رہی ہیں ان کے باہر آنے کا قہور! انتظار کیجیے وغیرہ، وغیرہ.....

”گرینڈ مام تو ریٹ کر رہی ہیں..... مجھے بہت عجیب سا لگ رہا ہے..... ان سے ملے بغیر جاؤں گی تو وہ کچھ ٹپس نہ کر سکیں۔“ نزار نے شوئڈر ہنگ نیپل سے اٹھاتے ہوئے لڑکی کی طرف دیکھا جیسے عرصے میں بچی گئی ہو۔

”ڈنٹ دری وہ کچھ نہیں سوچیں گی۔۔۔۔۔ وہ بہت تھک گئی تھیں اگر سو گئی ہیں تو پھر خود ہی بیدار ہوں گے۔۔۔۔۔ جب وہ سوائے ہر تو اگلے مرضی سے ہی روم سے باہر آتی ہیں۔ کسی کو ناک کرنے کی اجازت نہیں ہے۔“

”شاید وہ میری وجہ سے rest less ہو گئی ہیں۔“ زارا کو اتنی دیر میں پہلی بار کوئی معقول خیال آیا۔

ہاتھ کرنے سے بھی تھک جاتی ہیں۔“

دو علم کا ہتھیار اٹھائے ایک مسلط کر دہ جنگ سے دو چار تھا۔ بھر انسان ہی تو تھا۔۔۔۔۔

انجام کام کی گھنٹی بج گیا باس کی زنجیریں کھول دیں۔ اسے یقین تھا کہ ہاؤس نمبر کارڈی تیار ہونے کی اطلاع

-۴- تا ۵ -

اس نے ریسیور اٹھا کر کچھ سنے بغیر اُدکے کہہ کر ریسیور کو دیا اور زارا کی طرف دیکھا۔

زار اسی خیال میں ہی خیال کا عکس نگاہ میں تھا..... پس اپنی جگہ تھرا کر رہ گیا۔

”اوہ لو.....“ اس کی روح ایسے پرمعے کی طرز پھڑپھڑاکی جس کا دورانِ پرواز شہسپہر ٹوٹ گیا ہو۔

و خود کو مکتوب دے گا کہ عادی تھانہ میں بھی ضرورت پیش آئی تھی۔ ہر موصول ہوئے والا خیال بہت دلچسپ اور باہمی
ہوتا تھا۔ جیسے سورج نکلنے کے بعد شامیں برابر راست زمین پر پڑتی ہیں۔۔۔ اس لئے مجھے علم تھا جسے خود کو
سمجھا۔۔۔ اور زار کا کہنے سے کھنکھائی رہا۔ زار نے کہا کہ یہ طرف قدم نہ بڑھائے۔۔۔ پس کس جان لاجور کو روکا قدم
بیچے چلا۔۔۔ جسے قدم ہی پاؤں صحت نامی۔

ایک دن میں دو خدا تھے۔ پھر بھی قیامت کا دن ہے کوئی اور.....؟ جانا چاہا ہوتا ہے مگر کبھی بھی خدا اب بھی ہوتا ہے۔ وہ زلزلہ کے ساتھ پوری جگہ نہیں گیا..... لاؤنج کے داخلی دروازے پر ہی منہ نہ اٹھانے میں خدا حافظ کہہ کر پلٹ گیا۔

ادان کون سا خوش ہو کر جاز ہی تھی نہ۔

پس کی تازہ ترین تخلیق تو سفینہ پر بس تمہیں

☆☆☆

تاجور کو وہاں پہنچنے ہی کے بعد وفات مرتب کرنے میں مصروف ہو گئی ہیں۔ جس میں اب کوئٹہ کے حالات بھی شامل ہو چکے تھے۔ یہ سروس میں انہیں کئی بار اپنی خدمات میں رکھی گئی، واپس کرنے کے حادثے کے بعد قانون کے قلمبند بن چکے تھے۔ ان کی سب سے بڑی خدمت کے دور پر معاملات سمجھنے کے آگے بڑھتے تو مزید جس کے تاجور کو ان کے بھی بار، بار قانون آ رہے تھے۔ تاجور شدیدی دماغی دباؤ کا شکار ہیں۔ انہوں نے چاہے تھے کہ وہ بدلتی قانون کی ہوا زار میں آ رہے تھے۔

”نشا کی طرف مٹی ہے..... کافی دیر ہو چکی ہے..... حد سے زیادہ بے پردا لڑکی ہے کبھی خود سے نون کر کے نہیں جیتا کیس کی بجائے مٹی ہوں۔“ اعصابی دھاؤ کی وجہ سے ان کا بی بی ہانی ہونے لگا۔ خواہ مخواہ زارا کے خیال سے بھٹکا ہوا ہونے لگا۔

ہوں نے سیل فون اٹھا کر زارا کا نمبر ملایا۔۔۔۔۔ غصہ مزید بڑھنے لگا۔۔۔۔۔ سیل آف تھا۔

”اُن کر کے بھی ہوئی ہے۔“ زارار کی فیملی کے دائرہ مشرت سے محسوس ہوئی تو غصہ آنے لگا۔۔۔۔۔ حالانکہ یہیں بہت کم آتا تھا۔۔۔۔۔ غصہ آتا تو یہیں قابلِ غصہ ظاہر کرتی تھیں۔۔۔۔۔ نظریہ ضرورت اور حالات کے تقاضے کے لیے زارار اس قعد آسان ہدف کی۔

انہوں نے سب اٹھا کر کشا کا نمبر تلاش کیا۔ سفینہ اور زارا کی فرینڈز کے رابطہ نمبر ان کے پاس ہمیشہ ہوتے تھے۔ سب کی مشین کا نمبر محفوظ نہیں تھا۔ انہوں نے لو کو روبا کر لاؤنج سے ڈائریکٹری منگوائی۔

”زیادہ دقت بھی نہیں کر سکتی..... یہ کیمبرج پڑھنے والے بچے تو یہی بہت جلد آؤٹ آف کنٹرول ہو جاتے ہیں..... دماغ میں خناس بھر جاتا ہے کہ ان کے ہیڈس نوٹوں کے پیکٹ دے کر تعلیم خریدتے ہیں، کیسی اکیڈمی..... لہاں کے استاد۔“

لوکر کے ڈائریکٹری میپا کرنے تک وہ جی بھر کر بیچ و تاب کھا چکی تھیں۔ ڈائریکٹری ہاتھ میں آتے ہی N کا



آرکائیوڈ چٹوٹو تعلیقہ

بہت عرصے بعد اس نے اپنے بھتیجہ کا صندوق کھولا۔ اس میں رکھے بہت سارے رنگ برنگے جوڑوں میں سے، وہ جوڑے جو اس کی اماں نے شاید اس کی پیدائش کے دن سے ہی بنا کر شروع کر دیے تھے جنہیں کھانے سنوارنے میں اس کی اماں کی آنکھوں پر مونے، مونے شیشوں والی ٹیک لگ گئی تھی۔ ان جوڑوں کو پہنانا اس کی زندگی کی سب سے بڑی خواہش تھی۔ لیکن اس کی بھی ایک سوٹ کو وہ پہیلے سے نکال بھی

مطلوع نکال نکالا کہ خبر تلاش کیا جو راسی اہل میاں گروہ لینڈ لائن نہر تھا۔ انہوں نے نسل اٹھا کر پہلے تو خبر محفوظ کیا پھر ڈاک کیا۔ گھر کے کسی نوکر نے کال ریسیو کی تھی اور تا جوڑ کو یہ کہہ کر حیران کر دیا تھا کہ نشانی لی تو اپنی ماں کے ساتھ شاہک پر گئی ہوئی ہیں۔ تا جوڑ نے پچھا کہ ان کی کوئی دوست بھی ساتھ گئی ہے تو نوکر کا جواب تھا کہ نہیں لی لی اور بیگم صاحبہ ڈرائیور کے ساتھ گئی ہیں، ساتھ ہی یہ وضاحت بھی ہوئی تھی کہ آج ان کے گھر میں کوئی مہمان نہیں آیا۔ تا جوڑ کی تو ہنسنے سے ہری حالت ہو گئی۔

”جھوٹ بھی بولنے لگی ہے۔۔۔۔۔ دھوکا بھی دینے لگی ہے۔۔۔۔۔ تو خطرے کا سرخ نشان ہے۔“ انہوں نے اضطرابی کیفیت میں پھر ڈاکر اہل میاں گروہ ڈاک کیا شاید یہ دیکھنے کے لیے کہ وہ جھوٹ چھاننے کے لیے مزید سو سو جھوٹ سن رہا ہے۔ بولنے لگی ہے گھر اس کا تیل اب بھی آف ملا۔ تا جوڑ کی توجہ ہر طرف سے ہٹ گئی۔

سفینے نے علامہ اقبال انٹر پورٹ لاہور پر اترتے ہی ٹیلی ان کے اندر سے ہی تا جوڑ کو صوتی پیغام (voice note) بھیج دیا تھا کہ اس میں لاہور پہنچ گئی ہوں اور میں ان سے ہی آپ کو کچھ کر رہی ہوں۔ ”زمین آسمان کا فرق ہے دونوں میں۔۔۔۔۔ ہوتا بھی چاہیے۔۔۔۔۔ دونوں کا شعروہ ہی الگ ہے۔ مجھے نہیں معلوم تھا جس بے ماں کی بچی پر میں کھل رہی ہوں وہ آگے جا کر میرے لیے ہی آزمائش بن جائے گی۔“ تربیت و دونوں کی ایک ہی اعزاز میں کی گئی۔ مگر خاندانوں کا فرق شاید تربیت سے بھی نہیں مٹ سکتا۔ جھوٹ اور دھوکے کے احساس نے تا جوڑ کا بلڈ پریشر کم دم بڑھا دیا تھا۔

”یہ اہل ہی نہیں ہے۔۔۔۔۔ کچھ نہیں کر سکتی۔۔۔۔۔ اسے ٹل ٹل کھاس کی ہاؤس وانک بن کر زندگی گزارنی چاہیے۔ شو پر کما کر لائے بیٹے کرکھائیں۔۔۔۔۔ اور دعا سیدھا گھر منسبائیں۔ ہر سال پیچہ پیدہ کریں، دو ستائے چلائیں۔ فون پر بھی، لمبی فٹول ہائیں کریں۔۔۔۔۔ اور دس بہت نہیں۔۔۔۔۔ بہت ہی زیادہ alarming ہے۔ میں رسک نہیں لے سکتی۔“ وہ افکار میں سرگرمی مل رہی تھی۔ تا جوڑ کے دماغ میں دھماکے ہو رہے تھے۔

”یہ جھوٹ بول کر کئی کہاں ہے؟“ خزنہ اک ایئر مشین افکار پر تھے۔ وہ بے تزاری سے ٹپل رہی تھیں۔ ”اسطری کے نام پر پتا نہیں کب سے بے وقوف بن رہی ہے؟ اسے جلد سے جلد۔۔۔۔۔ اپنے گھر میں ہوتا چاہیے۔ میرا اپنا ایک کھلی بیک گراؤنڈ ہے۔ سوشل انٹینس ہے، تو ہماری لڑکی محنت بردار کرنے جا رہی ہے۔“ ایک خیال آ رہا تھا وہ راجا جا رہا تھا۔۔۔۔۔ ممکن تو ہیں رخصت ہو کر پیسے راستے میں جیب کٹی گئی ہو۔۔۔۔۔ اور خالی ہاتھ بندہ حیرت و صدمے سے پھر بنا آتے جاتے راہ کیوں کو کچھ رہا ہو۔

”سائل مخفی بھی ہے شریف اور خوب صورت بھی۔ میرا خیال ہے ساحل جیسا شخص ہی اس لڑکی کو کنٹرول کر سکتا ہے۔۔۔۔۔ اس کا باپ بھی ساحل جیسا ہی تھا۔ محنت سے اوپر آنے والا self mad اور bravo bold اگر اس نے محاسن کی تو پھر اسے حقیقت بتانا پڑے گی۔۔۔۔۔ کہ تمہاری سوتیلی ماں نے تمہیں disown کر دیا تھا۔ میں نے تم پر دم کھایا تھا۔۔۔۔۔ اپنے سینے سے لگا دیا تھا۔“ تا جوڑ غم و غصے کی کیفیت میں فیصلہ کن اعزاز میں سوچ رہی تھیں۔۔۔۔۔ اور شدت سے سوچ رہی تھیں کہ ہنسی کا ایک مثبت مگر بھد بھد انداز ماں ان کے گلے پر رہا ہے۔

(جاری ہے)

انسان

انسان جب بچہ ہے کسی پر تو قبر اس پر زیادہ
بہتر انسان کہ جس نے اپنے لیے انسان بن گیا
انسان جب کسی سے حسد کرتا ہے تو قبر بہتر ہے
کے انسان اگر

تجھے میری آگ کا ہوتا تو کبھی تو دوسرے
سے حسد نہ کرتا۔ جب کوئی انسان زمین پر غور سے چلا
ہوے تو دیکھیں اس نے کہا ہے کہ آسمان تو کب تک اپنے کڑے
کمرے سے اور پہلے آگ کا شعلہ تو میرے اندر کی آگ
ہے۔ انسان تو دنیا کی تباہی میں مصروف ہے جبکہ
قبر تجھے دن میں پانچ گھنٹے کی یاد یاد کرتی ہے اور قبر کی
تیار کی کھدائی چاہی نہیں۔
سید محمد عالم، لاہور کی رچی

رقیہ بیکم اب تیس، بول تو اٹھتے تھے، مگر جب
کوئی عورت مبارک کو دیکھنے آتی تو ان کا دل چاہتا، اس کا
دامن پکڑ کر کہیں.....

”ارے میری بہن، میری بہن جیتی ہوئی ہے،
بہت ٹیک مار رہا تیرا اور دلیر شاعر ہے، عورت عقل کو
چھوڑ دے اس کی غریباں دیکھو، غریباں..... مگر کو کجنت
جاتے ہیں اس کے سارے گناہ کی میری بہن جیتی ہوئی ہے
بہن، اچھی ہے..... لیکن ماں ہمیں دل پر چھوڑ اور
آنکھوں میں آس اور امید ہے، ہمیں رشتیں اور بھروسہ
چٹ انکار ہے..... سارا غصہ اپنی بھاری پر اترتا..... اور
ملا..... ہمیشہ سوچتی کہ میں خوب صورت تھیں ہوں
تو میرا کیا قصور ہے؟ لیکن وہ نہیں جانتی کہ ضروری تو
تھیں کہ قصور ہو، بعض اوقات انسان کی یہ قصوری ہی
اس کا سب سے بڑا قصور بن جاتی ہے۔

بچپن ہی سے وہ بد صورت ہونے لگا، چاقو چاقو
تھی، شادی کی عمر کو پہنچی تو اسی، ایسی باتیں سننے کو نہیں
کہ بچپن میں بھرا تھا۔ جب بھی اس کی کوئی نیکی دیکھتے تھے
تو وہ افسردہ سے کہنے لگتی تھیں۔ ”کیا میں کبھی

گدگد کر رہی تھی، کب رہی تھی کہ میں ہوتا“ وہ گہرا
کلی، دھڑکتے دل پر ہاتھ رکھ کر اس نے خاموشی بھرتی
لاگوں سے سب کو دیکھا سب کو جب رہنے کو کہا لیکن
کوئی نہ مانا۔ وہ خوفزدہ ہو گئی، گہرا کلی، اسے ایسے لگا
جیسے رشتاں ٹپک رہے۔ اس نے خوفزدہ نظروں سے رضا
کی طرف دیکھا اور.....

☆☆☆☆

گدگد کر رہی تھی، کب رہی تھی کہ میں ہوتا“ وہ گہرا
کلی، دھڑکتے دل پر ہاتھ رکھ کر اس نے خاموشی بھرتی
لاگوں سے سب کو دیکھا سب کو جب رہنے کو کہا لیکن
کوئی نہ مانا۔ وہ خوفزدہ ہو گئی، گہرا کلی، اسے ایسے لگا
جیسے رشتاں ٹپک رہے۔ اس نے خوفزدہ نظروں سے رضا
کی طرف دیکھا اور.....

”ابا ابا! ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے کہ میں ہر
وقت دیکھنے سے چلی بیٹھی رہتی ہوں، سارے گھر کے
کام میں نہیں کرتی تو کون کرتا ہے..... اب ہمارے گھر
میں کوئی عورت تو نہیں ہے، ماں جو سارے کام کرتا
ہے..... کل ہی خالہ نے کہہ دی تھیں کہ جیسے رشتی.....
گھر میں پکائی ہوں، ایسے کون سے انہوں نے پوری
زندگی میں نہیں کھائے۔ اتنا بڑا وقت ہے میرے ہاتھوں
میں.....“ مائے امان کی جھڑکی کا پر اساتے نہ کیا۔
”غضب خدا کا کوئی ڈھنگ نہ کوئی نہیں..... اور بے
اتنی لمبی زبان.....“ رقیہ بیکم نے اسے سمجھنے سے کھڑے
ہوئے کہا۔ انہیں اس کا جواب نہ دیا تب براگ تھا۔

میا کو آتا تو ماشاء اللہ سب کچھ تھا۔ نماز، روزے
کی پابندی کے ساتھ ساتھ گھر والوں کی شادی چنگ و خنک
لیکن رقیہ بیکم جانتی تھی آج کل کے ماحول میں چنگ و خنک
کو بہت اہمیت دینے ہیں، ایسا تو شاید وہاں ہوتا ہے کہ
مکمل دیکھ کر کوئی دوسرے کی بیٹی کو بیاہ کر لے
جاتے..... اور یہاں تو.....

شکار اور ہنسی کے کرتے دوپٹے کو حسرت سے
دیکھتے ہوئے وہ ہنسی.....
”خبردار ہو گئے گا بھروسے بکریوں جیسے کپڑے میرے
گھر میں پہنے تو..... یہ سارے شوق اپنی اباں کے گھر
پورے کر کے آتے تھے.....“ رضوانے اس کی آنکھوں میں
لرزے آنسوؤں کو نظر انداز کیا اور کمرے سے باہر نکل
گئے۔ اس نے گہرا کر نہ جانے بے خودی کے کسی لمحے
میں آنکھ سے گریں، سیدھے ہاتھ کی پٹ پٹ آنسو کے
قطرے گرنے لگے ہوئے کہا۔

”نہیں..... آج میں نہیں روؤں گی، آج میں..... یہ
جڑوا بیٹوں کی.....“ اس نے اس محبت سے وہ جڑوا اپنے
بازوؤں میں لے کر گھونپا..... جیسے وہ ایک جڑوا نہیں، اس کی
زندگی کا ہر سال اور ہر صرت ہے..... اور حسرت.....

☆☆☆☆

نہیں اس کی آنکھوں سے کیوں دوسری..... یا شاید وہ
خودی ہی سونا نہیں جانتی تھی..... لیکن کیوں؟ آخر کیوں؟
دو سونا کیوں نہیں جانتی تھی..... وہ جب بھی آنکھیں بند
کرتی، کوئی اس سے سرگوشی کرتا۔ ”گھر میں ہوتا“ اور
”گھر میں ہوتا“..... ”نہیں بھاری صورت اس کے سارے
جڑو کو گھور دیتا وہ کیلے بدن کے ساتھ اپنے خشک پلوں پر
پھر جھڑکتے بدن کے ساتھ اپنے خشک پلوں پر
پھر جھڑکتے بدن کے خشک ہونے کا لین کر دیتی۔

”اگر میں ہوتا“ اپنی پوری سچائی اور طراعت
کے ساتھ اس کے چاروں طرف گونج رہا تھا، اس نے
گہرا کر اپنے برابر سوسے ہوئے رضا کو دیکھا۔ وہ
بیشک کی طرح کھڑی بیٹھ میں تھی..... ہمیشہ ہی کی طرح
شاہانہ انداز میں کھڑی تھی جس کا ایک زندہ سلامت،
واڑے سے دل اور جذبات و احساسات دیکھنے والا وجود
اس کے لباس پر پہلو میں موج دے، وہ خاموشی سے ستر
پر سے اٹھ کھڑی ہوئی، نرم و دیر کا لین پر بظاہر ہر جہا
کر کھڑی ہو کر اس نے پلٹ کر ہنسی کی طرف دیکھا۔
کچھ، رضوانی، ستر کی چادر، سا بیکشیل پر.....

سر جھکے خاموشی کمرے میں سب مگر وہ ہے تھے
دیکھتے ہوئے وہ ہنسی.....
”خبردار ہو گئے گا بھروسے بکریوں جیسے کپڑے میرے
گھر میں پہنے تو..... یہ سارے شوق اپنی اباں کے گھر
پورے کر کے آتے تھے.....“ رضوانے اس کی آنکھوں میں
لرزے آنسوؤں کو نظر انداز کیا اور کمرے سے باہر نکل
گئے۔ اس نے گہرا کر نہ جانے بے خودی کے کسی لمحے
میں آنکھ سے گریں، سیدھے ہاتھ کی پٹ پٹ آنسو کے
قطرے گرنے لگے ہوئے کہا۔

نہیں کسی..... اور پھر وہ اس صندوق کو زندگی کے
جھیلوں میں بھول بیٹھی..... لیکن آج دل ایک کٹی لے کر
دھڑکا تو سب سے پہلے اسے ارا مالوں، آرزوؤں سے
بھرا یہ صندوق یاد آیا۔

ایک سے بڑھ کر ایک جڑوا..... اور ہر جڑوے
سے جڑی ایک خوب صورت یاد.....
فیروز کی گلاب کی شکار اور سفید کرتا
دوپٹے کے پلہ پر بہت تھیں فیروز کی کام بٹا ہوا
تھا۔ اس نے دھوت بٹا ہوا تھا.....

”اللہ امان کیا چار سارے سے اور یہ فیروز کی
تل اور دوپٹے کے کنارے پر لگے سلور مشگرو..... واہ
ااا..... یہ سوت میں نیلہ کی برات والے دن
پہوں گی.....“ اس نے دوپٹے پر پچھلا کر امان کی
الٹاری پر گئے شیشے میں اپنے آپ کو دیکھتے ہوئے ان
سے کہا۔

”اے بے باؤں ہوئی ہے، دماغ ہی الٹ گیا
ہے تمہارا، کھاری لڑکیاں ایسے جڑوے لٹکا کر نہیں
پھر نہیں، رومو جب میاں کے گھر جا کر تو نہیں لیتا“
”میاں کا گھر.....“ اس نے منہ سورا۔

”ارے بچا، اپنے میاں کے لیے پہنوں، وہ
خوش ہوگا تو تم کو اچھا لگے گا اب کے لیے چڑھا کر
کھڑی ہوگی، لاؤ ذرا درد دے دے، یہ ٹھوڑے سے
مشگرو دیکھے ہیں لاؤ شیشے لگاؤں، دنیا میں اور بھی کام
ہیں یا بس یہی ایک کام ہے۔“ رقیہ بیکم نے اس
کے ہاتھ سے دوپٹا چھینا۔

☆☆☆☆

”تم یہ پہنوں، پائل ہو کیا؟“ رضوانے دوپٹا
چھین کر پہنے دیا چھالنے ہوئے نظر سے لہجہ میں کہا۔
اس نے نیند کے سفید کمرے پر ٹھٹھلا تے
فیروز کی مشن اور دوپٹے کے پلوں پر آج بھی جھگڑاتے
سلور مشگرو کو حسرت سے دیکھا اور پھر حیرت سے
اس کی طرف دیکھا۔

”اٹا خوب صورت تو ہے“ فیروز کی گلاب کی

ہے، میرے ہر اکثرت ہے لیکن وہ نہ شکر، ابھی شکر ادا نہیں کرتا نہ اس کا اور نہ ہی اللہ پاک کا..... رضا کی خوشنودی میں اس نے سب کچھ بھلا دیا حتیٰ کہ اس کا، یہی کہ رشتے کو اپنا اولاد زنجیر کی طرح ہاتھ سے رکھتا ہے، کیسے ہی بھڑا لو، ایک دوسرے سے کٹے کٹے ہوں بہر صورت کے کسی لمحے میں، وہ جو دشمن آنے والے بچنے کی پیدائش بھی ان اور دلوں کو ملا دیتے ہیں۔

کم از کم خاموشی میں گفتگو کا کوئی موضوع ہی نکل آتا ہے۔ بچنے کا جو کچھ اس سورج سے کم نہیں ہوتا، جو اندھیرے میں روشنی بکھیر دیتا، جو میاں، بیوی کے سر و تعلقات میں شرم کی پیدا کر دیتا ہے اور جو مکان کو گھر بنانے میں ایک صورت کی مدد کرتا ہے۔ لیکن صاف تو رضا کی محبت میں ایسی شرم کی ہوئی کہ بچہ اس کے ذہن ہی سے نکل گیا۔ لیکن جب یہاں سہیلیاں اور آس پڑیں کی بڑی بڑیاں احساس دلانے لگیں تو وہ بھی سوچتی کہ اولاد دو جان کا چاہتا ہوتا۔

جرا اولاد کوئی کی کا احساس ہوا تو زندگی میں پہلی بار صاف عجیب سی بے بسی کا احساس ہوا۔ وہ حسرت سے ان گھروں کو دیکھتی، جہاں مرد جب شام ڈھلے گھر واپس آتے تو اپنے بچوں سے کیلئے، بیویوں کے بازو اٹھاتے، بیویاں سن، اُسن کر بچوں کے سارے دن کی شرارتیں اور شکایتیں کرتیں..... اس کا بھی دل چاہتا کہ اس کا مکان گھر کیے۔

لیکن رضا اولاد کے حق میں نہیں تھے، وہ دیکھتے تھے کہ اولاد کا گھر کوئی تو صاف بھی ہی ہوگی..... اور صاف..... صاف ہر حال میں شرم میں ہی رہی، ابھی پیار کے دو بول بھی ان کے سنہ سے نہ نکلے..... لیکن وہ غصے میں نہ کرتی۔ وہ تو جانتی ہی ہے کہ حسن ظن، بہر صورتی کے ہٹنے اور غمزہ میں اس کی کمی۔

☆☆☆

دن بھٹوں، ہفتے، ہفتوں، مہینے، سالوں میں بدلنے لگے۔ اور شاہی کو چندہ برس گزر گئے۔ لیکن رضا اول دن بھیے سخت مند اور چاق و چوبند تھے۔

معموم اس ضرورت اور طلب کو ہی محبت سمجھتی۔ وہ ہر وقت ایک احسان مندی کی کیفیت میں رہتی۔ وہ محبت کے مظہر اور اہمیت کے آفاقی تھے۔ چاہتا اور چاہے میں کبھی کبھی ہوتا ہے کہ ناواقف بھی..... محبت..... مگر، محبت، نام اور روٹی نہیں ہوتی وہ وہ نہیں جانتی تھی۔

محبت ایک صورت کا حق ہے..... اور وہ اس حقیقت سے ناواقف تھی۔ اور رضا..... رضا..... کو اس سے ایک عجیب سی بڑھ پڑی تھی۔ عام بچوں کی طرح نہ وہ خیرے دکھائی دے، نہ وہ کسی اور زندگی میں شرم کی کی محبت کرتی۔ وہ تو بس محبت کیے جا رہی تھی..... وہ جتنا رضا سے محبت کرتی..... وہ اتنا ہی اس سے دور رہتا تھا، اس سے جڑے۔

رضا کی کوئی بات، کوئی زیادتی اسے بری نہیں لگتی، وہ تو بس اس بات پر ہی خوشی کی کراس کی شادی ہوگئی..... اب کوئی اسے کچھ کر گھڑی سانس بھرے ہوئے..... ہاتھ اسے پیاری کو کون پوچھے گا..... نہیں کہے گا، اب وہ دھڑلے سے نکلے سے باگ میں بہرے کی لوہنگ اور ہاتھوں میں سونے کے انگلیں بین کر گھل میں گھسی۔

وہ کتنا اس سے کہنے، سمجھنے چاہے، وہ جانتی تھی کہ ان کی یہ اکاٹھت، یہ پھٹا پھٹ اس کی بد صورتی کی وجہ سے یہ تو وہ یہ جانتی تھی کہ اس کی بد صورتی کو اپنی محبت اور خدمت سے ڈھانپ لے۔

وہ بے حد معصوم تھی، وہ نہیں جانتی کہ سرور دیکھ رہا ہے، سرور دیکھ رہا ہے، جوں جوں اس کی طلب ہوتا ہے..... اور جو ہاتھ نہ لگے اس کے پیچھے ہاتھ ماس کے ہر گھر کا قورمہ چھوڑ کر باہر کی وال کے لیے تقریر کی طرح ہاتھ میں سنگول لیے، یہی تقارون میں جا کھڑا ہوتا ہے۔

صاف میں جانتی تھی کہ اس کی ذات رضا کے لیے ایک پرکھنے پر خزانہ ہے، جہاں وہ جب بھی بیٹھتا

ہیجے مرد بخور ہوگی۔ ”محبت سے لگا ہوا، سرخ و سفید رنگت، چوڑا سینہ، سیاہ منگھڑا لے ہال اور اس پر چمکتی براؤن اکھیں اس کا دل چاہتا ہوتا ہے کہ جسے میں کر جائے..... اس کی اوپر کی سانس اور اوپر کی بچے ہی رہی۔ سانس تو جیسے رضا کی بھی رک گئی، جن کی پہلی بیوی شش چاند کا گھڑا تھا، جن کے حسن و جمال کے چرچے چارو تھے، اب نہیں لگا تھا کہ اللہ نے اب کیا دے دیا۔ رضا علی احمد جو کھوٹ جبکہ کر تھلا کر بہتر سے اٹھے تو پھر پلٹ کر کر کے یہ نہیں آئے، جا کر بڑا بڑے میں بیٹھ گئے۔ اب مردہ جو کسی جیسی کا تصور لیے بیٹھی تھی، ایک باگے اور خوب دھندلے کو دیکھ کر لوٹ پوٹ ہوگئی..... واری صدمے ہوگی۔

مرد کی غفرت ہر جاتی ہوتی ہے، مرد وراثت کا پرندہ ہوتا ہے اور ہر اس چیز کے پیچھے بھگتا ہے جو اس سے آگے سے بھگتی ہے لیکن یہاں..... یہاں وہ کیا پیچھے بھگتا ہوگا..... وہ خود منہ مڑ کر بہت دوڑتا چلا گیا۔ اور صاف..... صاف تو یہ حال تھا جیسے بھوکے کو لپیڈ مل گیا..... وہ ہر وقت رضا کی خوشنودی میں لگی رہتی..... بھاگ، بھاگ کہ ان کے کام کر، لیکن وہ آگے بھاگے وہ پیچھے دوڑتی، وہ بھڑکتے پیچھے پیچھے وہ وہ ڈھنڈھ نہ ہنس دیتی۔

وہ دھڑلے جانے کے لیے اٹھتے وہ لپک کر ہاتھ مرد میں پکڑے نہ کوئی لڑائی، وہ نہ لڑائی دھڑلے تو کیا ہمارے۔ تانے کی میز پر آتے تو گرم، گرم دل پر اترائے لوازمات کے ساتھ سامنے رکھ دیتی..... باہر نکلے تو لپک کر گاڑی میں سوار رکھ دیتی، ان کی گاڑی کی گھر سے نکلتی تو جب تک گاڑی ٹھکڑوں سے اوپر نہیں ہو جاتی وہ اسے دیکھ دیتی۔

اسے یہی رضا کی کوئی بات بری ہی نہیں لگتی، رضا کا نام اور ایک محبت تلے رہنے کو وہ محبت کا نام دیتی، وہ ای بات پر خوشی تھی کہ وہ بھی اپنے ازدواجی حقوق اور غفرت سے بہرہ ور ہو کر اس کے قریب تو آتے تھے وہ

بھی کہیں بھول گئی۔ کیا کوئی مجھ سے بھی محبت کرے گا؟ کیا بھی کوئی میرا بھی گھر ہوگا؟“ اتنی غریبی نہیں ہوئی تھی لیکن اس پاس والوں نے اور کم گھر کی بی بی اس سہیلیوں نے اس قدر بولا وہ تھا کہ اس کی زندگی صرف ایک مرد کے قصور سے وابستہ ہوگئی۔

اس کا دل چاہتا، کوئی بھی ہو، کالا، لولا، نکلوا، بیر دگا..... جو کسی ہو بس آئے اور اسے پیادہ کر لے جائے، وہ بھی مرد واپی کھلائے اور جب ایک بچہ گود میں اٹھا اور دوسرے کی اٹھی قاضی وہ اماں سے ملنے آئے تو اماں اسے بھی بری کی اپنی طرح لپک کر سینے سے لگا نہیں اور گھر گھر کے چھوٹے بڑے معاملات میں اس سے مشورہ کریں..... اور وہ دے پاؤں اماں کی بی بی سے اماں کی بیٹی بن جائے..... اس کا بچہ کچن میں کھیلا بھرے اور دوسرے بچے کو انوں پر لڑائی لگتی، بچک کر ملاتے ہوئے، وہ اماں کے معاملات کو دیکھے۔

”اگر ہر شے یکساں اسے دیکھ دیکھ کر گھسیں، بڑی کو تو سولہواں بھی نہیں لگا تھا اور رشتوں کی لائن لگ گئی تھی اور یہ صاف..... اس سال بچوں کی لائن لگ گئی تھی رشتہ اگر بھولے کھٹے کوئی دیکھنے بھی آیا تو پھر پلٹ کر نہیں آیا۔

رشتہ پروردن میں نہ جانے اگلیوں پر کتنی دفعہ اس کی عمر کے سال گئیں..... اور پھر گھر گھر ہاتھ بلند کرتیں..... ”یا اللہ میری بیٹی کا نصیب کھول دے۔ میرے اکا کا تو نے کوئی بھی ہے جو نہیں بنایا، اس کا نصیب اس کا جوڑ چھان نہیں ہے میرے اکا کی بی بی سے“ اور پھر ایک دن ایک بھولا بھلا رشتہ اس کے لیے آئی گیا۔ رضا اگر عمر کے 45 سال گزار چکے تھے، پہلی بیوی کا انتقال ہو چکا تھا، کوئی اولاد نہ تھی۔

رشتہ پروردن کے دیگر کفری، دیکھا اور نہ ہی دو بچہ کی بی بی لگائی، بیٹھ ہائی بھر کی اور پلٹ گاڑی کے رخصت کیا۔ اور وہ جو کالے کلوئے لولے بھٹکڑے کے لیے بھی تیار تھی جب پھر اس نے اس قدر خوب و رضا علی احمد کو دیکھا، جو کچن سے 45 سال کے نہ تھے تھے،

”وہ حیدر کہہ رہا تھا کہ میں سارا دن مگر میں پور ہوتا رہتا ہوں۔ سو وہ سلف میں لے آیا کروں گا تم اس سے جو ضرورت ہو، منگوالیا کرو..... وہ کوئی غیر معمولی ہے۔“

آج جب اس نے بتایا کہ وہ لڑکا جو مگر کسا سوا سلف لاتا تھا اپنے گاؤں چلا گیا ہے تو رضا نے آرام سے کہا اور وہ ہمیشہ کی طرح چپ ہو گئی۔

وہ غیر محسوس طریقے سے گھر کا فرد بنانا چاہتا۔
 ”یہ کیسے؟ آج میں ہاگل کشین کا روکا کر لایا
 ہوں، آج تو آپ نمک کوٹنے بنادیں اور ساتھ میں
 فوڈ اودھ بھی لایا ہوں۔“ شرعی نہیں بلکہ گھر پر ایسے
 کاغذ مزغن یا ہے گھر میں یا لے کر آؤں؟“ بچن کا ڈنٹر
 رخیلے رکھتے ہوئے، اس نے ہنٹ کے کیبنٹ میں
 رتن رتھی سے صاف ہوا۔

مجر کوئی جواب نہ پا کر خاموشی سے کچن سے باہر نکلا۔۔۔۔۔

”اوتھہ بھارے دیکھو کیسے ہیں، لگتا نہیں ہے آری ساری زندگی امریکا جیسی جگہ پر رہا ہے، میں تو اسے ایسے کی کوئی بات ہوں۔“ اور بھر سادان کل پر قبر پر بیٹھے، بیٹے اس کے بازو کو اپنا کل ہو گئے کوگر کہیں ہو گئے کھیل جانا کھیل خال خال آگے آگے رہنے چاہتا ہے۔ کڑوں میں لوج میں آگے آگے رہنے میں رکھا کر رہیں ہے جے کے کہنے ناسند تے۔

”واہ کیا زکسی کو فتنے ہیں، خدا کی قسم ساری زندگی میں نے اتنے لذت کو فتنے نہیں کھائے۔“ حیدر

رات کے جانے کو سنے پہرہ سوئی، اسے یاد نہیں لیکن صبح فجر کی نماز کے بعد ہی گھر میں چل پھل محسوس ہوئی تو ایک لمحے کے لیے وہ حیران رہ گئی۔

گھر میں بیٹے تھے نہیں اور رضا میاں ذرا دن چڑھے اٹھتے تھے۔ اپنا کاروبار قسطاً تو پھر یہ کون ہے؟

”اوہ..... لنگ.....“ وہ نرم بڑبڑائی۔

حیدر کریم جیسی عادت تھی کہ دروازے زور، زور سے بند کرتا، کبھی بہ آواز بلند نصیحتیں پڑھنے لگتا اور کبھی مگنے مگناتے لگتا۔

رضا، حیدر کے ساتھ صبح اٹھ جاتے اور پھر ناشتے سے جو فرمائش شروع ہوتی تو اس کا سارا دن چولہا چکی پر گزر جاتا۔

مگر کچھ اس اعجاز سے بنا تھا کہ حیدر اپنے
 کرے سے نکل کر باہر سے اخبار اٹھا لیا کبھی لالچ
 میں پھنس کر دی روٹ دیکھتا رہتا، وہ اپنے کاموں میں لگی
 رہتی تھی لیکن ان دونوں کا سامنا نہیں ہوتا۔ کھانے کے
 وقت وہ میز پر کھانا لگا دیتی، لو کہہ کر اسے چلا لاتا، وہ
 ٹٹ کھا کھا کھا اور سالہا ہی دن میں کھولتی رہتی،
 دیکھ ہوتا کہ رضا اپنی منت کرتے ہیں اور یہ کھا

بے سوج اڑاتا ہے اور جو ایک دن دے لنگھوں میں
ضائع ہے۔ دیا تو دے بٹا، غصہ ہوئے کہ تم کون ہوئی ہو
لئے والے، وہ میرے بچپن کا دوست ہے۔ اس کے
لیے میری جان حاضر ہے..... اور پھر جابا خاموش
ہو گئی۔ بس دل میں حیرت کی طرف سے ہال نہیں راز پڑ
گئی اور راز تو.....

پھر آہستہ، آہستہ حیدر جیسے گھر کا فرد بن گیا اس کا
 روہ بھی برائے نام عیارہ گیا، وہ اکثر سوچتی یہ آیا ہے تو
 جانا کیوں نہیں ہے۔

رضا تو پہلے ہی اسے وقت نہیں دیتے تھے، حیدر کے آنے کے بعد تو جیسے وہ اس کو بھول ہی گئے، دونوں امت دیر تک شطرنج کی بازی جھاتے تو کبھی تاش کے

☆☆☆
 صبح اتوار اور پھر حیدر آباد، روضا فاضل تھانیں
 مباح کو خاص تاکید کہ بلا ضرورت سامنے نہ آئے۔
 حقیقت تو یہی کہ وہ یہیں جا چکے تھے کہ حیدر مباح کو
 دیکھے کیونکہ مباح میں دیکھنے والی کثرت نہیں تھی۔
 کیا واقعی مباح کی غنیمت میں کوئی قابل ذکر بات
 نہیں تھی..... آپ کا کیا خیال ہے؟

صاف سطر اسفید کرتے شلوار میں لمبوس ، سفید گورے نرم پیروں میں پٹاوری چپل ، نفاست اور سلیقے سے سر پہنے بال ، ہونٹوں پر نرم مسکراہٹ ، ہاتھ پر ہندو کی جتنی گھڑی ، کہیں سے نہیں لگتا تھا کہ وہ امریکا جیسے ملک سے آیا ہے۔

جب وہ گھسی سے اڑا تو اس نے پردے کی اوٹ سے اس کا جائزہ لیا۔
 ”لنگھا تو کہیں سے نہیں لگتا۔“ اس کے دل نے پہلا سوال کیا۔ ”لیکن رضا صاحب کہہ رہے ہیں لنگھا تو کہیں لنگھا۔“ اس کے اندر کی فریاد ابھر بیڑی نے اسے اٹھا لیا۔

رضا بہت خوش تھے..... بچپن کا دوست قہار رات
 مجھے تک دونوں کپ شپ لگا گئے رہے، کو کہہ کر میں
 نوکر چا کر سب ہی تھے جن کے منہ کے سارے کام وہ خود
 کرتی، ان کے لیے کھانا پکا، دودھ، دودھ کران کی خاطر
 کرنا۔... بہت اچھا لگتا تھا۔ وہ جگر میں بھی تھی
 لیکن رضا اگر جاگ رہے ہوں تو کیسے سو جانی سوینڈ
 سے بے حال تھوڑے تھوڑے وقفے سے چائے کافی
 بنا کر کھجوریاں دیتی۔

”چائے.....“ اس نے دروازے کی اوٹ سے آواز لگائی۔

”واہ چائے مرے کی ہے۔“ حیدر نے چسکی

میں ہمیشہ بہترین لباس میں رہے، اپنا غذا کھاتے، چمکنے،
کھانے اور آرام سے تو مجھے انہیں دوبارہ جوانی کی دہلیز پر لا
کر آکر دکھانا۔ آخر باجی، پہلے کالی سب سے بہت
دہن، مہاں کی ایک عورت اور کمرہ داری
میں اتنی مصروف رہتی کہ کئی کئی دن آئینہ بھی مجھے نہیں
دیکھ پاتی۔ سر میں چاندی کے تار جھلٹانے لگے تھے،
مخاض بھی میں جانی تو ٹھنکوں میں درد کی لہر اٹھاتی تھی۔
مخاض بھی میں ہات ، کسی کالی سب سے کچھ نہ کر دیتے،
کیونکہ اب کھڑا کھڑا اساتہا تک میں باکور میں لگا، اگر
میں دن آرام سے پکار لیتے تو وہ پڑیٹان ہو جاتی،
گھر آجاتی۔

”صبا...“ ان کا لہجہ گریز م ہوتا تو وہ اپنی جگہ پر
سک ہی ہو جاتی۔
”اے خیر کیا ہو گیا، آج آواز میں دھبہ نہیں،
اللہ خیر، طبیعت ناماز تو نہیں۔“ وہ سوچتی ہوئی ان کی
آواز پر دوڑتی آج بھی جب انہوں نے پکارا صبا... تو
وہ گھبرا گئی۔

”کیسٹ دو صاف ہے ہاں.....؟“
 ”جی.....“ وہ زلی نزی سے بولی۔
 ”خیر پھر بھی اچھی طرح صاف کروادینا، حیدر
 آ رہا ہے۔“ ان کا لہجہ نرم تھا۔
 ”لہجہ آ رہا ہے.....“ وہ زلیب بڑبڑائے۔
 ”لہجہ؟“.....“ مہائے بھی ان کے منہ سے ایسے

”ہاں، ہاں الفنگا..... میرا بچپن کا دوست، سارے جہان کی خاک چھانٹا پھرتا ہے ابھی تک شادی نہیں کی، اب اس کا فون آیا ہے، ہمارے گھر آ رہا ہے، کل صبح آجائے گا.....“ رضوانے وضاحت دی۔

”شادی نہیں کی، شادی کیوں نہیں کی۔“ ماہنامائی کی۔
 ”ہم معقول کو کوئی لڑکی ہی پسند نہیں آئی،
 شادی کیا خاک کرتا۔“ رضا قہقہہ لگا کر ہنسے اور صبا
 کو جیسے ان کی ہنسی میں کھنسی۔ شادی کے ان
 پندرہ سالوں میں اس نے انہیں شادی تو دہری ہنسنے

دور میں ہر رشتہ، صرف اسی سے قربانی کیوں طلب کرتا ہے آخر کوئی یہ کیوں نہیں پوچھتا۔

تم کیا چاہتی ہو؟ تمہاری خوشی کیا ہے؟ آج ہم وہ کریں گے جو تم چاہا ہوگی۔ آج تم تمہاری پسند کا کھانا کھا لیں گے۔ اگر آپ کسی ایسی عورت سے جو ہر رشتے کو نبھاتی کلی دہائیاں لے کر ہے، کسی مقام پر کھڑی ہو جو یوں چاہتی ہو۔ اور جو لوگوں کی نظر میں عام عورت نہ ہو۔ یہ سوال کریں کہ تم کیا چاہتی ہو؟ تو پتا ہے وہ عورت کیا ہے گی۔

☆ ☆ ☆
وہ عورت کہے گی۔۔۔۔۔ اتنی بڑی زندگی میں صرف ایک دن اپنی رشتہ سے گزارنا چاہتی ہوں۔ صرف ایک دن۔۔۔۔۔ اور کیا آپ جانتے ہیں۔۔۔۔۔ وہ ایک دن اسے بھی ٹھیک نہیں ہوتا۔
کبھی بھی نہیں۔۔۔۔۔

☆ ☆ ☆
رشتہ داروں سے گھر رہتے۔ بخار تھا اور سردرد تو مابا کا بس نہیں چل رہا تھا کہ ساری دنیا ہی لپٹ دے۔ کبھی سرد پانی تو کبھی گرم پانی لگا کر بخار چیک کرتی۔ کبھی کوئی پرکھ لکھ کر پانی کرتی تو کبھی گرم پانی کا بوتل کر کے لپٹے کر کرکھی، رشتہ دار میں کبھی بہت محبت مند تھے اور کبھی نہ ہوئے جس سرد کو کسی خدمت گزار بیوی کی ہو جو سوتے وقت دودھ دینا بھی نہیں بھولتی۔ تانے میں بیٹے اور فرحت رکھنا نہ چھوڑے، کوکہ بڑا صاحب رشتہ کی زندگی کے رشتہ سے پر جھوٹا تھا کین اس بڑا بچہ ہے کہ بہت نہیں ہوئی کسان پر سوار ہو سکے۔

اور وہ خود۔۔۔۔۔ خود جو ان سے کتنی چھوٹی تھی اس کے سر میں چاندی کے تار جھلما رہے تھے۔ ہاتھوں کے رنگیں الجھ رہیں تھیں، کھانسیں کا گوشہ نرم ہوا تھا۔ اس نے دھماکے پاؤں کا دبا ہے۔ دبا ہے سامنے لگے آئینے میں اپنے آپ کو دیکھا، جب عورت کے سر میں چاندی کے تار جھلما نے گئے تھے تو اتنے ہی

ہاتھوں اتنی ذلت کسی تھی کہ کبھی پیار کی طلب ہی نہیں ہوئی تھی۔ کبھی خیال ہی نہیں آیا کہ دھمپے یوں ہر اس کا کھانا تھی ہے۔ حیدر کے دو چابی جھلوں نے ایک لمبے کو اسے سایہ دار درخت کے نیچے کھڑا کر دیا کین وہ خوش نہ ہوئی کہ ساری زندگی تو اسی جتنی وہ چپ بن گئے سر اور نیچے جوتی زین پر کھڑے رہنا تھا۔ بہت بدلتی رہ وہ اس ٹھنڈی کیفیت سے باہر آگئی۔ یہ ہمارے لوگ۔۔۔۔۔ اسی طرح ہاتھیں کر کے دوسروں کے گھر میں آگئے تھے۔

☆ ☆ ☆
"پار خیاں رکھا کہ۔۔۔۔۔ ایک عورت ہے کل بھی کھایا تھا کہ عورت کا دل بھول اور خواہشیں منہ بند کیوں کی طرح ہوتی ہیں۔ ڈرا ہی تھی سے کھانا چاہتی ہیں۔ ان کے دل پر کھانا چاہتے ہیں۔"
"ارے یہ بار دیش کر دو۔۔۔۔۔ عورت اسی قابل ہے۔ شکل دیکھی ہے اس کی۔"
"کسی شکل، شکل لگا رہی ہے، ہاشکرے۔" حیدر ہر وقت اس کی حمایت کرتا اور درنا جھلما رہتے۔

کہتے ہیں جھگڑنے میں، بیوی میں محبت کی دلیل ہیں، پر محبت۔۔۔۔۔ محبت کیا ہوتی ہے؟ یہاں جھگڑے ہوئے ہیں لیکن محبت۔۔۔۔۔ کیا جو کر کے میں بھی ان دونوں کی باتیں نہ کر سکی، اپنے دل میں کبھی سوچ کر رہی۔

☆ ☆ ☆
اللہ نے عورت کو محبت کے لیے تخلیق کیا ہے، زندگی کے ہر دور میں ہر رشتے سے وہ محبت کرتی ہے، جتنی ہوتی ہے تو بھائی کا ماں بن جاتی ہے، بچہ کر سہاں آتی ہے تو مہیاں اور سہاں کی خوشنودی کے لیے ہر وقت کوشاں رہتی ہے، ماں، باپ اور بہن، بھائیوں کو بھی دوسرے بصر پر کھڑا کر دیتی ہے اور جب ماں۔۔۔۔۔ ماں بنتی ہے تو رافوں کی نیند کے ساتھ، لپٹ لپٹ جاتی اور کتنی بھی ان بچوں پر پلا دیتی ہے۔۔۔۔۔ اگلی عورت اللہ کی ایک عظیم تخلیق ہے۔ لیکن زندگی کے ہر

گزرتے ہیں اور یہ بچا ریاں ہر وقت، ہر ایک کو خوش کرتے، ہر رشتہ پر تعلق، ہر بندھن بھاتی ہیں، سب کو خوش کرنے کی گھر میں اپنی خوشیاں بھول جاتی ہیں۔ ماں، باپ بھتیوں سے پالی بنیائیں، اتنے باندروں کے حوالے کیوں کر دیتے ہیں، بنیائیں جو بھوتو نہیں ہوئیں۔۔۔۔۔ کم از کم ماں، باپ کو تو ان کی قدر و قیمت کا اندازہ ہونا چاہیے۔

موتوں جیسی بھتیوں کو پھروں کے حوالے کر دیتے ہیں، ان کی نازک بنیائیں کتنی میں مل جاتی ہیں اور وہ سر اٹھا کر کبھی کہتے رہتے ہیں۔ ہماری جانی ہماری تربیت کی لاج رکھ رہی ہے۔" وہ لاج نہیں رکھ رہی ہوئی وہ تو قبر کا عذاب سہہ رہی ہوئی ہے۔ کتنی کے اوپر کی فکر۔۔۔۔۔

کتنی نہیں ہوتی ہیں یہ عورتیں۔۔۔۔۔ ایسے مجرم اور شائن سے رہتی ہیں کہ کوئی سوچ نہیں سکا کرکھی اڑھن سے ان کا دل دھار دھار نکلتا ہے۔ کون کا کون ہے منصف نازک ہیں۔ نہیں یہ منصف نازک نہیں، بیولا ہیں، بیولا۔۔۔۔۔

"کھا، کھا، کھا، کھا کرے جارہی ہو، جاؤ دیش ہو جاؤ۔ کوئی کھڑے نہ کھالو، مجھے دہر ہو رہی ہے۔" رضا کی آواز حیدر کو حقیقت کی دغا میں لے آئی۔

"ارے یہ۔۔۔۔۔ کس طرح بات کرتے ہو، کوئی تیز لگنا چاہتے ہیں۔" حیدر نے رضا کو ڈانٹا۔
"ارے یہ۔۔۔۔۔ عورتیں بڑی درد پر ہوتی ہیں، تو نے شادی کی ہوئی تو چاہتا۔"

"کیا چاہتا، اس قدر ایک عورت ہے تیری بیوی، رات نہ تیری ہی حضور کی میں لگتی رہے اور تم ہم کون سے کچھ سال کے نوجوان ہو، جو ہم کو کٹھ پتلی پہنا بہت ضروری ہے۔ چل ایسے ہی چلتے ہیں بڑے مہیاں بڑا بچہ ہے میں اتنا نہیں۔" حیدر نے ماحول کی کچی کو کرکھا چاہا۔

تیز صوب کا اندازہ کسی سایہ دار درخت کی جھاڑ میں بیٹھ کر ہوتا ہے۔ جب انے ہمیشہ رضا کے

ایک، ایک فوالے پر تعریف کر رہا تھا۔ "پیارا لگ بہت ہی اسیکھرت ہے۔" حیدر نے خاموشی سے کھانا کھاتے رہا ہے۔

"کوئی شک وہک نہیں ہے، میری بیوی پکاتی ہے کھانا۔" رضا نے عام سے لپٹے میں کھا۔
"واہی۔۔۔۔۔" حیدر کے منہ سے حیرت انگیز چیخ نکلی۔
"یاد رہے بہت خوش قسمت ہے کیا، ملتی عورت عورت

لی ہے۔" حیدر کے لپٹے میں رکھنا تھا۔
اور دوسرے کمرے میں بیٹھی ماسکرا دی۔
"خوش قسمت۔۔۔۔۔"

☆ ☆ ☆
"کیا معیت ہے، تنگ آ گیا ہوں میں تمہاری ان حرکتوں سے۔ یہ کھانسیں وہ لپٹیں۔ اب سو جائیں، اب اٹھ جائیں۔ کبھی کوئی کام نہیں ہے، ہر وقت میرے پیچھے پھرتی رہتی ہو۔" رضا داٹوے۔
آج رضا کا پسندیدہ ترین کوٹ ماسک سے استری کرتے ہوئے چل گیا۔ اور رضا جو پانچ تیار تھے، کوٹ کی درست دیکھ کر جیسے آسے ہی باہر ہو گئے۔
"پاکل ہو، اندھی نہیں کی، نظر نہیں آتا تجھے، کہاں داروغ رہتا ہے، میرا اس قدر چھٹی کوٹ۔۔۔۔۔ مٹیائیں اس دیا بہ بخت۔" رضا فیسے سے پاکل ہوئے تھے۔

اور وہ بس کئی، کئی عورتیں جا رہی تھیں۔
"جی ٹھیک ہوگی، صاف کر دیں، یقین کریں بہت فوج سے کر رہی تھی۔ پتا نہیں کیسے ملے۔۔۔۔۔" کہتے، کہتے اس کی نظر دروازے میں کھڑے حیدر پر پڑی تو جیسے اس پر کھڑوں پانی پڑ گیا، آنسو آری آنکھوں کے ساتھ وہ شرمندہ و شرمندہ ہی مسکرا دی۔

یہ عورتیں، اللہ کی ہی مخلوق ہیں، اللہ نے ان کو کس نئی سے بنایا ہے، ہمہ انداز کی کتنی سے گندگی میں عورتیں، کتنی ہی کبھی نہ ہوں، کتنی ہی پریشانی اور اذیت سے دو چار ہوں، ساری زندگی دوسروں کے لیے گزار دیتی ہیں۔۔۔۔۔ ان کی زندگی دوسرے لوگ

لیکن آج صاب ڈری نہ سکی، اس نے شکاری
نظروں سے حیدر کی طرف دیکھا۔

”آگئی عذاب ہوئی ہے، میں جی رہی تھی، مجھے
کھیلنے، تپ کو کیا فتح تھا، مجھے محبت کی یادیں میں گھٹنے
کا۔ اس کی آنسو ہری آنکھوں نے حیدر سے ٹکڑہ کیا۔
حیدر پیسے بگ ہو گیا۔

”ہاں، ہاں میں نے تو ڈر دیا۔۔۔۔۔ آپ کو ایک ٹی
سیت کی پروا ہے اور جو میری زندگی آپ نے برباد
کر دی اس کا حساب کون دے گا۔“

رضائی ہانک گئی، ماسٹر جھکائے رو رہی تھی
اور رضا کی نظروں سے سر میں چپکے سفید ہالوں پر بھی
ہوئی تھی۔ پھر دوپٹہ، چچ کر گھٹنے کی۔

”مجھے بس آپ سے محبت ہے، مجھے اس لنگے
سے کوئی مطلب نہیں ہے بس اب۔۔۔۔۔ اس گھر میں یہ
رہے گا یا میں۔۔۔۔۔ میں کبہری ہوں، مجھے بس آپ سے
محبت ہے۔“

بس آپ سے محبت ہے۔“
رضا ٹھٹھکتے تھے اور حیدر اس نے ایک تاسف
بھری نظروں سے عورت پر ڈالی جو ماری زندگی اور درکی
خاک بچھانے کے بعد اسے پسندائی تھی۔ وہ محبت کے
چمکی جلی۔ اور وہ خاموشی سے اپنا سامان اٹھا کر باہر نکل
گیا کہ اس کا جائی بہتر تھا۔

رضا نے ایک نظر خاموشی سے گھر سے باہر
نکلنے حیدر کو دیکھا اور پھر چاندی کے تاروں سے
بھرے سوالی اس عورت کو دیکھا جو جھوٹ بولنے کا
فن جان گئی تھی۔

وہ نہیں جانتے تھے اس معاشرے میں نہ جانے
کتنی ہی عورتیں، صرف جھوٹ کے سہارے، رہتے،
ناٹوں کے بیٹوں کی میزبانی، باپ کی بکری کو
سنیالے زندگی گزار دیتی تھیں۔ وہ نہیں جانتے تھے
لیکن آپ تو جانتی ہیں ہاں۔۔۔۔۔

سفید لیے بال بھول رہے تھے جو شاید اس نے زندگی
میں پہلی بار بھولے تھے، آج کی سچی شکاری اور زلی
کیوں ہے، اس کی بچھ میں نہیں آ رہا تھا لیکن آج کی سچی
کوئی عام کی نہیں تھی وہ جان سکتی تھی۔ وہ ٹکھڑے
وجود اور درز سے ہاتھوں کے ساتھ جب دروازے تک
پہنچی تو اندر سے آتی آوازوں نے جیسے اس کے قدم
جکڑ لیے۔

”محبت کو جب تلف محبت مجھ میں آتا ہے تو عمر
رفتگی کی دہائیاں گزرنے کے بعد اس کے بالوں میں
چاندی چمک رہی ہوتی ہے، وہ آفریقہ کی عمر گزار چکی
ہوتی ہے۔ رشتوں، ناٹوں کے طوق اس کے گلے

میں بھول رہے ہوتے ہیں، خاندان کی عزت کا پھندا
اس کے گلے میں پھنسا ہوتا ہے اور اس کا وجود جھٹکا دار
بھول رہا ہوتا ہے۔ آدمی زندگی گزارنے کے بعد،
محبت کی ترپ اور طلب کو بھٹکے کے جادو جاپنے دل پر
چتر کھک، وہ محبت کا تھم کر اس ہے، وہ محبت پر مہر کرتی

ہے اور پھر وہ محبت بولنے کا ہنر بھی لگتی ہے، محبت کا
یہ، ہر، اس کے اندر کی عورت کو ایک مانی چپ لگا دیتا
ہے، حالانکہ وہ جی رہی ہوتی ہے۔“ حیدر کی آواز اس
کے دل میں اتر گئی سامنے لگے آئینے میں، اس نے

اپنے آپ کو دیکھا، سر پر چپکے چاندی کے تاروں پر اس
کی ٹھکر پی تو اس کا دل، چمک کر مقلع میں آ گیا۔
”میں بکواس ہے۔“ رضا نے بیسٹ کی طرح
اپنی منظر ڈھرائی۔

”تمہیں، بے بکواس نہیں یہی حقیقت ہے، تم کیا
جانو عورت کے دل کے تم سے محبت کی ہوتی تو اس کے
دل کو پڑھ پاتے تاس۔۔۔۔۔ حیدر نے تڑخ کر کہا۔

”چھن، چھن، چھن۔۔۔۔۔“ مہا کے ہاتھ سے
جانے کی ٹرے کر رہی اور اس بارے ہی کر چیاں ہو کر اس
کے دل کی طرح فرش پر بکھر گئے۔

رضا نے دروازہ کھول دیا
”اگر یہ کیا، کیا، اتنا بچی سوٹ تو ڈیبا۔۔۔۔۔ برباد
کر دیا۔۔۔۔۔ اندر گیا، دیکھ کر کچھ کا نہیں کر سکتی۔“

اس کی چیخ و پکار پر چھٹا کر کہا۔
”بہن رہنے دے، سارا دن اگلے سیدے
کپڑے پہن کر گھر آ رہا ہے، مجھے کیا پتا ڈرینگ کیا
ہوتی ہے۔“ رضا نے جھپٹا کر پا جاسے اور لی شرٹ
میں کپڑے حیدر سے کہا۔

”مس۔۔۔۔۔“ رضا پھر چلائے۔
”پار تاپا تو بے نماز پڑھ رہی ہیں، آرام سے
بات کیا کر، آرام سے، اتنی اچھی بیوی ملی ہے قدر کیا
کر۔۔۔۔۔“ چپکے تو کی بھلیاں رہی تھی۔

”تو ابھی کون سی سینئر نہیں ملی ہے۔ بھلیاں
ہی ملی ہے۔“ رضا نے سر جھکا۔
”اگر یہ بار صورت ہی سب کچھ نہیں ہوتی۔۔۔۔۔

میں ہوتا تو پاؤں دھو، دھو کر چلتا۔“
وہ جھلکی، جھلکی جائے نماز نہ کر رہی تھی۔
”میں ہوتا۔۔۔۔۔ میں ہوتا۔۔۔۔۔

آواز پھر وہی بن کر اس کے دھڑک بھگنے لگی، مہا کا
سارا وجود جھٹکا، ٹھٹھکا، نظر دل سے بھگ رہے
بجز، چادر، بکھر۔۔۔۔۔ سر کوئی کر رہے تھے، پھینک رہے
تھے، کھلکھل رہے تھے۔۔۔۔۔ بس رہے تھے۔

”اگر میں ہوتا۔۔۔۔۔“
رات کیسے گزری مہا کو احساس ہی نہیں ہوا۔
شاید یہ زندگی کی سب سے پرسکون رات تھی۔ وہ ایک۔۔۔۔۔
پھر وہ اٹھ اٹھی، لے کر گئی۔ آج کی سچی اس کی زندگی کی
ایک بکھتی سچی تھی۔

کوئی اس کے لیے بھی کبہ سکا ہے۔“ اگر میں
ہوتا۔۔۔۔۔ یہی کیسے کہنے سے ایک حسرت بھرا اہل اس کے
لیے بھی نکل سکا ہے۔ کیا کوئی اس کی بھی خواہش کر سکتا
ہے۔ اس کا دل سولہ سال لڑکی کی طرح دھڑکا،
بارے شرم کے اس کا سیاہ چہرہ عریض سیاہ ہو گیا اور وہ
نیرودی خواب کی شلو اور در سفید سیت کا کارنہ پنا تھا کر

دل و دم میں چل دی۔
اس دن اس نے بہت دل سے چائے پانی۔۔۔۔۔
بہت قیمتی لی سیت نکالا اور پلٹے لگی، مگر پر اس کے سیاہ

ارمان اس کے پورے ہو چکے ہوتے ہیں۔
پر اس بیکاری مہا کو تو یہ بھی نہیں پتا کہ شہر کی
محبت کیا ہوتی ہے۔ وہ تو ایک چھت کے سایے، دو
جڑے کپڑوں اور دو روئین کو محبت سمجھ رہی، وہ تو
ضرورت کے چند کون کو محبت میں شمار کرتی رہی۔ لیکن

آج، آج اسے عمر دکاں کا نہ جانے کیوں بہت
احساس ہو رہا تھا۔
اس کا دل ایک کنواری لڑکی کی طرح آج بھی

محبت کا طلب گار تھا۔ محبت اور ضرورت کا فرق اس کا
دماغ تیار تھا۔
رمنا کو اس عمر میں ایک خدمتگار کی ضرورت تھی،
وہ تو وہ تھی۔۔۔۔۔ اور محبوب۔۔۔۔۔

اس کے اندر کی بھی طرف پیسے چھلنے لگی، اس کی
آنکھوں سے آنسو پھٹکے گئے اور وہ بھی دھند اسے محبت
کی طلب ہوئی۔
لیکن کڑی دھوپ میں چلنے، چلنے آخر سامنے کا

احساس کیسے ہوا۔۔۔۔۔ کیا یہ تا ضروری ہے۔
☆☆☆
”مہا۔۔۔۔۔ مہا کہاں۔۔۔۔۔ پتا نہیں ہے عورت کہاں

ہے یا تو نماز پڑھتی رہتی ہے یا بار بار جی خانے میں کس
رہتی ہے، پتا نہیں کیا چیز ہے، ایک ذمہ ل ہے جو
میرے گلے میں باندھ دیا گیا ہے۔“

رضا صفے میں جو نہ مہا کی کبہ رہے تھے، وہ
اپنے سوزے ڈھونڈ رہے تھے جو آئین میں نہیں رہے
تھے اور مہا اپنی وقت مصلے پر نیت باندھے صفی خدا کے
آگے کھڑی تھی اور مجازی خدا کرج رہا تھا، میز رہا

تھا۔ چادر ہاتھ کا دوہنیت توڑ دے اور شاید یہ وہ واحد
بات تھی جو اس نے بھی نہیں مانی۔ اور اتنی بھی کیسے
مجازی خدا۔ اور صفی خدا کے فرق اور کچھ وہی دو اچھی
طرح سے سمجھتی تھی۔

”اگر یہ یار کیا ہو گیا، ابھی مغرب کی آواز ہوئی
ہے نماز پڑھ رہی ہیں بھائی۔۔۔۔۔ جھوڑی دیر بک جا، ابھی
سوزے نہیں پہنے کا تو سر توڑی جاسے گا۔“ حیدر نے



شاعرت

تیسرا حصہ

محببت لفظ ہے لیکن.....

”ماں باپ کے سامنے بہت سوچ سمجھ کے بولا کرو کیونکہ کہیں کہیں ان کے سامنے بولا گیا کوئی بھی برا بابا اچھا کلام بھاری بھوری قسمت پہ حاوی ہو جاتا ہے۔“

خوبصورت جذبوں کی باریکیاں بیان کرتی حیات بخاری کی ایک دل نشیں تحریر

اس نے دھیرے سے کڑکی کا پردہ ذرا سا اٹھا کر نیچے باہر لگی میں ہما لگا۔ اس کی توقع کے من مطابق دوران خان جیب سے ٹپک لگائے موہاں فون پر معروف تھا... چمک دیے بات کرنے کے بعد اس نے

ذرا نیچر کر اشارہ کرتے ہوئے خود کی سیٹ سنبھالی اور جیب روانہ ہو گئی۔

”یہ کون لوگ ہیں خان..... جو روز آپ کا بیٹھا کرتے ہیں؟“ زمرہ نے کہیں جس کا گلاس اسے

پوچھا تو وہ بری طرح چمک گئی۔ جین جی ہاتھ سے چھوٹ کر بیٹھے جاگرا۔
”کیا ہو اولا؟“ سنین اسے ہنس مہرانا دیکھ کر دہلی خیز گئیں۔

”کچھ نہیں اسی“ اس نے فوراً خود کو سنبالا تھا۔
”کچھ تو لالہ۔۔۔۔۔۔ تم مجھے کچھ پریشان لگ رہی ہو“ وہ اس کا سر سہلانے لگی۔ نہ جانے کیوں لالہ کی آنکھیں جھپٹ گئیں۔ اندر کوئی لالہ اس کا جو پرچش ہی دینے لگا تھا۔ وہ آج تک اپنی ماں کو نہیں سمجھ سکی تھی۔ نہ جانے کیوں وہ بھی، سنی اس طرح کی جھلی محبت بھجھو کر گرتی تھیں اس پر۔۔۔۔۔۔ جبکہ وہ جانتی تھی کہ انہوں نے ہمیشہ اس سے زیادہ شاد و کراہنا مانا تھا۔ اس کے قریب رہی تھیں۔ اور سب سے بڑھ کر اس کی زندگی کو پیچھا خولہ انہوں نے ہی تو دیا تھا۔ اس نے ہاتھوں میں لپیٹے سے ان کا ہاتھ اپنے سر سے بٹا دیا۔

”میں ٹھیک ہوں، آپ جا سکتے ہیں۔ مجھے بھی نیند آ رہی ہے۔“ وہ بددلی سے کھٹی بیٹھ پرائی گئی۔ سنین اس کا ایک دم سے مہر بدل روپ دیکھ کر مات کر رہ گئیں۔

”ای لائٹ بھی آف کرتی جا گئے۔“ مکمل میں چہرہ چمکاتے ہوئے اس نے آواز دی تھی۔ انہوں نے خاموشی سے لائٹ آف کی اور دروازہ بند کر کے چلی گئیں۔

”آج آپ نے کیا ایک غلط قدم نہ اٹھا دیا ہوتا۔“ تانا جان کی عزت رکھ لی ہوئی تو آج یوں قدم، قدم پر مجھے خوف نہ گھبراتا۔۔۔۔۔۔ میں بھی دوسری لڑکیوں کی طرح ایک پرستار زندگی بنی۔ قدم، قدم پر غموں کا ڈور میرے دل سے یوں نہ چٹ جاتا جیسے کوئی آئینہ کسی پرانے برکد کے پتھر سے آپ نے سب کچھ پاک کر کے سب کچھ کھو دیا۔ عزت، احترام اور اس دنیا کو کسے کرنے کا حوصلہ۔ کاش، کاش میں کسی دوسری لڑکیوں کی طرح آج آف خوف، اس بے عزتی کے احساس سے آزاد ہوئی۔ میں نہیں کسی منافق نہیں

تیار ہوں میں گئے ہو۔“

”مطلب۔۔۔۔۔۔؟“ اس کی بات پر وہ لگا لگا۔
”مطلب ہے حد صاف سے خان۔۔۔۔۔۔ وہ سکرانی اور بھر پور سے گھٹکتے لگتی تھی۔

”یہ لفظوں کی شرارت ہے۔۔۔۔۔۔
”کچھ کچھ بھی لکھنا تم۔۔۔۔۔۔
”محبت لفظ ہے لیکن۔۔۔۔۔۔
”یہ آکر ہو گی جانی ہے۔۔۔۔۔۔“

اور ضاعلی خان نے دیکھا تھا۔۔۔۔۔۔ چہرہ صحت کیا تھا۔۔۔۔۔۔ لالہ سکرانے ہوئے گھٹا کر ہی کسی گس۔۔۔۔۔۔

☆☆☆

”لالہ۔۔۔۔۔۔ چائے بنا دو۔۔۔۔۔۔“
سر پر شام ہی وہ کہیں لے کر ٹھہری تھی۔ لیکن دنیا علی خان اس کے حواس پر چھاپا رہا تھا۔ وہ جو کوئی بھی تھا اس کا آتے ہی پہلے دن سے ہی لالہ کی طرف مائل ہوتا ہے بری طرح ٹھک رہا تھا۔

دل لاکھ اس کی سارہ شخصیت کے حق میں دلائل دیتا، اس کی خوبیاں گنواتا، اس کی بے قراری، بے اختیاری پر مائل، پہل و حرکت۔ لیکن یہ حقیقت کہ لالہ مرتضیٰ ان لڑکیوں میں سے نہیں تھی۔ جو دل کی صدا پر لبیک کہہ کر فیصلہ لے لیتی ہیں۔۔۔۔۔۔ وہ ہمیشہ دماغ سے سوچتی تھی۔ دماغ کی مافی تھی۔۔۔۔۔۔ غلط و غلط خیال غماں کو دیکھ کر ہی نہ جانے نہ جانے کچھ دے دیتا تھا کہ لالہ میں ہی پرستار لڑکی گھرا جاتی۔ خوف سا مہر جاتا تھا اس کے دل میں۔۔۔۔۔۔ وہ لڑکا کون تھا۔۔۔۔۔۔ کیوں اس کے پیچھے نہ گیا تھا۔ وہ سوچ، سوچ کر پریشان رہنے لگی تھی۔ گھر میں بھی کسی سے ذکر نہ کرے اسے صاحب نہیں لگا تھا کچھ۔۔۔۔۔۔ لیکن اب وہ خود مجھے کی تھی۔

آج بھی شام سے رات ہو گئی تھی۔ لیکن وہ صرف دنیا کے متعلق سوچتی رہی تھی۔ علی کن نہیں مین پر اس کی خیر ہی پڑی رہی۔ نہ جانے کون سا مہر جاتا جب سنین اس کے کمرے کی لائٹ ملتی دیکھ کر اندر چلی آئیں۔ اسے کہتا ہوں شام دیکھ کر انہوں نے چائے کا

کروں گی کہ میرا رب آپ کو کسی بھی طرح کی شکر سے بچائے رکھے۔“ اس نے گویا دعا دی تھی۔
”تم دعا پر یقین رکھتی ہو؟“ وہ حیران تھی۔
پوچھنے لگی۔
”بہت زیادہ۔۔۔۔۔۔ وہ مڑی۔

”حیرت ہے۔“ ہاتھ سر کے پیچھے رکھتے ہوئے اس نے سوئے کی پشت سے یک لگائی۔
”حیرت تو مجھے ہے۔“
”وہ کسی بات کی۔۔۔۔۔۔؟“ اس بار حیران ہوئے

کی باری دنیا کی تھی۔
”بہنی کو کوئی کسی سے اتنی محبت بھی کر سکتا ہے کہ صرف اس کے وجود کی تسلی کی تعبیر کے لیے بھی اتنا پیہ، اتنا وقت ضائع کرتا ہے۔“ اس نے اشارہ اپنے

لبوں پر جو دل کی طرف تھا۔ وہ کچھ گیا تھا۔
”تمہیں خبر ہے بھی حیرت ہوئی کہ جب یہ جانو کہ مجھے اسے اور جو سے کس قدر نفرت ہے۔“ دائیں ہاتھ کی مٹکی چمکے ہوئے وہ سنبٹے سے ہونٹ کاٹنے لگا تھا۔

”کتنے صاب ہیں میرے اس جان پر۔۔۔۔۔۔ اسے تو شاید خبر ہی نہیں۔“ اس کی خوب صورت آنکھوں میں ایک دم ہی انتقام کی آگ شعلے دینے لگی تھی۔

”میری بے اختیاری، میری توجہ میرا انتقام یہ سب تو صرف دانے ہیں جو اسے چھانے کے لیے میں استعمال کرتا ہوں۔“ وہ نہ جوڑ انہوں نے میرے خاندان کو دے ہیں۔۔۔۔۔۔ وہ تو میری طرے کے بھی لائق نہیں اور محبت۔۔۔۔۔۔

”مجھے پھر کسی حیرت ہے خان۔۔۔۔۔۔“ وہ بکھویر خاموش رہنے کے بعد اس کے قدموں میں آ کے بیٹھ گئی۔ اس کی بات پر دنیا کی نظریں اس عالمی دلہانے پر جمی گئیں۔

”کیونکہ محبت مکمل نہیں ہے، بازی ہے۔ مکمل میں دوبارہ جاس لے جاتا ہے۔ بازی الٹ جائے تو بھی نہیں ہٹتی۔ سوچ کچھ رکھنا اس میں تو بندہ جیت کے بھی ہار جاتا ہے اور آپ تو خود ہارنے کی

تھماتے ہوئے پوچھا۔

”میرے بابا کے آدمی۔۔۔۔۔۔ وہ گلاس تمام کر کرنے میں پڑے سنگل سوئے پر جا کر بیٹھ گیا۔
”مطلب آپ کے باپ۔۔۔۔۔۔؟“ وہ حیران تھی۔
اس نے جوں کا لیٹے ہوئے اثبات میں ہر پایا۔
”لیکن اس طرح آپ کے پیچھے۔ کیوں؟“
وہ خاموشی سے جڑی پیتا رہا۔

”کیا ان کو آپ برا بھلا نہیں؟“ وہ مڑ پڑی۔
”نہیں۔۔۔۔۔۔ لیکن بات نہیں۔“ اس نے لٹی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ نہ مڑ مڑا اس کے سامنے ہی بیٹھ کر بیٹھ گئی۔

”بڑی تسلی کرتے ہیں کہ واقعی میں دیبا بن رہا ہوں کہ نہیں جیسا وہ چاہتے ہیں۔“ اس نے گلاس بیز پر رکھ دیا۔

”کیا مطلب۔۔۔۔۔۔؟“ آپ کے بابا چاہتے ہیں کہ آپ ایسے بنیں؟“ اس کی کالی آنکھوں میں حیرت جاگی۔۔۔۔۔۔ دونوں ہاتھوں سے اس جگہ کا اشارہ دیتے ہوئے بولی۔

”ہاں۔۔۔۔۔۔ بالکل۔۔۔۔۔۔ اس کی حیرانی پر وہ مڑا گیا تھا۔
”اسے خوب صورت اور کمال بن جیے کو بھلا کون آپ اس طرح لگاؤ نہ چاہے گا۔“ وہ تاسف سے سر ہلا گئی۔
”جب بڑے بڑے دکھ جلتے ہیں جان۔۔۔۔۔۔ تو آدمی کچھ بھی کرنا چاہتا ہے۔ کر سکتا ہے۔“ وہ دونوں ہاتھ

گھٹنے پر رکھے اور اس جگہ۔

”پھر بھی۔۔۔۔۔۔ لیکن کسی کیاد کہ انسان اپنی اولاد کو خود ہی برباد کر دے۔“ وہ غلطی طور پر پٹی کر تے ہوئے بولی۔

”میں برا ہوا ہوں؟“ اس نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے پوچھا۔
”نہیں۔۔۔۔۔۔ وہ فوراً اپنی میں سر ہلا گئی۔ لیکن غموں لگنے پر نہیں لگتی خان۔۔۔۔۔۔“ وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔
”یہاں رہنا اس کی کہ بے گھر گیا تھا۔

”اب میں اپنے ساتھ آپ کے لیے بھی دعا کیا

بھی کرنا مناسب نہیں سمجھا، واہ بھئی،..... مسکراہٹ میں غی کی جھلک تھی۔

”ہیں خان..... ہم تو بس..... اس مرتبہ ان سے بھی بات نہیں کرنا پڑی۔“

”خیر..... میں خود بھی سوچ رہا تھا کہ بہت جلد ہی گاؤں میں اپنی بیچوں کے لیے بڑے اسکول اور کالج کے لیے آواز اٹھاؤں گا لیکن کیا کروں ایک تو بے مسئلے مسائل، اوپر سے زمینوں کے بھیزے، ہو کام ہو تے ہیں۔ پھر آنے والے الیکشن کے کام..... اچھا کیا آپ لوگوں نے..... اب مجھے کم از کم اس طرف کی پریشانی تو نہ خجالت مل جائے گی۔“ ملازم چائے کی پیاز سے پرکھ کر چلا گیا۔ انہوں نے اشارے سے سب کو چائے پینے کی دعوت دی۔

”ہیں، نہیں خان..... ہم کیا، ہماری اوقات کیا..... آپ سے زیادہ ہمارا بھلاؤں سوچ سکتے ہیں۔“ ملازم ورنے کے ماسٹر دہایت کو آنکھوں کی آنکھوں میں اشارہ کیا۔

”ہائل خان.....“ ماسٹر دہایت نے جیب سے ایک سفید کاغذ نکالتے ہوئے کہا۔

”مجھ سے بہت بڑی غلطی ہوئی خان جی.....“ انہوں نے کاغذ کے ٹپڑے کرتے ہوئے شرمندہ سوجھ میں کہا۔

”اب ہمارے بھی پچھنے میں اپنی تعلیم حاصل کریں گے۔“ ملازم ورنے کی خوشی سے جھپکے۔

”مجھے بس کچھ بتا دیں۔“ الیکٹریک کی مصروفیات ختم ہوتے ہی منشاء اللہ سب سے پہلے اسی بات کو آگے بڑھاؤں گا۔“ انہوں نے مسکراتے ہوئے ان کو یقین دلادیا۔

”شکر ہے خان.....“ وہ مسکرتے ہوئے کہہ رہے تھے۔

”خیر خان.....“ ان کے جانے سے منشاء اللہ سب سے کیلے۔ ان کے جانے سے منشاء اللہ سب سے کیلے۔

”ان لوگوں کی عزت بڑھنے لگی ہے خان.....“

”جینے کی پرکھ، اس میں تو کچھ کرکٹیں پائی۔“

”خیر خان.....“ وہ مسکرتے ہوئے کہہ رہے تھے۔

”خیر خان.....“ وہ مسکرتے ہوئے کہہ رہے تھے۔

”خیر خان.....“ وہ مسکرتے ہوئے کہہ رہے تھے۔

”خیر خان.....“ وہ مسکرتے ہوئے کہہ رہے تھے۔

”خیر خان.....“ وہ مسکرتے ہوئے کہہ رہے تھے۔

”خیر خان.....“ وہ مسکرتے ہوئے کہہ رہے تھے۔

”جس طرح آپ نے اس گاؤں کی خدمت کی ہے۔ بھلا اور کون کر سکتا تھا۔“ ماسٹر دہایت نے ماتھے پر نمودار ہونے والے عینے کے صاف کرنے کے لیے ”اچھا.....“ دھیر سے ہو کر پینچ گئے۔ تیز نظر میں اب بھی ماسٹر دہایت کو یاد کی بکری نہیں۔

”نا ہے، آج کل کسی اہم شخص پہ ماسٹر دہایت۔“ منجھو کو ایک بار پھر پتہ نہیں ہے سرواٹے ہوئے جو چھاپا تھا۔ دونوں دیگر افراد ماسٹر دہایت کو دیکھنے لگے جن سے چہرے پر بخارا ہوئی ممبراہٹ بہت واضح تھی۔

”وہ خان..... اور..... اصل.....“ وہ بول نہ سکا۔

”خان..... آپ تو جانتے ہیں کہ گاؤں کے بچوں کی تعلیم و تربیت میں ماسٹر دہایت کا کتنا ہاتھ ہے۔ کتنے عرصے سے یہ تعلیمی انتظامیہ ہے، اب اسے جتنے میں کہ کسی طرح گاؤں کی بچیوں کو ریکورڈ میں تو کم از کم پرائیمے طور پر بڑی کلاسز کے انتظامات سے بخانا کی اجازت اور انتظام کیا جائے۔ آپ تو جانتے ہیں خان، گاؤں سے شہر جا کر پرپے دینا پھر رہا ہے اور سفری اخراجات.....“ ماسٹر دہایت کے بھائے ماسٹر پھولین تھیں بتاتے ہوئے بولے۔

”میں اسی لیے ماسٹر دہایت نے شہر جا کر یونیورسٹی کی انتظامیہ میں سے ملازمت کی۔ انہوں نے یہ رشتہ دکھایا کہ اگر ماسٹر دہایت کو درخواست پر تقرر کیا ہو، تو پھر اس افراد کے دخل سے کہ آجائیں۔ جس میں وہ اس چیز کی خواہش ظاہر کریں کہ وہ اس کی بچوں کو آگے بڑھانے کے حق میں ہیں تو یونیورسٹی انہیں پرائیمے طور پر احسان دینے کے لیے ہال، اساتذہ اور دیگر سہولیات کا انتظام کرے گی۔ بس اسی لیے کئی دن سے ماسٹر دہایت اسی چیز پر کام کر رہے تھے۔“ وہ تفصیل بتا کر خاموش ہوئے۔ ممبراہٹ علی خان کے لبوں پر مسکراہٹ آٹھری۔

”تو کچھ تو ہم کہہ رہے ہیں کہ ماسٹر صاحب.....“

”جس طرح آپ نے اس گاؤں کی خدمت کی ہے۔ بھلا اور کون کر سکتا تھا۔“ ماسٹر دہایت نے ماتھے پر نمودار ہونے والے عینے کے صاف کرنے کے لیے ”اچھا.....“ دھیر سے ہو کر پینچ گئے۔ تیز نظر میں اب بھی ماسٹر دہایت کو یاد کی بکری نہیں۔

”نا ہے، آج کل کسی اہم شخص پہ ماسٹر دہایت۔“ منجھو کو ایک بار پھر پتہ نہیں ہے سرواٹے ہوئے جو چھاپا تھا۔ دونوں دیگر افراد ماسٹر دہایت کو دیکھنے لگے جن سے چہرے پر بخارا ہوئی ممبراہٹ بہت واضح تھی۔

”وہ خان..... اور..... اصل.....“ وہ بول نہ سکا۔

”خان..... آپ تو جانتے ہیں کہ گاؤں کے بچوں کی تعلیم و تربیت میں ماسٹر دہایت کا کتنا ہاتھ ہے۔ کتنے عرصے سے یہ تعلیمی انتظامیہ ہے، اب اسے جتنے میں کہ کسی طرح گاؤں کی بچیوں کو ریکورڈ میں تو کم از کم پرائیمے طور پر بڑی کلاسز کے انتظامات سے بخانا کی اجازت اور انتظام کیا جائے۔ آپ تو جانتے ہیں خان، گاؤں سے شہر جا کر پرپے دینا پھر رہا ہے اور سفری اخراجات.....“ ماسٹر دہایت کے بھائے ماسٹر پھولین تھیں بتاتے ہوئے بولے۔

”میں اسی لیے ماسٹر دہایت نے شہر جا کر یونیورسٹی کی انتظامیہ میں سے ملازمت کی۔ انہوں نے یہ رشتہ دکھایا کہ اگر ماسٹر دہایت کو درخواست پر تقرر کیا ہو، تو پھر اس افراد کے دخل سے کہ آجائیں۔ جس میں وہ اس چیز کی خواہش ظاہر کریں کہ وہ اس کی بچوں کو آگے بڑھانے کے حق میں ہیں تو یونیورسٹی انہیں پرائیمے طور پر احسان دینے کے لیے ہال، اساتذہ اور دیگر سہولیات کا انتظام کرے گی۔ بس اسی لیے کئی دن سے ماسٹر دہایت اسی چیز پر کام کر رہے تھے۔“ وہ تفصیل بتا کر خاموش ہوئے۔ ممبراہٹ علی خان کے لبوں پر مسکراہٹ آٹھری۔

”تو کچھ تو ہم کہہ رہے ہیں کہ ماسٹر صاحب.....“

”جس طرح آپ نے اس گاؤں کی خدمت کی ہے۔ بھلا اور کون کر سکتا تھا۔“ ماسٹر دہایت نے ماتھے پر نمودار ہونے والے عینے کے صاف کرنے کے لیے ”اچھا.....“ دھیر سے ہو کر پینچ گئے۔ تیز نظر میں اب بھی ماسٹر دہایت کو یاد کی بکری نہیں۔

”نا ہے، آج کل کسی اہم شخص پہ ماسٹر دہایت۔“ منجھو کو ایک بار پھر پتہ نہیں ہے سرواٹے ہوئے جو چھاپا تھا۔ دونوں دیگر افراد ماسٹر دہایت کو دیکھنے لگے جن سے چہرے پر بخارا ہوئی ممبراہٹ بہت واضح تھی۔

”وہ خان..... اور..... اصل.....“ وہ بول نہ سکا۔

”خان..... آپ تو جانتے ہیں کہ گاؤں کے بچوں کی تعلیم و تربیت میں ماسٹر دہایت کا کتنا ہاتھ ہے۔ کتنے عرصے سے یہ تعلیمی انتظامیہ ہے، اب اسے جتنے میں کہ کسی طرح گاؤں کی بچیوں کو ریکورڈ میں تو کم از کم پرائیمے طور پر بڑی کلاسز کے انتظامات سے بخانا کی اجازت اور انتظام کیا جائے۔ آپ تو جانتے ہیں خان، گاؤں سے شہر جا کر پرپے دینا پھر رہا ہے اور سفری اخراجات.....“ ماسٹر دہایت کے بھائے ماسٹر پھولین تھیں بتاتے ہوئے بولے۔

”میں اسی لیے ماسٹر دہایت نے شہر جا کر یونیورسٹی کی انتظامیہ میں سے ملازمت کی۔ انہوں نے یہ رشتہ دکھایا کہ اگر ماسٹر دہایت کو درخواست پر تقرر کیا ہو، تو پھر اس افراد کے دخل سے کہ آجائیں۔ جس میں وہ اس چیز کی خواہش ظاہر کریں کہ وہ اس کی بچوں کو آگے بڑھانے کے حق میں ہیں تو یونیورسٹی انہیں پرائیمے طور پر احسان دینے کے لیے ہال، اساتذہ اور دیگر سہولیات کا انتظام کرے گی۔ بس اسی لیے کئی دن سے ماسٹر دہایت اسی چیز پر کام کر رہے تھے۔“ وہ تفصیل بتا کر خاموش ہوئے۔ ممبراہٹ علی خان کے لبوں پر مسکراہٹ آٹھری۔

”تو کچھ تو ہم کہہ رہے ہیں کہ ماسٹر صاحب.....“

”جس طرح آپ نے اس گاؤں کی خدمت کی ہے۔ بھلا اور کون کر سکتا تھا۔“ ماسٹر دہایت نے ماتھے پر نمودار ہونے والے عینے کے صاف کرنے کے لیے ”اچھا.....“ دھیر سے ہو کر پینچ گئے۔ تیز نظر میں اب بھی ماسٹر دہایت کو یاد کی بکری نہیں۔

”اور ان کو تو پر راجھی نہیں نہرو۔“ کسی کے زہر میں بھیجے تھے ان کی کچھ کوئی اذیت دیتے ہیں۔ وہ غم نہ ہو کر بھی نہیں جھینس، میں ان سے عزت کرتی ہوں۔“

”وہ حضرت.....“ وہ دوسرے لگی کسی نہرو نے بہت آہستگی سے اپنے ہاتھوں سے اس کے آسوا صاف کیے تھے۔ اور بت بے ضیاع علی خان نے نہ جانے کیوں ایک ہل کے چڑھ کر بھی میں اسے آئندہ بھی یوں روئے ہوئے نہ دیکھنے کی دعا کی تھی۔

☆ ☆ ☆

سہراب علی خان خوبی کے دوست و عزیز علی خان میں بیٹے زمینوں کے حساب کتاب چیک کر رہے تھے۔ جب خوبی کے خاص ملازم نے گاؤں کے دو تین معززین کے آنے کی اطلاع دی۔ انہوں نے اسے اجازت دے کر روضہ بند کر دیے اور انتظار کرنے لگے۔ تقریب الہیہ خوبی کے بڑے سے لڑکے کی پٹ پٹھی رہی۔ چوہر بعد ہی انہوں نے دو تین اوجیز عمر آدمیوں کو اندر آئے دیکھا تھا۔ وہ منجھوں کو تازہ دینے لگے۔ چیشالی پورا سلسلہ نمودار ہو گئیں۔

”سلام خان جی.....“ انہوں نے آتے ہی مڑو ہاندا انداز میں کہا۔ سہراب علی خان مسکرا دیے۔

”ولیم سلام.....“ ولیم سلام.....“ انہوں نے بھی گرم جوشی سے جواب دیتے ہوئے ان کو بیٹھنے کے لیے کہا۔

”کیسے ہیں آپ سب؟ اور ماسٹر دہایت آپ سنا نہیں۔“ سب کو مخاطب کرتے ہوئے انہوں نے آخری جملہ ماسٹر دہایت کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”اللہ کا رحم ہے خان۔“ آپ جیسے مہمان ہیں ہمارے ساتھ۔ سب چھاپی ہوگا۔“ وہ شکر گزار ہوئے۔

”ہم تو ہمیشہ ہی آپ سب کے ساتھ رہے ہیں۔ ہر گز سب سے اب آپ لوگوں کو دعا کہ آپ کا خیال رکھنا انہیں لگ رہا۔“ دونوں ہاتھوں کی انگلیاں پھنسا کر وہ دعا کے کھینچے تھے۔

”نہیں نہیں سردار۔“ وہ تینوں فوراً ہاتھ چڑھنے لگے۔

”نہیں نہیں سردار۔“ وہ تینوں فوراً ہاتھ چڑھنے لگے۔

”نہیں نہیں سردار۔“ وہ تینوں فوراً ہاتھ چڑھنے لگے۔

”نہیں نہیں سردار۔“ وہ تینوں فوراً ہاتھ چڑھنے لگے۔

”نہیں نہیں سردار۔“ وہ تینوں فوراً ہاتھ چڑھنے لگے۔

”نہیں نہیں سردار۔“ وہ تینوں فوراً ہاتھ چڑھنے لگے۔

”نہیں نہیں سردار۔“ وہ تینوں فوراً ہاتھ چڑھنے لگے۔

”نہیں نہیں سردار۔“ وہ تینوں فوراً ہاتھ چڑھنے لگے۔

”نہیں نہیں سردار۔“ وہ تینوں فوراً ہاتھ چڑھنے لگے۔

”نہیں نہیں سردار۔“ وہ تینوں فوراً ہاتھ چڑھنے لگے۔

”نہیں نہیں سردار۔“ وہ تینوں فوراً ہاتھ چڑھنے لگے۔

”نہیں نہیں سردار۔“ وہ تینوں فوراً ہاتھ چڑھنے لگے۔

”نہیں نہیں سردار۔“ وہ تینوں فوراً ہاتھ چڑھنے لگے۔

”نہیں نہیں سردار۔“ وہ تینوں فوراً ہاتھ چڑھنے لگے۔

”نہیں نہیں سردار۔“ وہ تینوں فوراً ہاتھ چڑھنے لگے۔

”نہیں نہیں سردار۔“ وہ تینوں فوراً ہاتھ چڑھنے لگے۔

”نہیں نہیں سردار۔“ وہ تینوں فوراً ہاتھ چڑھنے لگے۔

”نہیں نہیں سردار۔“ وہ تینوں فوراً ہاتھ چڑھنے لگے۔

”نہیں نہیں سردار۔“ وہ تینوں فوراً ہاتھ چڑھنے لگے۔

”نہیں نہیں سردار۔“ وہ تینوں فوراً ہاتھ چڑھنے لگے۔

”نہیں نہیں سردار۔“ وہ تینوں فوراً ہاتھ چڑھنے لگے۔

”نہیں نہیں سردار۔“ وہ تینوں فوراً ہاتھ چڑھنے لگے۔

”نہیں نہیں سردار۔“ وہ تینوں فوراً ہاتھ چڑھنے لگے۔

”نہیں نہیں سردار۔“ وہ تینوں فوراً ہاتھ چڑھنے لگے۔

”نہیں نہیں سردار۔“ وہ تینوں فوراً ہاتھ چڑھنے لگے۔

”نہیں نہیں سردار۔“ وہ تینوں فوراً ہاتھ چڑھنے لگے۔

”نہیں نہیں سردار۔“ وہ تینوں فوراً ہاتھ چڑھنے لگے۔

”نہیں نہیں سردار۔“ وہ تینوں فوراً ہاتھ چڑھنے لگے۔

”نہیں نہیں سردار۔“ وہ تینوں فوراً ہاتھ چڑھنے لگے۔

شام سوار... بس رچا جاتی ہے۔ تم بھی بس تماشا دیکھو۔۔۔۔۔
 کھٹی مچھوٹی تے بھرے، بھرے ہونٹوں پر شیطانی
 مسکراہٹ پھیلائی۔

”تو کیا آپ واقعی.....“ وہ بولنے لگا تھا۔ جب
 خان نے ہاتھ اٹھا کر اس کی بات کاٹ دی تھی۔
 ”اگلے سال کا وعدہ کہ اس سب سے اور اگلا
 سال کس نے دیکھا ہے۔“ مغزور لیے میں کتے دو قہر لگا
 گئے تھے شام سوار ہلاتے ہوئے ان کا دھماکا۔

”ہا۔۔۔۔۔ جی۔۔۔۔۔“ دور اندوزی پر اندے سے میرے
 نے انہیں پکارا تھا۔ شام سوار دو چار کی طرف رخ پھیر
 گیا تھا۔ جو چلی گی عورتوں میں صرف گل ہی رہی تھی جس
 میں ان کی جان تھی۔ اور وہ بلا روک ٹوک کھنکھی
 آتی جاتی تھی۔ اس وقت بھی اسے اس طرف دیکھ کر
 جہاں عورتوں کا آنا ہلکا منع تھا۔ انہیں صبر آنے کے
 بجائے ان کے چہرے پر شیشی کی مسکراہٹ پھرنی تھی۔

”ہا کی جان.....“ انہوں نے فوراً
 ہائیں پھیلا دی تھیں۔ گل میدان کے قدموں میں ہی
 بیٹھ گئی۔

”اچھی بیٹھی بھی بھائی کے پاس بیٹھ جانا ہے۔ کالج
 میں داخلہ لیتا ہے۔“ وہ فریاض کرنے لگی۔
 ”کہا ہے میں نے فیا سے۔ شہر میں بنا کھرٹے
 ہی جیپیں بھی کھراؤں گا۔“ وہ اس کے سر پر ہاتھ رکھتے
 ہوئے بولے۔

”جی ہا۔۔۔۔۔“ وہ ہنسی۔
 ”ہا ہلکا جی۔۔۔۔۔ یا کی جان۔“ انہوں نے جبکہ کر
 بٹی کے سر پر ہوس دیا تھا۔ بچیوں کی آواز اور فلیمن کے
 سخت خلاف سہرا بلی فنان کے اصول اگر کوئی کو توڑ
 سکا تھا تو صرف گل ہی بیٹھی۔ سہرا بلی فنان اس بچی
 کے لیے ہر اصول، ہر خند توڑ کھٹے تھے۔ بھول کھٹے
 تھے۔ اور وہ ہمیشہ ہی بھول جاتے تھے۔ انسان اپنے

بیاہوں کے ذریعے ہی آزاد کیا جاتا ہے۔ اور اس کی وجہ
 شاید یہی کہ کہی ان کی دلی کٹی کٹی چھوڑی تھی۔
 جہاں کوئی بھی ذرا سا کچا دیکھیں تھا۔۔۔۔۔ ان کے ہاتھ

1987ء سے خدمت میں مصروف

LEUCODERMA-VITILIGO

تازہ جلدی بیماریوں کا مشورہ ہے ضروری علاج

پچھلے ہری
 قابل علاج مرض ہے

STERIODS FREE MOST PROGRESSIVE TREATMENT

اسٹری
 ایڈوانس
 ایڈوانس



ASIAN EXCELLENCE
 PERFORMANCE AWARD



AWARD FOR
 BEST ACHIEVEMENT



AWARD
 PILLAR OF LEUCODERMA

اسلام آباد

9-10 مارچ 302 مئی
 9-10 مارچ 302 مئی
 9-10 مارچ 302 مئی

AWARD FOR
 BEST ACHIEVEMENT

AWARD
 PILLAR OF LEUCODERMA

لاہور

پشاور

گل فیسٹر
 10 مارچ 18
 14-16 مارچ 27
 14-16 مارچ 27

گل فیسٹر
 10 مارچ 18
 14-16 مارچ 27
 14-16 مارچ 27

ملتان

کراچی

گل فیسٹر
 10 مارچ 18
 14-16 مارچ 27
 14-16 مارچ 27

گل فیسٹر
 10 مارچ 18
 14-16 مارچ 27
 14-16 مارچ 27

E-mail: syedajmalzaidi@hotmail.com - syedajmalzaidi@yahoo.co.uk

قہا۔ نہ جانے وہ کب سے کام میں پڑی تھی۔ اور وہ صرف اسے دیکھنے میں اس کی آنکھوں کی چمک اس کی ذہانت کی گواہی دیتی تھی۔ آنکھوں میں چمک دیتی، ہلکی سی اس کے ہمدرد ہونے کا پتہ دیتی۔

اس کی چال وصال میں غصہ کی حکمت تھی۔ کسی ویں بالائی کردار کی طرح وہ جبہ پر فخر غصیت بھی اس کی جو دیکھتے ہی اس کے کواپے حصار میں جکڑ لیتی تھی۔ اس پر ایک بار پڑنے والی جلا مارا دھوا، ایک بار واپس ضرور پھرتی تھی۔

وہ بات کرتے کرتے ہمیشہ نہ جانے کیوں دونوں ہاتھ کی ہر ایک انگلی تکرر ڈٹکا کے یوں پر رکھ دیتا۔ اور یہاں اس پہنچتی بھی خوب تھی۔

اور سب سے اہم خوبی اس کا مضبوط کردار تھا۔ اس نے دیکھا تھا۔ وہ اس کے ساتھ رہی اس کی ہر طرح کی حمایت کو کیٹھتے ہوئے بھی ہمیشہ دونوں کے درمیان ایک فاصلہ رکھتا تھا۔ اس نے تعلقات کی ایک حد تک کر رکھی تھی۔ اور نہ کسی اس حد سے خود کو تارتا نہ اس کو گراس کرنے دیتا تھا۔ اس کا ماتحت ہونے کے باوجود ان دونوں میں کافی دقتی ہو چکی تھی۔ اس کے باوجود وہ بے حد کامیابی سے ایک مناسب فاصلہ رکھے ہوئے تھا اور اس کا وہ کرگیا حال ہی فاصلہ قائم نہیں پائی تھی۔ وہ اس کے قریب جانا چاہتی تھی۔ اسے اپنے اندر پلنے والے تمام احساسات پاتا جانتی تھی۔ لیکن فی الحال باریال ولی خان اسے کوئی موقع نہیں دے رہا تھا۔

”کچھ بھی ہو باریال ولی خان.....“ دور درگز کے درمیان کڑا بلنگ میٹرل چمک کرتا باریال اس سے ٹکائی سے جبر کھڑا تھا۔ جب وہ خود سے کلام کرتے ہوئے ہوتی۔

”تمہارا ہر دماغ میری طرف ہی نکلنے والا ہے۔ میں تمہیں کسی اور منزل کی کاروائی نہیں ہونے دوں گی۔“ یہی نہیں۔ ”وہ سگریٹ تھی۔“ دور کھڑے باریال نے نہ جانے کیوں اس کی ہل ہلکائی ایک اس کی طرف دیکھا تھا اور فوراً لگا پڑیں پھیر لیں۔

☆☆☆

آج صبح سے ذریعہ کی ہوئی تھی۔ لیکن صبح سے کچن میں بیڑی تھی۔ آئین زریزہ کی خاطر داری کرنا ہمیشہ سے اچھا لگتا تھا۔ وہ ان کے شریک حیات کی بہت لاڈلی بہن تھیں۔ اور اسی لیے تین کو بھی ان کی خاطر داری کر کے اچھا لگتا تھا۔

اماں کا البتہ منہ بانوا تھا جس وقت سے زریزہ آئی تھی۔ وہ دل ہی دل میں اماں کے آنے سے پہلے اس کے جانے کی دعا کرتی رہی تھیں۔ صبح کے دانے منسلل گراتے دل ہی دل میں وہ جمل تو جلال تو کار و جاری کیے ہوئے تھیں۔ لیکن زریزہ کے اعزاز سے صاف ظاہر تھا کہ آج بھی وہ کھانا کھائے بغیر نہیں جانے والی تھیں۔ ”بھائی! ذرا مزہ کو کھوں کر کے کہیں کہ اگر تو کالج سے گھر سیدھا حاضر ہی آجائے۔“ بیٹین نے تازہ جوس کا گلاس ان کو تھما دیا تو فوراً نیا حکم صادر ہوا۔

اماں کا منہ زیر ہوا۔ ”دیکھے اماں..... یہ لالہ کیسے آتی جاتی ہے۔“ شادی جاتا ہے کیا؟“ اماں کی آنکھیں خیال آئی تھا اور اماں نے دل ہی دل میں اس کے شیطانی دماغ کو سو گالیوں سے نوازی دی۔

”سناؤ آتی جاتی ہے۔“ شادی بچہ تو خود ساراں اور دھڑلہ زور کی کی تلاش میں بھر جاتا ہے۔“ بیٹین نے بتایا۔ اماں کا ہاتھ ٹٹکا۔

”فوسا! اب ہمارے خاندان کی لڑکیاں برسوں غیر میں مردوں کے کانٹوں کے ساتھ ٹک کر ستر کریں گی۔“ تھمپڑا لے کر اماں کا قلعہ تک ٹکڑا ہوا۔

”خیردار.....“ ان کے مبر کا پتا نہ لبریز ہو ہی گیا۔ لڑو لڑو کا گیا۔

”اتنے برسوں بعد پہلی بار میں نے اپنی بیٹی کو دوبارہ غصہ دیکھا شروع کیا ہے۔ خیر دار جو اس کے سامنے کوئی ایسی دیکھی بات بھی کہو۔“ انہوں نے بیٹی کو آنکھیں دکھائی۔

”ہاں۔“ ہاں۔ میں تو کچھ نہ بولوں گی۔ لیکن کل کو

اپنی ماں کی طرح کوئی گل کھلا کے آئے گی ناں۔“ تو.....“ ”زریزہ.....“ اماں کی تیز آواز نے ان کو جملہ پورا کرنے سے روک دیا۔

”آگے کچھ بھی سوچ کچھ کر پڑانا۔ تیرا گھر نہیں ہے۔“ صاف جنگلا گیا۔

”میرے باپ بھائی کا تو ہے ناں اماں.....“ وہ بھی تیز لہجے میں بولیں۔

”ان دونوں کو سرے سال گزر گئے۔ اب یہ کمر میری بیٹن کا ہے۔ یہی جلدی ناں لے اچھا ہے۔“ وہ اماں میں، ان کی سگی ماں..... بیٹن نہیں کمان کے آگے وہب جاتیں۔

”کر دیا ناں پر اپنا اماں.....“ وہ دوا منہ بسورے لگیں۔ لیکن پریشان کی طرف پڑیں۔

”جنگلا دیا ناں کراب یہ کمر میرا نہیں۔“ آنکھوں سے ٹپ ٹپ سوئے آنسو نکلنے لگے۔

”آپ ناراض نہ ہوں، اماں تو میں ایسے ہی۔“ بیٹین نے نظروں سے نظروں میں اماں سے اچھا کی اور زریزہ کو سنا لگی۔ زریزہ چادر سنبھالنے لگیں۔

”میں کرو، میں تمہارے ان چرچوں میں آئے والی نہیں۔ اور ہاں.....“ بیٹن کو نہی اماں کی طرف مڑیں۔

”اب دیکھنا اماں..... میرا جوں کی عمر اس گھر میں نہ نہیں رکھوں گی۔“ انہوں نے دھمکی دی۔

”جاؤ، جاؤ کی لی..... تیرے دن نہ آجانا تو اماں نہ کہنا۔ بے شک اب کہہ دیتا۔“ بے چارے سے جیسے بھی اڑائی کی۔

”میں بھی واپس آ جاؤں تو اب بھی میرا نام ٹپل دیتا۔“ چادر لپیٹتے بیٹے سے تن کرتی وہ ہار ہلک کر بیٹن کی چادری دھکی رہیں۔ اماں نے البتہ کھر کی کھج کے دانے کرانے شروع کر دیے تھے۔

☆☆☆

ناناں سو سی آواز نے اس کی گہری نیند کی لگائیں کھینچی تھیں۔ کچھ دیر ہی آنکھیں دھونے ہی اس آواز کو کھینچنے کی کوشش کرتا رہا تھا۔ پھر دھیرے دھیرے

محبوبہ لفظ ہے لیکن.....

آنکھیں کھول دیں۔ اس کے ہی ہل وہ جھگڑے سے اٹھ بیٹھا تھا۔ یہاں اس کا اپنا کمر نہیں تھا۔ اس نے ارد گرد کا جائزہ لیا۔ وہ زمرہ کے کمرے میں موجود تھا۔ تو کیا اسے نیند آگئی تھی۔

”اسے یا تو کاد کر دہ آج ساراں دلیکے سرور میں جتا رہا تھا۔ اس نے اپنے سب دوستوں کے ساتھ شکار پر جانے کا پروام بٹا رکھا تھا۔ لیکن پھر اس سرور کی وجہ سے وہ ان کو چھوڑ کر کچھ دیر کے لیے سکون ٹھانے نہ جانے کیوں زمرہ کے پاس چلا آیا تھا۔ زمرہ نے اسے لڑک دھو دھ پٹی کے ساتھ مرد کی دوا بھی دی تھی۔ وہ بس چند لمحوں کے لیے سستانے لینا تھا۔ اور شاید ہی وقت آرام سے سوتا رہا تھا۔

ناناں کی آواز اب واضح تھی۔ وہ سکھیں تھیں، کوئی درے وقت اپنی آواز دہانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس نے کمرے میں زمرہ کی تلاش میں نظریں دوڑائی۔ وہ وہاں نہیں تھی۔ وہ بیڈ سے اتر کر پلہر پہنا اٹھ کھڑا ہوا۔ آواز کمرے کے سامنے بیٹے کے کچھوڑے سے آ رہی تھی۔ دہ خاکی چادر میں خود کو پلپٹا وہاں چلا آیا۔ کمرے اور چوڑے کے درمیان لگی جین کو بٹانے ہی جو پھر اس نے دیکھا اس کے ہوش اڑانے کے لیے کافی تھا۔

☆☆☆

اس قدر شدید سردی میں، رات کے اس سرو ترین پہر میں، بولے اسے بوسیدہ سے چھوڑنے کے تخرش پر سفید چادر میں سفید کپڑوں میں بیٹنی دعا کے لیے ہاتھ اٹھانے زمرہ سکھیں سے رو رہی تھی۔ اس نے چوڑے سے پر کا گلاب آف کر رکھا تھا لیکن آس پاس کے کسی جبر کوں پر بھی ٹیوب لٹائش کی تیز روشنی میں اس کا جو دھجج سا نور لپے ہوا تھا۔

اس سے عجیب تر منظر اس نے آج تک نہیں دیکھا تھا۔ ایک کونے پر ایک کونے پر، کمانی کے عروج کے وقت جب سب جبر کوں میں روشنائیں جگمگاتی جاتی تھیں، روشنی بجائے اندھیرے میں کم،

بھول گئی۔ دودر جن وہ بھی ڈالے گئے۔ مگر میں جو بھی آ کر اپنا پچھے فریڈ، کھر ہے؟ جواب ملتا حکیم بنی ہوئی ہے، سرمد ہا جا پار ہا ہے۔ چنتے بھی، مذاق بھی اڑایا جاتا مگر ہم نے بھی است نہیں پاری۔ دوسینے، ہاں دوسینے ہم ہی جانتے ہیں کہ دودر عرفی نگاہ کی بوتلیں ہم کسے میں سرے سے نکلتا دانت لیا۔ رات کو مل کے کچرے سے ڈھانپ دیا جاتا، اب جب کہ دوا لوں پانچوس بڑی بہن کو چا چلا کرا کی کے بچے موتی کی لڑیاں چھ دودر مر جان کی لڑیاں چھ دودر سیب کے دودر دالیں لڑے سرے کی نذر ہو چکے ہیں تو مجھے ٹھیک کرا کی کے پیچھے پر دے کے کرا خڑ آپ نے کیوں اس نذر دینی اٹھایا اس (بے وقوف) کے حوالے کر دیوں۔ خدا ان اڑایا گیا، مگر کے تیر ہی برے۔ مگر دودر جواب آں..... خاموشی.....

دو ماہ دن بعد سرمد تیار تھا اب محل میں سے تین بار چھانا گیا اور ہا بازار سے نئی بوتلیں منگوا کر بوتلیں بھر لیں اور خاندان بھر میں تحفہ تقسیم کی گئیں کہ ہماری ای دی چیز ہیں ہا ہاتھ میں مشور تھیں۔ ایک عدد بوتلیں اب بھی میرے پاس ہے، ایک مشورہ یہ بھی دیا جاتا کرا سے حکیم چٹکی میں چا دویں۔ یوں ہماری محنت رنگ لائی۔ والد صاحب بھی بچکے سے مجھ تک کہ یوں پر ایک خوب صورت سکرٹ اس لیے چٹے جاتے۔ اب میں والدہ بنی کی ان خوب صورت سکرٹوں کو یاد کرتی ہوں۔ لڑے ہاں، جناب میرٹ بھی ہم نے فرسٹ ڈویژن میں ہاں کر لیا تھا۔

تحریر: فریڈ وائٹار، اسلام آباد

اور ہم نے سمرہ بنایا

میرٹ کے امتحان دے کر فارغ تھے، لاہور ہی سے کتابیں منگوا، منگوا کر اور پڑھا، پڑھ کر تم چاڑی پر احسان کیے۔ تاریخ اسلام کے لیڈروں سے شناسائی ہوئی، جب پڑھو گے تو سوچا کچھ نیا کرنا چاہیے۔ بڑی بہن حورہ زیب الشاہد تھیں، ہم بھی ان کی آنکھ پر کرا کتا کتا تھا کی کر تینے، رسالے کے آخر میں کسی حکیم صاحب کا نسخہ پڑھا سرمد ہا نے کی ترکیب بھی سمجھی۔ اور ہماری عتالی ٹھہری جان (حورہ) ان کے توشے میں سنبھال کے رکھے بچے موتیوں اور مر جان کی لڑیاں پر بھی۔ مگر کہ یہاں خانے میں سے سیب کے دودر دالیں لڑے میرے نظر کو بھانے تھے۔ مگر سرمد ہا نے کسی زانے میں ایک دودر رکھ کر (جناب نایاب بلکم شدہ ہے) کا ہی مگر کی مٹا تھا کہ افغانستان کے بھانوں کا تار شیدہ بھر تھا۔

لٹنے کی لٹ تیار کی، ہماری بھولی سادہ سی ای میری کوئی بات در نہیں کرتی تھیں۔ چھوٹے بھائی کے قصہ خروانی بازار کے مشہور چنار سے سرمد کی ڈلی، عرفی نگاہ کی دودر دوتلی بھی آگئی۔ اب کیا تھا کہ یہ اشیا مٹا کر دوا رہی (موتی) سیب اور مر جان چور کھیں، ایک حکیم صاحب سے مشورہ کیا گیا۔ انہوں نے کہا کہ ٹھیک کی باڑی میں ڈال کر گھس میں دبا دیں جب اشیا مل کر خفاک ہو جائیں تو کھالیں اس بسونفہ اشیا میں مکر لی گئی اور ہمارا کرا۔ کھنکھوں درد اور بند کر کے کی ڈلی کے ساتھ چٹے بند کر گزرا شروع کر دیا..... دودر عرفی نگاہ کی بوتلیں آہستہ آہستہ ڈال کر گزرا دیا جاتا..... ساتھ میں سرمد کی دیا بھی آدور تھی، ہاں چاندی کے ورق تو میں

”خفاہ خواہو ای اس کی گھر میں مکمل رہی ہو۔ آج نہیں تو مکمل ضرور آ جائے گی۔ دیکھ لینا۔“ اماں نے بہو کی پریشانی پیشہ کی طرح ہانپ لی تھی۔

”آپ کو بھی کیا ضرورت تھی اماں، زریہ بی کو تو بولنے کی عادت ہے۔ جب میں بائیں بائیں آتی آپ کیوں ان کو اس طرح ناراض کر دیتی ہیں۔“ انہوں نے اماں سے چار بھر گھر دیا۔

”تو بھلے نہ مان، لالہ تو باقی ہے ناں۔“ اماں کو تاسف نے آگھرا۔

”کیا جیتی ہو تھی۔“ ان لوگوں کی باتوں کی وجہ سے تہارے اور لالہ کے درمیان جو تعلق تھا سوچے دوا ہے جن میں ان سے بے خبر ہوئے۔ انہوں نے چہرہ زوہ ہاتھوں میں سین کا نرم ہاتھ تھا تا تو نہ جانے کیوں سین کی آکھیں سیکھنے لگیں۔

”اس دن زریہ کی وجہ سے اور لوگوں نے بھی شہ پکڑی ہے۔ اور میں نہیں جانتی کہ میرے مرنے لکھی

”خفاہ خواہو ای اس کی گھر میں مکمل رہی ہو۔ آج نہیں تو مکمل ضرور آ جائے گی۔ دیکھ لینا۔“ اماں نے بہو کی پریشانی پیشہ کی طرح ہانپ لی تھی۔

”آپ کو بھی کیا ضرورت تھی اماں، زریہ بی کو تو بولنے کی عادت ہے۔ جب میں بائیں بائیں آتی آپ کیوں ان کو اس طرح ناراض کر دیتی ہیں۔“ انہوں نے اماں سے چار بھر گھر دیا۔

”تو بھلے نہ مان، لالہ تو باقی ہے ناں۔“ اماں کو تاسف نے آگھرا۔

”کیا جیتی ہو تھی۔“ ان لوگوں کی باتوں کی وجہ سے تہارے اور لالہ کے درمیان جو تعلق تھا سوچے دوا ہے جن میں ان سے بے خبر ہوئے۔ انہوں نے چہرہ زوہ ہاتھوں میں سین کا نرم ہاتھ تھا تا تو نہ جانے کیوں سین کی آکھیں سیکھنے لگیں۔

”اس دن زریہ کی وجہ سے اور لوگوں نے بھی شہ پکڑی ہے۔ اور میں نہیں جانتی کہ میرے مرنے لکھی

نہ جانے خافش پر یوں دوزخو چڑھ کر کیا کر رہی تھی۔

”کیا یہ بھی گناہ؟“ اس کے دل نے سوال کیا۔

”اس کا ہاں کا بوچھا بچھ کرنے کی ایک کام کوشش شاید۔“ وہ دوتوں ہاتھ سینے پر باندھے اسے دیکھنے لگا۔ اس کی دعا کا ٹی طولی تھی۔ اور اس پورے عمر سے میں اس کی بند بچوں نے انسوؤں کا سیلاب جاری تھا۔

اس کے چہرے پر اس قدر معصیت اور نور خاری تھا کہ وہ بھی باندھے دیکھے چلا گیا تھا۔

دوا بھیرے میں پڑی تھی۔

اس کے چہرے پر اس قدر معصیت اور نور خاری تھا کہ وہ بھی باندھے دیکھے چلا گیا تھا۔

دوا بھیرے میں پڑی تھی۔

رونے کی آواز بلند ہوئی تھی۔

وہ شاید چھوڑنے لگی تھی۔ ہانے لگی تھی۔

حوصلے کی مٹائیں چھوڑنے کو تھیں۔ اس کا

نازک سپارہات کی دھکی روٹھی میں دھیرے دھیرے لڑ رہا تھا۔

بہن، زریہ، بیگم کی اس دن کی حرکت سے کافی پریشان تھیں۔ بار بار ان کو فون بھی ملانی دہیں لگیں انہوں نے فون اٹھا دیا۔

☆☆☆

سائیس لیتا تھا..... میں دکھائی نہ دیتی تو اس کی جان پر
 تن آتی..... میرے گھر والوں نے اس کو مجھ سے بدظن
 کرنے کی ہر ممکن کوشش کی تھی لیکن وہ میرا تھا..... اسے

”میں نے اسی لیے، تیرے، معافی، گریہ کے
وقت بڑھا دیے۔۔۔ اور پھر کیا ہے جو میرے رب
کے لیے یا ممکن ہے۔ صرف وہی ذات پاک ہے جو
سب کر سکتا ہے۔ آپ کے آنے کے بعد میرا یقین
ورہتا ہو گیا ہے اور امید بڑھ گئی ہے۔ وہ ضرور مجھے
دیکھ کر کہے گا، ”وہ مختصرے فرما کر دے گی۔“
اور دو دن یا تھوڑے دن میں چھپا کر میری
دور کی۔ اور فیاضی خان نے اس رات جان لی تھی۔
کوئی عورت طوائف نہیں ہوتی، بس حالات کے
تھوڑا بہانہ ہے۔ اس نے ذکر کیا تھا کہ زور میں

”پتا ہے خان، رات کے اس پہر جب اس محلے کے ہر جھروکے پر روشنیاں، بجلیاں اور نسوانی حسن

”تم بیڈ پر چلی جاؤ۔“ وہ اس کے قریب آٹھمرا۔

بہترین تحریریں، اچھا جواب دروازہ اور اعلیٰ داستانیں پڑھنے والوں کے لیے سرگزشت کا مطالعہ ضروری ہے

سرگزشت

ایمان

شعبان 1440ھ
2018ء

معلم ثانی

اگرچہ اس دور کا ہر شخص علم سے سیرمغمم ہے مگر علم کا زنگی ناموس کے لٹکا ہوا پرچار اترتا ہے

بے تعلیمہ صفت

وہ کی شہرتوں میں ہمارے کی شہرت کی بلند پرچہ پر جہاد اللہ! حسن کی دلچسپ ترے

شعبان 1440ھ

اگرچہ اس دور کا ہر شخص علم سے سیرمغمم ہے مگر علم کا زنگی ناموس کے لٹکا ہوا پرچار اترتا ہے

بے تعلیمہ صفت

وہ کی شہرتوں میں ہمارے کی شہرت کی بلند پرچہ پر جہاد اللہ! حسن کی دلچسپ ترے

شعبان 1440ھ

اگرچہ اس دور کا ہر شخص علم سے سیرمغمم ہے مگر علم کا زنگی ناموس کے لٹکا ہوا پرچار اترتا ہے

بے تعلیمہ صفت

وہ کی شہرتوں میں ہمارے کی شہرت کی بلند پرچہ پر جہاد اللہ! حسن کی دلچسپ ترے

شعبان 1440ھ

اگرچہ اس دور کا ہر شخص علم سے سیرمغمم ہے مگر علم کا زنگی ناموس کے لٹکا ہوا پرچار اترتا ہے

بے تعلیمہ صفت

”آپ کے لیے کچھ بھی“۔ وہ کارلش بجا لایا تھا جیسے ہر ہاتھ دھرے۔
وہ لمبے سے ٹٹکی ادا کر رہا تھا صلا میں سناٹی ہوئی۔

☆☆☆

”پاکل ہو تم“۔ ”فرہ کو اس کی ذہنی حالت پر شہر ہو رہا تھا۔

”منا تیندھ بندہ کرنا چاہے تو بندہ آرام سے سو رہا کہہ دیتا ہے۔ کیا بات ہی بن جائے؟“ وہ شرارت سے دھمکتا ہے۔ ”لالہ نے اسے غصیل لگا ہوں دیکھا۔ وہ کنہ سے اچکا کی۔“
”غلطی تمہاری ہی تھی۔ نہ باؤ وہ اور بات ہے۔“ لالہ خاموشی سے کہتی رہی۔

”واہ ایک تو چوری۔۔۔۔۔۔ اوپر سے سینہ زوری۔“ وہ مزید بڑبڑاتی۔

”ایک تو اس بیکارے کا اتنا پیارا کوٹ خراب کیا۔ اوپر سے برس بھی شہزادی ہی رہی تھیں، بھیمان اللہ“۔ ”خیر سنایا گیا۔“
”تم دو دھنٹ کے لیے چپ نہیں رہ سکتیں۔“ وہ ہلکے لہجے میں کہتی۔

”لالہ۔۔۔۔۔۔“ ”فرہ کہاں اسے نہ رہتی تھی۔“
”اُٹھو دیکھو۔“ لالہ نے رینٹونوٹ کے اندر جانے سے پہلے اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا۔ سفید شرٹ کی آستینیں فولڈ کیے ان کی طرف ہی دیکر بڑبڑاتا۔
”وہ خراب کوٹ اتنا خراب تھا۔

”ہائے۔ یہ تو میری طرف دیکھ رہا ہے۔“ فرہ نے ہلکی ہلکی ہنسی کے ساتھ کہا۔
”ہائے۔ یہ تو میری طرف دیکھ رہا ہے۔“ فرہ نے ہلکی ہلکی ہنسی کے ساتھ کہا۔

”فرہ۔۔۔۔۔۔“ ”فرہ کو وہ پریکٹس کر رہی تھی۔

”فرہ۔۔۔۔۔۔“ ”فرہ کو وہ پریکٹس کر رہی تھی۔

☆☆☆

”آپ کے لیے کچھ بھی“۔ وہ کارلش بجا لایا تھا جیسے ہر ہاتھ دھرے۔
وہ لمبے سے ٹٹکی ادا کر رہا تھا صلا میں سناٹی ہوئی۔

”پاکل ہو تم“۔ ”فرہ کو اس کی ذہنی حالت پر شہر ہو رہا تھا۔

”منا تیندھ بندہ کرنا چاہے تو بندہ آرام سے سو رہا کہہ دیتا ہے۔ کیا بات ہی بن جائے؟“ وہ شرارت سے دھمکتا ہے۔ ”لالہ نے اسے غصیل لگا ہوں دیکھا۔ وہ کنہ سے اچکا کی۔“
”غلطی تمہاری ہی تھی۔ نہ باؤ وہ اور بات ہے۔“ لالہ خاموشی سے کہتی رہی۔

”واہ ایک تو چوری۔۔۔۔۔۔ اوپر سے سینہ زوری۔“ وہ مزید بڑبڑاتی۔

”ایک تو اس بیکارے کا اتنا پیارا کوٹ خراب کیا۔ اوپر سے برس بھی شہزادی ہی رہی تھیں، بھیمان اللہ“۔ ”خیر سنایا گیا۔“
”تم دو دھنٹ کے لیے چپ نہیں رہ سکتیں۔“ وہ ہلکے لہجے میں کہتی۔

”لالہ۔۔۔۔۔۔“ ”فرہ کہاں اسے نہ رہتی تھی۔“
”اُٹھو دیکھو۔“ لالہ نے رینٹونوٹ کے اندر جانے سے پہلے اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا۔ سفید شرٹ کی آستینیں فولڈ کیے ان کی طرف ہی دیکر بڑبڑاتا۔
”وہ خراب کوٹ اتنا خراب تھا۔

”ہائے۔ یہ تو میری طرف دیکھ رہا ہے۔“ فرہ نے ہلکی ہلکی ہنسی کے ساتھ کہا۔
”ہائے۔ یہ تو میری طرف دیکھ رہا ہے۔“ فرہ نے ہلکی ہلکی ہنسی کے ساتھ کہا۔

”فرہ۔۔۔۔۔۔“ ”فرہ کو وہ پریکٹس کر رہی تھی۔

”فرہ۔۔۔۔۔۔“ ”فرہ کو وہ پریکٹس کر رہی تھی۔

☆☆☆

”آپ کے لیے کچھ بھی“۔ وہ کارلش بجا لایا تھا جیسے ہر ہاتھ دھرے۔
وہ لمبے سے ٹٹکی ادا کر رہا تھا صلا میں سناٹی ہوئی۔

”پاکل ہو تم“۔ ”فرہ کو اس کی ذہنی حالت پر شہر ہو رہا تھا۔

”منا تیندھ بندہ کرنا چاہے تو بندہ آرام سے سو رہا کہہ دیتا ہے۔ کیا بات ہی بن جائے؟“ وہ شرارت سے دھمکتا ہے۔ ”لالہ نے اسے غصیل لگا ہوں دیکھا۔ وہ کنہ سے اچکا کی۔“
”غلطی تمہاری ہی تھی۔ نہ باؤ وہ اور بات ہے۔“ لالہ خاموشی سے کہتی رہی۔

”واہ ایک تو چوری۔۔۔۔۔۔ اوپر سے سینہ زوری۔“ وہ مزید بڑبڑاتی۔

”ایک تو اس بیکارے کا اتنا پیارا کوٹ خراب کیا۔ اوپر سے برس بھی شہزادی ہی رہی تھیں، بھیمان اللہ“۔ ”خیر سنایا گیا۔“
”تم دو دھنٹ کے لیے چپ نہیں رہ سکتیں۔“ وہ ہلکے لہجے میں کہتی۔

”لالہ۔۔۔۔۔۔“ ”فرہ کہاں اسے نہ رہتی تھی۔“
”اُٹھو دیکھو۔“ لالہ نے رینٹونوٹ کے اندر جانے سے پہلے اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا۔ سفید شرٹ کی آستینیں فولڈ کیے ان کی طرف ہی دیکر بڑبڑاتا۔
”وہ خراب کوٹ اتنا خراب تھا۔

”ہائے۔ یہ تو میری طرف دیکھ رہا ہے۔“ فرہ نے ہلکی ہلکی ہنسی کے ساتھ کہا۔
”ہائے۔ یہ تو میری طرف دیکھ رہا ہے۔“ فرہ نے ہلکی ہلکی ہنسی کے ساتھ کہا۔

”فرہ۔۔۔۔۔۔“ ”فرہ کو وہ پریکٹس کر رہی تھی۔

”فرہ۔۔۔۔۔۔“ ”فرہ کو وہ پریکٹس کر رہی تھی۔

☆☆☆

”رہیم حیات کی ہیئت فریڈرہ لادی کی شادی کا
فتکش کیا شروع ہوا اس نے پورا گھر سر پہ اٹھالیا۔
عالیہ بھائی کی مخالفت کے باوجود نیا کام دلا بھاری جوتا
سولیا گیا، اس کے ساتھ کے دیگر لوازمات کے لیے بھی
میں شادی والے روز ایک ضروری یہ شکہ رکھ لی۔ رہیم کی

دل کے چھوٹے ٹکڑے

مصدقہ آصف



”میں بنا دیتی ہوں ناں چائے۔“ فوراً کچن کی
طرف بڑھیں۔
”کیوں۔“ اقرار کیا اس ہے؟“ مزہ نے ویسے

یہ پوچھا۔
”آج کچل کے مگر گروپ اسٹڈی کرنی تھی۔
بس وہیں ہوگی۔“ انہیں بتا دیا۔
”کس کچل کے مگر؟“ اسے فہم نہ آئے۔
”یہ تو میں نے نہیں پوچھا؟“
”دوسروں کے بجائے اپنی بیٹی کی خبر رکھا کریں

ای۔“ ہمارے لیے کچا چھا ہوگا۔“ غصے سے کہنا دہندہ
چلا گیا۔ زہریدہ زہریدہ پراب پراب اسے کچھ شائے لگی تھی۔
☆☆☆☆

رینسٹوٹ کے اندر چھوٹے، چھوٹے ٹکڑے
کیبن بنائے گئے تھے، یہ کیبن خاندان شیلی کے استعمال
کے لیے تھے تاکہ ہر کسی مشکل کے ایک شیلی
آرام دہ اور پرسکون ماحول میں کھانا بخوانے کر سکے۔
ایک طرف مٹی جگ پوٹو جوان لڑکوں کے لیے اور
مردوں کے لیے علیحدہ انتظام تھا۔ لالہ اسے لیے آگے
کی طرف لگی۔

”بھیری آکس کریم تو ضائع ہوگئی۔۔۔ یہاں
جس کی بیس کے آرام سے۔“ اس نے قدر سے کہنے
والے کیبن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ یہی
بالکل اچانک اس کے ہاتھ سے کچھ چھوڑا اور سامنے
والے کیبن کے پردے کے ذریعے اندر کی طرف گر

پڑا۔ اس نے تیزی سے جھک کر کچھ اٹھا اور سیدھی
ہوئے ٹکی کے پردہ اس سے اٹھ کر ایک طرف ٹھک گیا۔
سامنے نظر آنے والا منظر لالہ کے ہوش اڑانے کے لیے
کافی تھا۔ سامنے بیچ پر ایک لڑکے کا ہاتھ تھا جس کی
پلاشرہ اقرار تھی۔ اسے دیکھتے ہی وہ ایک جھٹکے
سے اٹھی تھی۔ ساتھ بیٹھے تو جوان کے چہرے پر بھی
گھبراہٹ طاری ہوئی تھی۔

”الالہ تم۔۔۔ تم یہاں؟“ اقرار کی زبان لڑکھڑکی تھی۔
باقی آئندہ،

”خاتم تم؟“ وہ لپ لپ کا پتہ پتہ کام کر رہا تھا
جب زہریدہ کھٹکے سے اٹھ کر اچھا انداز لگائیں۔
”کیا ہو گیا؟“ تقریریں ہٹاتے بھیراس

نے پوچھا۔
”ابھی رضیہ کا فون آیا تھا۔“ لالہ کی پردوں کا نام
سننے ہی مزہ کا مطلق تک لڑاوا ہو گیا تھا۔
”وہ لالہ بھیراس اپنی پونڈریشی کی کسی دوست کے
ساتھ شاپنگ کرنے گئی ہے۔“ زہریدہ بھیراس نے ایک،
ایک لفظ چکا کر ادا کیا۔

”یہ رضیہ خالہ کو کوئی اور کام نہیں کر سارا دن اصر
اُھر لگاتی بچانی کرتی رہتی ہیں۔“ وہ بڑبڑا۔
”کیوں کچھ نہیں کرتی۔“ صرف مجھے بتاتی رہتی

ہے، مخمور ہے بھیری۔۔۔ ورنہ یقین اور اماں کہاں کچھ
ظاہر کرتی ہیں۔“ زہریدہ اچانک بدھن میں غصے، مزہ کو
انسوں ہوا۔

”اچھا مجھے کام ہے، مجھے کم از کم ان کیمیزوں
سے دور رکھیں۔“ وہ کھٹکے بات ہی ختم کر گیا۔
”تمہارے پیسے کے لیے یہ بتانی ہوں۔ تمہاری

نفروں میں مجھے اس کی تصور نظر آتی ہے، اب تم تو بیٹے
ہو۔۔۔ میں ماں ہوں، میرا فرض ہے کہ مجھیں اس کی
حقیقت سے آگاہ کروں۔“ وہ اس کے بالوں میں ہاتھ
پھیرتے ہوئے ٹکڑی سے بولیں۔
”مجھے بس آپ صاف کر دیں امی۔۔۔“ وہ تھلا

کر کہا اٹھ کھڑا ہوا۔
”اتر۔۔۔ اتر۔۔۔“ کمرے سے باہر آ کر وہ
پکارا تھا۔

”ارے بہن کو کیوں آواز دے رہے ہو، اسے
کیا لالہ کے ہارے میں۔“ زہریدہ بھیراس ہو گئیں۔
”تو یہ ہے امی۔۔۔“ مزہ مزہ کر گیا۔
”مجھے بس اسے ایک چپ چائے کا کھانا تھا۔“

ضبط سے دھب کاٹنے لگا تھا۔
”اوہ تو ایسے کون سا۔۔۔“ زہریدہ کسمپانی ہنس

ہنس دیں۔

دل کے کھنچے

چمکئی مگر آنے کے بعد بھی شدید کان کے باوجود نیند آنکھوں سے اڑی رہی، بس اس کا ہی خیال چارو چھاپا ہوا تھا۔ دوسری باتوں کے بحر میں مبتلا سے سوئی رہی، نیند سے بھری گلابی آنکھیں موندیوں کی مسدود خود بردار یا چمن سے لگے ہوں میں آج ہا۔

☆☆☆☆

”اچھا... تو پھر تم نے کیا کیا؟“ چوٹی بھالی مونا نے موبائل پر دوسرے مکان سے لگاتے ہوئے پتھر لرایا۔ ”میں کیا کر رہی تھی کہ مجھ پر کڑی نظر پڑی، اس کے باوجود بڑی بھالی کو کچھ تو ترس نہ آیا۔“ نرم حیات نے معصوم سے انداز میں کھوکھو کیا۔

”ہاں... تو اب اس کا سافٹ ہو جاتا تو جرم سعد کے ساتھ چل جاتی تیں۔“ مونا نے دلا سا دینا چاہا۔ ”میں نے تو یہ تک کہا کہ گڈو کو ساتھ لے جاتی ہوں مگر بھالی اڑ گئیں کہ کبھی یہ صاحب نہیں لگتے، دن میں جاتے تو اور بات ہے مگر راتیں گئے باہر جا کر کہیں کریم کھانے کی کوئی تیک ہے۔“ سحر میں ہی منگواوا۔ ”نہیں نہ کھو کہہ۔“ مونا کو جھجس ہوا۔

”کمال تو یہ ہے کہ کبھی میری سائڈ لینے والے بیٹے ہی معاملے میں بھالی کا ساتھ دیا۔“ اور تو اور جب میں نے سعد کو شادہ کیا تو وہ بھی بھالی کی سائڈ لینے لگا۔ ”اس کا انداز تھا، تپا تھا، سائڈ تھا۔“

”اچھا... وہ کیا بولا؟“ مونا کو حیرت ہوئی۔ ”جنتا بولنے لگے کہ بھالی کبھی تو ٹھیک ہیں۔“ یوں اس بات کے میری گاڑی میں نہیں کسی خفا میں والے نے دیکھ لیا تو بلا وجہ کہ باتیں نہیں ہوئیں۔ ”میں اس کا کرم نہیں لیتا تو جانتا تھا کہ ساتھ بیٹھ کر کرم میں خفا نہیں لے۔“ نرم نے غصیل بتائی۔

”تو یہ... یہ سعد ہے؟“ سے اتفاقاً قوی ہو گیا؟“ مونا کو بیشی طرح ساری دردا سنتے میں ہوا۔ ”ہاں،“ چمن، اس پر بھی بڑی بھالی کا اثر ہو گیا۔ وہ

اجملے کیا اور کاروں میں نکلے ہماری ممکنہ کو دیکھا۔ ”لو کیوں پر میری سچ کرنے کے علاوہ کئی دماغ میں بہت سارے کام ہیں۔“ نرم کے منہ پر اس کے ہونٹوں پر مسکان کھنکئی چلی گئی۔

”کیا کروں۔“ میرا کام تو تھا سارے باتوں تمام ہو چکا ہے۔“ وہ کسی خیر کجی میں یوں ہوا اس کی جانب جھکا۔ اس نے دعا دیا۔

”بیٹے... سعد“ اس کی خوشیاں کیوں کو پوچھل کی دے رہی ہیں۔ ”میں کی اس کی زبان کو پر کبھی لگ گیا۔“ ”یقین نہیں آ رہا کہ تمہارے بھی کئی کئی ہیں۔“ شرا بھی سکتی ہے۔“ وہ اس کے دلکش نقوش اور لرزتی ہونٹوں کی طرف بھا کر بولا۔

”اب مزید ایک تھک گیا کہ تو گاڑی سے اتر جاؤ گی۔“ سحر کی باتوں سے زیادہ وہ اپنی دل کی باتی نکالتے ہوئے بولی۔

”چلو... ٹھیک ہے۔“ اتر جاؤ۔“ میں بھی پیچھے آتا ہوں۔“ اس نے سچ سر پر گاڑی رک دیا اور اس کی طرف دیکھنے لگا۔

”پلیز۔“ جیسے میری منزل مقصود تک پہنچا دیں۔ ”آپ کا یہ احسان بند کی عمر یاد کرے گی۔“ اس نے گھبرا کر کہا تھا جوڑے۔

”اب... تو میں ہی تمہارا اور داتا میں ہی تمہاری منزلوں کو۔“ وہ گھبراہٹ سے دل میں اتر چلا گیا۔ ”سعد... چلیں۔“ ہاں! اس کی دوسری صورت دیکھ کر ایک بار نگرار قبضہ سعد کے لہجوں پر چلا

حرکت کرنے کا ارادہ موقوف کرنے کے بعد وہ تیزی سے گاڑی بھگا ہوا شادی ہال تک جا پہنچا۔ دوسرے ادارے کے بعد وہاں تھا وہ سعد کی گاڑی کو گھاتا تھا۔

”میں اس کا کرم نہیں لیتا تو جانتا تھا کہ ساتھ بیٹھ کر کرم میں خفا نہیں لے۔“ نرم نے غصیل بتائی۔

”تو یہ... یہ سعد ہے؟“ سے اتفاقاً قوی ہو گیا؟“ مونا کو بیشی طرح ساری دردا سنتے میں ہوا۔ ”ہاں،“ چمن، اس پر بھی بڑی بھالی کا اثر ہو گیا۔ وہ

ہے۔“ وہ جو پچھلے آدمی کھنچے سے گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ پر پھنکا تھا، اس کی حالت پر ٹھیک کر پوچھنا۔ ”کچھ نہیں۔“ اس نے فرسٹ سیٹ پر بیٹھنے کے بعد کاروں میں جھپکے بیٹھے ہوئے تنگی میں سر ہلایا۔ ”کچھ نہیں۔“ بڑی بھالی نے کچھ کر دیا ہوگا؟“ وہ

واقف حال تھا، ہونٹوں تلے ڈوبنے کے بعد پوچھا۔ ”مجھے خوش دیکھو نہیں سکتی ہیں۔“ اس کی خوشی کو سہا کر سعد نے کچھ نہیں دینی بارے سے فوراً سیدھا کر دیا۔ ”میں گاڑی پر بھالنے کی جگہ اس کے انوکھ کپڑوں کی نگاہوں میں جذب کرنے لگا۔

”جہاں... جہاں آجائیں مجھ سے کیا پرالم ہے۔“ وہ عالیہ بھالی کی ناراضی مولی کر سعد کے ساتھ جا تو رہی تھی مگر دل گھر میں ہی اٹکا ہوا تھا۔

”جلدی چلو ہاں دیر ہو رہی ہے۔“ نرم نے اس کے مسلسل دیکھنے پر گڑبگڑا کر نگاہیں چماتے ہوئے پتھر لرایا۔

”اتنی بھی کیا جلدی ہے۔“ دیکھی میری عمر کتنی ہیں دیکھ تو لوں۔“ وہ اس کے گھبرانے پر مزید شرارتیں بولا۔

”سعد... اس نے وارننگ دینے کے لیے ہتھی اٹھائی۔ ”جی... سعد کی جان۔“ اس نے نرم دیکھی کی گلابی پور چمکر جواب دیا۔ ”دھڑکا کر پیچھے ہوئی اور کھلے بالوں پلینڈا چلا۔

”سائڈ بیلز بالوں کو کھلا چھوڑ دو ناں۔“ بہت بیداری لگ رہی ہو۔“ اس نے گاڑی اشارت کرتے ہوئے فرما دی۔

”کیا ہو گیا ہے؟“ وہ اس کی تعریفوں پر نرج ہوئے گی۔

”ہوایا ہے کہ اب کڑا زارہ شکل ہو گیا ہے۔“ مگر مگر جلدی شادی کی ڈینٹ فکس کرنے کے لیے بھیا کے پاس بھیجا پڑے گا۔“ سعد کی نگاہوں کا ہوا وہ کمر کا دل سے ترنمی سے دھڑکا، گالوں کو چوٹی لٹ کاٹوں کے پیچھے کر چا پاتا

ہاتھوں میں ہتھی چڑھانے نے ظہیر صاحب سا پتھر بولا۔ ”وہی ہے۔“ یہ تو لڑکیاں۔“ زلیخا نے اس کے شرمیلے پن کو کیے اٹھائیں ہوئے سعد نے اس کے شرمیلے پن کو

باد ہانڈوں کے باوجود وہ کام میں ایسا اٹھے کہ ہم پر لکھا مشکل ہو گیا اور اسے فون کر کے بری جھنڈی دکھائی پڑی۔ اس کو تو جیسے صدر لگ گیا۔ سارا جوش و خروش صاف کے بھاگ کی طرح بیٹھا اور وہ پچھ چاپ جا کر اپنے کمرے سے لپٹ گئی۔

بدری نے دو بار کال کر کے اسے لڑا کڑا اب تک پہنچی کیوں نہیں گردہ بھیجی تو کیا۔ ”رم کو عالیہ بھالی سے تو کبھی بھائی کی امید نہ تھی۔“ اداس چہرہ بنائے، وہ فون کے کھوڑے دوڑانے لگی کہ جائے تو چائے کیسے، ان کے گھر کی لڑکیوں کو کتنا پیسہ کی رشانی میں جانے کی اجازت نہ تھی۔ وہ اس امید ہو چکی کہ لڑکا پک اس کے کاروں میں سعد منشی کی بھاری دوش پر داتا زارہ کرائی۔

”اوہ... میں کیا کام۔“ وہ بہتر چھوڑ کر بھی اور لاؤنج کی جانب بڑھی۔

”تمہارے پاس تیار کی لیے صرف اتنا نام ہے جتنی دہ میں میری جائے ختم ہو جائے۔“ سعد نے اس کی کٹنگی کے گھر چھوڑنے کی درخواست پر بڑے اسٹائل سے جواب دیا تو وہ زبان چڑاتی داکھ اپنے کمرے کی طرف بھاگی۔ ”دیکھو پر اسٹیڈ شہ سوٹ لگا

تھا اسے لے کر شادی روم میں گئی۔ تیار ہونے میں زیادہ وقت صرف نہ ہوا۔ وہ پیسے ساری چیزیں بیچ سے

تیار کر گئی ہوئی تھیں۔ اس نے لباس تبدیل کیا، آنکھوں پر انڈر اور ہونٹوں پر گلابی لپ اسٹک لگائی۔ جلدی، جلدی

ہاتھوں میں چوڑیاں پہنیں ایک ہاتھ میں پرس اٹھایا دوسرے سے ہتھ دالی بیڈی کے اسٹریپ بند کرنے کے بعد میں گیت کی طرف بڑھی جہاں سعد کی گاڑی کھڑی تھی۔

”ہٹاؤ۔“ یہ کوئی طریقہ ہے جو ان جہاں لوکی جب دیکھو دھاغے پتیر اجازت لیے جہاں دل چاہے چل پڑتی ہے۔“ اس کے کاروں میں پیچھے سے عالیہ بھالی کی پتہ ہوئی آواز پڑی تو راز سے تیزی کی گئی۔

☆☆☆☆

”کیا ہوا۔“ اس قدر سانس کیوں پھول رہی

کردی۔

”اب تو تم کوکیلیاں نہ کرو۔“ نرم جہاں سے ہالوں کو سینے کر جھڑپا ہاتھ سے بوائے کو جھڑپا لائی۔
”نورے بیج۔“ جگ کس کو مصیبت آئی ہے۔“ وہ جلتی، بھتیجی روایت کے لیے طرف بڑی۔
”بی بی! اٹھو! ہوتو آگہیں سکول کرگھڑی کی طرف دیکھو، یہ کیوں دیر ہے۔“ اس کی بڑبڑاہٹ دال چلتی، دایہ بالکل کانوں میں پڑی بیویں اپکا کر بند کی طرف دیکھا۔

”جی چھاپڑی بھائی! بھائی بھائی کو دیکھ کر اس نے سنبھلے ہوئے اثبات میں گردن ہانکی۔
”اگر جیروں کی مہندی چھڑکی ہو تو جگر جلدی دروازہ کھولو، ورنہ مٹی خراب ہو جائے گی۔“ عالیہ نے طنز کرتے ہوئے کہا۔ اس کے جیروں میں جلی بھری تھی۔

☆☆☆

”نرم کیم.....؟“ اس نے جیسے ہی دروازہ کھولا، کوہر برہنہ کے فرائم سے اسے نظر آئیں۔ سہ دیکھا۔
”میرا ایام ہے۔“ اس نے نچر خوش انداز میں دیکھتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔

”یہ پہلوان اور کارڈ..... آپ کے لیے ہیں۔“ اس نے چونک کر دیکھا۔

”میرے لیے؟“ وہ سوچ میں پڑ گئی۔
”میں اس سائن کو دیکھیں۔“ اس نے ٹرخ شاہی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک ہی دروازے پر ہاتھ رکھا۔
”سعد نے بھیجا ہوگا۔“ نرم کو دروازہ بند کر کے مڑی

توسوچے ہوئے لٹافہ بھرا۔
”چھوٹی بھائی! آف آپ مجھ سے کتنا ہمار کرتی ہیں۔“ کارڈ پر سونا کا بڑھ کر اس کی آنکھیں بھگ گئیں۔
”مگر..... بھائی نے مجھے بھول کیوں بیٹھے ہیں۔“ اس نے جرت سے دو چاکر کرچا کرچا ذہن تک شگ ہو۔
”اوہ..... آج تو میری سالگرہ ہے۔“ اسے یاد آیا تو وہ ایک دم سے خوش ہو گئی۔
”یہاں..... کسی کو پھر دلائیں۔“ اوہ تو اور سعد کو بھی

کے نام گوارہ دی کیا؟“ وہ ایک دم گرہیں۔
”بھائی! پلیز۔“ اس نے بھی سر جھٹک کر ناگواری سے کہا۔
”اگر یہی چمن رہے تو اس نے دوسرے دن ہی چوٹی سے پکڑ کر نیچے جھکوا دیا۔“ وہ ایک دم تپ گئیں، غصائی میں چھری پچ کر جواب دی۔
”تو یہ ہے۔“ اتنا خوفناک نقشہ چیت کی کہ بندہ شادی سے ہی انکار کر دے..... ویسے بھی پسینہ اچھو نہیں۔“ اس نے دل پہ ہاتھ رکھ کر سوچا۔
”چلو..... لیکن چلو چلو کیرین میں تمہارا سٹا اسٹا لاؤ جو بدمرگ ہو جائے تو اس میں تمہارا سٹا سٹا زبیر ڈال دھاتے میں لولی کٹ جائے گی، میں نے کرا آئی ہوں۔“ عالیہ نے اسے سر جھکائے تو کھانا تواریت دی۔
”جی..... اچھا.....“ نرم سنبھلتے ہوئے بکری کی جانب بڑی۔
”نرم، چو لے گی آج وہی رکنا ورنہ سب مل جائے گا۔“ عالیہ نے بچے سے مدد مانگی تو وہ بغیر ہنسی ہوئی لیکن میں داخل ہو گئی۔

☆☆☆

نرم گالی نرم چادر میں منہ چھپانے مڑے سے دوری تھی گئے توں بعد اسے ایسی سکون بھری نیند سیر آئی گی۔ اچانک گہری نیند میں تسلسل بچنے والی گھنٹی کی آواز سے غلظت پیدا ہو۔ پہلو وہاں اسی تپ دہلی سی مگر بھٹ بھٹ جتنا بند نہ ہوئی تو جبرا آگہیں کھولنی پڑیں۔ وہ ہال آدھی ہوئی اٹھ کر بیٹھی۔
”میں گھر کے سارے کام میں نرم ہی بنے پھر لکھوا آئی ہے۔“ اس نے منہ بنا کر بستر سے بیٹھے پیر لٹکائے۔
”اور انداز سے سلیمہ دھڑکتے لگی۔
”دکھی سے اتنا بھی نہیں کہہ دو کہ جاگرتی ہی کھول دے۔“ سلیمہ جیروں میں آتے تو جھجھکا کر گھڑی ہو گئی۔
”ایک مفت کی تو کرانی جو تھمتے چڑکی ہے۔“ اس نے ہاتھ کی پشت سے جہانی روٹی اور بڑبڑکی ہوئی باہر لگائی۔ اچانک تیز ہوائے ہالوں سے میجر چھاپڑا درد

ایک دن جو میں اس کے ساتھ اپنی فریڈ کی شادی پر چلی گئی کی تو اس پر بھی انہوں نے بعد میں کا کچھ نہ چایا کہ شادی سے پہلے ایسے ساتھ کھونا میرا مناسب نہیں اور جب میں نے روتے ہوئے سحر کو ساری بات بتائی تو وہ اتنا مجھے پیچھے لگا کہ یار بھائی تیری تو ٹھیک ہیں..... تمہاری میں نہیں دیکھ کر میرا دل پاگل ہو اٹھتا ہے، جذبات بگل اٹھتے ہیں۔ اے آئندہ رسک لینے کا نہیں۔“ وہ اپنی روٹی میں پانی چمکی کر پھر خیال آیا تو زبان داغوں سے دلائی۔
”اچھا..... تو جناب کا ابھی سے حال برا ہے۔ ویسے خوشی کا کب تک ارادہ ہے؟“ سونا کی بے ساختہ ہنسی کل گئی۔
”چائیں..... پیچھے نہ ہیما سے بات تو کی ہے۔“ وہ شرابی شرمائی سی ہوئی۔
”اور..... تمہاری آکس کریم پائی کا کیا ہوا؟“ سونا سے دوبارہ پٹری پر لے لائی۔
”ایسی کی بھی ہوگی۔“ سعد، گڑو کو ساتھ لے کر چاکر گیا اور بہت سارے ٹیور لے لیا مگر میں نے بھی ایک دو پچھو لیا کہ آکس کریم چھوڑ دی۔“ اس نے تنگ کر جواب دیا۔
”ہاں..... میں بیٹھارے پرائٹم کیم کیوں؟“ سونا نے میں کو پوچھا۔
”تو کیا کرتی..... جس پر بس چلا، اسی پر خصلت نکال دیا۔“ بعد میں وہ دن تک سعد سے بات بھی نہیں کی تو جب کہ ہوش کھانے آئے۔“ نرم کے لہجے میں ناز و نخرہ صفا۔
”اب..... اتنی سی بات پر اس بیٹھارے کو کیوں سولی پر لٹکائے رکھا۔“ سونا نے دل میں خوش ہوتے ہوئے نگاہ پر سعد کی سائڈ کی۔
”ہات تو چھوٹی سی تھی مگر مجھے خصلت بات پر آیا کہ کیا اب میں اتنی بے اختیار ہو گئی ہوں..... ویسے بھی ہر ایک بڑی بھائی کو ہی شکر مل جیتا ہے۔ ہم تو جیسے تمہیں لگتا ہے۔“ وہ دھلیلائی۔
”میرا ابھی اس سب سے یہی انکشاف ہے کہ

☆☆☆

”چلو..... نرم آج کھانا تم کھاؤ۔“ عالیہ نے اسے لٹی کی سارے کورٹ اٹھائے دیکھا تو کام نہ پایا۔
”میں..... اور کھانا؟“ وہ ایک دم بھوکھار ہو گئی۔
”کیوں..... تم کیا لڑکی نہیں ہو؟“ وہ طنز پر انداز میں بولیں۔
”کھانا..... کیا ہے؟“ اس نے زارے، ڈرتے ہو چھا۔
”لوکی کی بڑی۔“ بھائی کی زبان کے ساتھ ہاتھ بھی تیزی سے چل رہے تھے وہ ساتھ ساتھ لوکی کا چوڑا اتار دیتی تھیں۔
”بھائی..... مجھے تو یہ دلی سبزی پکانی آتی چلی نہیں۔“ نرم نے گھبرا کر بتایا۔
”جیہیں آتی تو آ جائے گی۔“ اس میں کوئی سی بات ہے۔“ عالیہ نے اطمینان سے لوکی کا کٹے دو ڈا جواب دیا۔
”بھائی..... ابھی میری پسند کا ڈراما آئے ہے۔“ اس نے کافی سے ڈانٹا چا۔
”سرال میں بھی سب کو کھانے کی جگہ ڈرامیٹا

اقراہت امبری۔

”جی..... یونی کی مجبوری تھی تو میں ہمیشہ کے لیے اسلام آباد آ جاتی۔“ بہت بھرے انداز پر ہم کا کچھ روکھا ہوا۔

”ہاں تو بڑھائی کی مجبوری ہے۔ ورنہ میں یا ہنجر تھیں بھلا ایسے ماحول میں رہنے دیتے۔“ مونا نے دلجوئی کی۔

”فہیم! یہ..... چھوٹی بھائی..... اماں دانا کے جانے کے بعد ایک آپ تھی تو جیویرا حاصل بڑھائی ہیں۔“ اس کا انداز تشکرانہ ہوا۔

”کیوں..... صرف ہم..... کیوں ہمیں؟“ مونا نے غمزہ کو چھیرا۔

”بھرم.....؟“ اس نے سوال کیا۔

”وہ سعد تھیں۔“ وہ بھی تو ہماری گڑیا کا خیال رکھنے والا ہے کہ نہیں؟“ مونا کی بات پر اس کے ہونٹوں پر چارویں مسکان چھائی۔

”مونی..... سعد نے کیا گفٹ دیا؟“ مونا نے رازدارانہ انداز میں پوچھا۔

”پچھو نے تو گولڈی کی جین دی ہے اور سعد نے نرنگ سا بریڈلیٹ۔“ ریم نے شرمناک بتایا۔

”واؤ..... ویسے تم ہوگی..... جو اتنے بڑے مگر میں بیاہ کر جا رہی ہوں۔“ مونا کو لے بھر کوس سے حد عموں ہوا۔

”ہاں..... اللہ کا کرم ہے۔“ اس نے آسمان کی طرف دیکھا اور شکر ادا کیا۔

”ہمہماں میں فون رہتی ہوں۔ بڑی بھائی کے اٹھنے کا تم ہو گیا ہے۔ مجھے کمرے میں مٹھا کھانا تو ان کی بی بی شروع ہو جائے گی۔“ ریم نے اجازت چاہی۔

”ایک تو تم ڈرتی بہت ہو۔ کچھ بولیں تو مندر منہ جواب دیا کرو۔“ مونا نے اسے چڑھایا۔

”نہیں نہیں۔“ ریم نے گھبرا کر گردن ہلائی۔

”کیوں..... ہمیں؟“ بڑے پوچھا۔

”کچھ کیوں ہو..... وہ ہیں تو ہم سب سے بڑی۔“

گھوم چکا ہے..... اب ماسٹر رہنے میں عافیت ہے۔
”تم سے نہیں ہو رہا تو کوئی بات نہیں۔“ مونا نے پچھو کی جگہ لے لی۔
”نہیں نے غصہ نہیں ہوا۔“ مونا نے پچھو کی جگہ لے لی۔
”نہیں نے غصہ نہیں ہوا۔“ مونا نے پچھو کی جگہ لے لی۔

☆ ☆ ☆
”ایک تو یہ..... بے زانے کے چوہے میرا دماغ خراب کر دیتے ہیں۔“ ہاشا کرنے کے بعد ریم نے گھر سٹیٹ شروع کیا کہ عالیہ بھائی کو شوہر اور اس کے بڑے بھائی اظہر حیات سے بحث کرنے سنا۔

”جو کچھ بھی ہے..... پچھو نے خود سے فون کر کے آئے تو کیا ہے۔ سب کچھ انتظام تو کرنا ہوگا۔“ اظہر کا انداز بڑی کوسناہ لالا ہوا۔

”ہاں..... تو سعد آتا رہے کہ لیے گفٹ لے کر مگر آپ کی پچھو جان کو تو کھلا دے کی عادت ہے۔ جی دادا کا کہہ چلا سا گھر کر لائیں گی تاہم بھائی نے سہانہ آرائی کی حد کر دی۔

☆ ☆ ☆
”اچھا..... تو پھر بڑی بھائی نے تمہارے سر ہلال والوں کی بڑی خاطر نہیں؟“ مونا نے فون کی دوسری جانب سے بخارا رہا۔

”ہاں..... مونا بھائی مت پوچھیں۔“ دوطرح کے راس بتائے۔ پچھو نے کچھ اچھا کر دیا۔ دوطرح کے پچھو نے کچھ اچھا کر دیا۔

”ہاں..... مونا بھائی مت پوچھیں۔“ دوطرح کے راس بتائے۔ پچھو نے کچھ اچھا کر دیا۔ دوطرح کے پچھو نے کچھ اچھا کر دیا۔

”ہاں..... مونا بھائی مت پوچھیں۔“ دوطرح کے راس بتائے۔ پچھو نے کچھ اچھا کر دیا۔ دوطرح کے پچھو نے کچھ اچھا کر دیا۔

”ہاں..... مونا بھائی مت پوچھیں۔“ دوطرح کے راس بتائے۔ پچھو نے کچھ اچھا کر دیا۔ دوطرح کے پچھو نے کچھ اچھا کر دیا۔

”ہاں..... مونا بھائی مت پوچھیں۔“ دوطرح کے راس بتائے۔ پچھو نے کچھ اچھا کر دیا۔ دوطرح کے پچھو نے کچھ اچھا کر دیا۔

”ہاں..... مونا بھائی مت پوچھیں۔“ دوطرح کے راس بتائے۔ پچھو نے کچھ اچھا کر دیا۔ دوطرح کے پچھو نے کچھ اچھا کر دیا۔

”ہاں..... مونا بھائی مت پوچھیں۔“ دوطرح کے راس بتائے۔ پچھو نے کچھ اچھا کر دیا۔ دوطرح کے پچھو نے کچھ اچھا کر دیا۔

یاد نہیں رہا۔“ اسے ایک مہم چڑھی۔
”وہ دوسرے شہر میں بھی ہیں۔“ میرا کتنا خیال کرتی ہیں..... جی..... ریم نے خوشی اور دکھ کے ملے جلے جذبات کے ساتھ تازہ گلابوں کے کچے میں اپنا منہ چمپایا۔

☆ ☆ ☆
”ایک تو یہ..... بے زانے کے چوہے میرا دماغ خراب کر دیتے ہیں۔“ ہاشا کرنے کے بعد ریم نے گھر سٹیٹ شروع کیا کہ عالیہ بھائی کو شوہر اور اس کے بڑے بھائی اظہر حیات سے بحث کرنے سنا۔

”جو کچھ بھی ہے..... پچھو نے خود سے فون کر کے آئے تو کیا ہے۔ سب کچھ انتظام تو کرنا ہوگا۔“ اظہر کا انداز بڑی کوسناہ لالا ہوا۔

”ہاں..... تو سعد آتا رہے کہ لیے گفٹ لے کر مگر آپ کی پچھو جان کو تو کھلا دے کی عادت ہے۔ جی دادا کا کہہ چلا سا گھر کر لائیں گی تاہم بھائی نے سہانہ آرائی کی حد کر دی۔

☆ ☆ ☆
”اچھا..... تو پھر بڑی بھائی نے تمہارے سر ہلال والوں کی بڑی خاطر نہیں؟“ مونا نے فون کی دوسری جانب سے بخارا رہا۔

”ہاں..... مونا بھائی مت پوچھیں۔“ دوطرح کے راس بتائے۔ پچھو نے کچھ اچھا کر دیا۔ دوطرح کے پچھو نے کچھ اچھا کر دیا۔

”ہاں..... مونا بھائی مت پوچھیں۔“ دوطرح کے راس بتائے۔ پچھو نے کچھ اچھا کر دیا۔ دوطرح کے پچھو نے کچھ اچھا کر دیا۔

”ہاں..... مونا بھائی مت پوچھیں۔“ دوطرح کے راس بتائے۔ پچھو نے کچھ اچھا کر دیا۔ دوطرح کے پچھو نے کچھ اچھا کر دیا۔

”ہاں..... مونا بھائی مت پوچھیں۔“ دوطرح کے راس بتائے۔ پچھو نے کچھ اچھا کر دیا۔ دوطرح کے پچھو نے کچھ اچھا کر دیا۔

”ہاں..... مونا بھائی مت پوچھیں۔“ دوطرح کے راس بتائے۔ پچھو نے کچھ اچھا کر دیا۔ دوطرح کے پچھو نے کچھ اچھا کر دیا۔

”ہاں..... مونا بھائی مت پوچھیں۔“ دوطرح کے راس بتائے۔ پچھو نے کچھ اچھا کر دیا۔ دوطرح کے پچھو نے کچھ اچھا کر دیا۔

”ہاں..... مونا بھائی مت پوچھیں۔“ دوطرح کے راس بتائے۔ پچھو نے کچھ اچھا کر دیا۔ دوطرح کے پچھو نے کچھ اچھا کر دیا۔



فروری کے موسم کی بے خودی

جاسوسی کے شمارے کی بے ہوشی روشنی

اولین صفحات

بے وفا کی بے حاصل میں دھماکا ساز ساتوں کی نذر ہو جانے والی خواتین کا نوخیز دہشت اور دہشت کا سستی خیر گراؤ۔ ”زویا اعجاز کے قلم سے ان منہ سہائی کا احوال۔“

انگاریے

دشمن کے قلم سے آہنی اصحاب کے ایک چیمپین کا اہتمام۔ بہت اور چنگ کی گفٹ میں آگے رہتا طاہر جاوید مغل کے راز دہشت کی ایک انوکھی

آوارہ گرد

چلچلیاتی دھب میں بزمِ عتیق میں عتیق سے بربر پکارنا جوان کی سرگرمی

عبدالروب بھٹکی کی سلسلے دار کہانی

سورج کے رنگ

خوابوں کی سرزمین پر ایک ساتھ قدم رکھنے والے دوستوں کا انکسار۔ سرور کی انوکھی جہیز زہر چٹائی گھبراہٹ میں کرتا۔ مگر زندگی کی جھنجھوٹ زہر چٹائی پر تپتا ہے۔ سرور کی ایک عجمی کہانی۔

چھٹی نکتہ چینی

مجھے اس سے سوال جواب کرتا اچھا نہیں لگتا۔" ریم نے سہولت سے انکار کیا تو مونا ہونٹ چبا کر کہہ دی۔
 "بھیس..... بھائی کلاسٹام اور سعد گزرا گیا کیا دیکھیے گا۔" ریم نے مونا کی خاموشی کو کھوس کر بڑے خرد و ہنسی کرتی، بڑی بھالی کی باتوں سے اسے لاکھ اختلاف بھی مگر ان کے سامنے بان چلانے کی تدبیر اس میں بہت مہجی اور نہ ہی اس کی عادت یا شایاں اس کی تربیت یا خون میں بڑوں سے بڑائی شال بھی نہیں تھی۔

☆☆☆☆

"پاکل لڑکی..... میں نہیں سمجھتا تھا..... تم چھوٹی، چھوٹی، چھوٹی باتوں کو دل سے لگا کر..... زندگی میں یہ سب چھڑا رہا ہے۔" سعد نے بڑے پیار سے ریم کی طرف دیکھ کر بھانپتا چاہا۔
 "نہیں..... مگر اس قدر ملکی یا انصاف پریر اور دل رکھتا ہے۔" ریم نے تیر بھاتے ہوئے اس کی طرف دیکھا تو وہ گاہ چپ کر گیا۔

"یاد رکھ رہا ہوں کہ اتنے سختی انداز میں کیوں لگتی ہو..... غالبہ بھائی کا پتا ہے اس پھر بھی تم اسنے سالوں میں عادی نہ ہو سکیں..... اس نے ایک بار پھر بھانپتا چاہا۔
 "اچھا..... ایک بات یاد ہے، بولی انصاف کی بات ہے کہ بھائی ہمارے لیے عجیب و غریب قسم کی سزائیں لپکا کر رکھ دیتے ہیں..... اس نے بھنا کر کہا۔
 "تو تو لگتا ہے کہ وہ فیک کر رہی ہیں، پچھلے دو ماہ میں تم نے جس تیزی سے وزن بڑھایا ہے، مجھے تو ڈر لگنے لگا ہے کہ وہیں کی کوئی کٹ ہال نہ رخصت کر کر لے جاتی پڑے۔" وہ ایک دم ہنس دیا۔

"نشت اپ..... سعد! ریم میں سب سے بڑی برائی یہ تھی کہ اس سے تنقید برداشت نہیں ہوتی تھی اس وقت بھی بڑی بڑی طرح سے برا مانا۔
 "موسو موسو....." سعد نے شرارتی انداز میں کان بچا کر۔

"اپنے بچوں کے ہاتھ چھو چر جانے پر اٹھ کر کھاب یا اٹھ سے تلے چل دیتی ہیں..... اس کی تان وہیں

سے جڑی ہیں اسے ٹوٹی تھی۔

"اچھا یہاں تو پھر تم بھی کچھ اور بنالیا کر..... کوئی ضروری ہے کہ مجھے خون جھلائی رہو۔" سعد نے پیار سے اس کے گالوں کو پکڑ کر لٹکاؤں کے پیچھے اڑسا۔
 "اگر میں ہنسنے میں ایک سے دو بار لپا ہل کر کھالوں تو..... وہ بھانے، بھانے سے سنائی ہیں کہ..... ابھی ہاتھ پکڑ لیتے تو اتنے ڈھیر سارے کھاب ہٹاتے تھے آتی جلدی کیسے ختم ہو گئے۔" اس نے منہ بنا کر کہا۔
 "آب..... تم تو کون کی غنایت میری مجھ سے ہلاتے ہے..... چھوٹی، چھوٹی چیزوں کے لیے کتنا سوچتی ہو..... ہو سکتا ہے کہ وہ ویسے ہی ازل رانی ہوں..... تم بہت کواپنے اوپر کیوں لگتی ہو..... اس نے پیر اور صورت بنائی۔
 "تو کیا کریں..... اللہ نے دماغ دیا ہے تو سوچیں گے اس..... وہ سناٹی۔

"یاد رہتی مشکوں سے غم کھال کرتے سے ملے، چند بار میری باتیں کر کے آتا ہوں اور پکڑے کہ تم پر میرے جذبات کا کڑا سا بھی اثر ہو..... جس جگہ میں اس کی راتی ہو..... اس نے جذبات سے چور پچھ میں بتا چاہا۔
 "تم سے اچھی تو مونا بھائی ہیں..... وہم از کم..... میری بہر بات تھی تو میں..... مجھے حوصلہ بھی دیتی ہیں۔"

اس نے سعد کی طرف ملاحتی نگاہوں سے دیکھا اور گھڑی ہوئی..... بھلی، بھلی بڑی ہوئی شیو اس کی خوب روئی میں اٹھنا سے کٹا ہوا شہر دہی میں..... وہ بھی بالوں میں ہاتھ پھیرتا ہوا اڑ گیا۔

"ایک بات کہوں ریم..... چائیں مجھے ایسا کیوں لگتا ہے کہ یہ مونا بھائی ہی ہیں جو تمہارے اور غالبہ بھائی کے بیچ کی دیوار بنی ہوئی ہیں۔" اس نے پُرسوج انداز میں کہتے ہوئے ہاتھ قہقہہ کرتے روکنا چاہا۔
 "میں..... جلدی ہوں..... تم تو ہمیشہ مجھے ہی غلط ثابت کرتا..... وہ ایک دم رد ہوئی اور جانے کو قدم بڑھا دیے۔

"سنو..... میرو مطلب نہیں تھا..... سعد نے فوہ پیچھے سے پکارا مگر جانا تھا کہ ریم نے نہ کیا نہیں۔

"اللہ..... میں اس سے وقف لڑکی کا کیا کروں؟" اس نے ریم کے جانے کے بعد اپنا ماتھا پیٹ لیا۔
 "یہی ہے کہ کالج کی بنی رہی تو..... دینا تو پھر چارے گی..... اس کے لبوں پر ہنسی، مگر اس گراہمت چھائی۔
 ☆☆☆☆

نرم و ہانک ریم حیات صحیح معنوں میں خوب مورت لگاتی تھی لگائی چہرے پر جاوہر چمکتی سبز آنکھیں، ہواؤں سے آنکھیاں کرتے لیے مجھے اپنے الٰہ محبت کا سرمایہ کٹھناتے سرخ دینہ ہونٹ، چمکی ہاتھ اس کے وجود میں ایک خاص قسم کی کشش تھی سب سے زیادہ جمن اس کا معصوم سا دل تھا جو پیاہر کو دلرب سے پاک تھا۔ ایسی بات سے سعد کو لگا لگا تھا وہ ہر طرح سے ہر کسی کی باتوں میں آ جاتی، اسے خوف آتا تھا کہ کہیں اس نے اس کے ہاتھ سے لڑ لکھا چوت نہ جاتی تھی کہ وہ اہوا بھی مشکل ہو جائے۔

وہ اس کے بہت پیار کرنے والے مرحوم ماموں حیات تھی اور اس کی..... دونوں بچپن سے ہی ایک دوسرے کے گھر سے دوستی کرتے گھر پر وہ اپنی تعلیم مکمل کرنے کے لیے باہر چلی گئی۔ سعد بھی اپنی تعلیم مکمل کرنے کے لیے باہر چلا گیا۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد جب اس کی واپسی ہوئی تو ان دونوں کے ہم بھی چھٹیوں پر کھڑا ہوئی تھی تو چھوٹے بچے کیسے کٹے کی خوشی میں خاموشی کی دھت کر دی۔

ریم کو کچھ دنوں کے ساتھ..... ان کے کمرے آگئی ہوئی تھی اور اس کی چھوٹی بہن اس کی کمرے پر ایک دم زور سے ٹھکھنکھناتی تو سعد کی نگاہیں اس کے ہونٹوں پر جم گئیں..... یوں لگتا جیسے کالج کے سولی ایک ساتھ گرے چلے گئے ہوں اس کے ہاتھیں گال پر پڑنے والے لکھنوتے سعد کو اٹھایا لیکن یہ پھر ماری حریف لگنے دو دیا۔ وہ اجازت طلب کیے بغیر بڑے غمگین سے سعد کے دل کی کان بن چکی..... چائیں، کب، کب، اس کی معصوم آنکھوں نے آہستہ آہستہ سعد کے دل و دماغ کو جکڑا اور پیار کے سمندر کی طرف دھکی دیا۔ وہ چن مرنے نے بیٹے کی نگاہوں خائب کیا اور یہی کہنے ان سے ملتا پیار دیا

دل کی کھول

کر سکا وہیں اور بن کے بیٹے کی مرضی جان میں..... سن یہاں سن میں ریم کو کہو یہاں کے تھیرا لاکھ مرن کے شوہر مرنے والا تھا کہہ گئے۔ یہی اس کی شادی اپنے دوست کی بیٹی سے کرنا چاہتے تھے۔ مگر اس معاملے میں ان کی ریتوں کی کیونکہ سعد کی بھی یہی مرضی تھی..... اس لیے جب ہونا پڑا۔ ریم کیونکہ سب سے چھوٹی تھی اس کی آتی جلدی شادی تو سوال ہی پیدا نہیں ہوا تھا۔ اس نے صرف بات کہی کی گئی اور اس کی عمل مکمل کرنے کے بعد ان کا ملن ہونا ممکن تھا۔ اس دوران سعد بھی اپنا بڑس آگے بڑھانے میں جت کیا۔

وقت گزرتا چلا گیا، دونوں بھائیوں کی شادی ہو گئی..... آگے چھپے والدین کی زد گئے..... اب ریم اپنے بڑے بھائی انظر حیات کے ساتھ رہتی تھی جبکہ دوسرے بھیر والے بھائی بشر حیات اسلام آباد شفٹ ہو گئے تھے مگر ان کی بیوی سارا زینہ فون کر کے اپنی زندگی بھر کی ریتوں کر رہیں..... وہ ہیں نہ بچپنوں کو چند منٹوں میں سعد اور ریم کی شادی کا قصہ نہ دیا تھا مگر غالبہ سے تیار کی مکمل نہ ہونے کا بیان نہ کیا تھا بل ہال دی گئی، جس پر ریم بھٹے سے اٹھ گئی۔

☆☆☆☆

"تم..... یہاں..... کیسے بنا تاتے۔" خیریت تو ہے..... مونا نے دروازہ کھولا تو ایک روٹی کی ننڈ کو سامنے پا کر حیرت سے کہہ چکا۔

"مجھے اب دہان دہان رہا، میں سب کچھ چھوڑ کر یہاں آ گئی ہوں۔" ریم روٹی ہوئی چھوٹی بھائی سے لپٹ گئی۔
 "ارے..... ہوا کیا..... کچھ بولو تو سہی۔" مونا نے اسے خود سے الگ کر کے پچھا۔ بشر بھی آواز بن کر لاؤنگ میں داخل ہوئے۔
 "بڑی بھائی، اس بات کو تد کر دی ہے۔" وہ بری طرح سے غصا کھائی دے رہی تھی۔
 "اچھا..... اچھا آؤ یہاں آرام سے بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔" بشر نے ہمیں کو اپنے ساتھ لگا کر

دل کے کھولنے

”اکابرز اقدم اغانے ہوئے تم نے مجھ سے ایک بار بھی پوچھے کی دشت گوارا نہیں کی۔“ اس کا لہجہ قدرے ترش ہوا۔

”سورہ... میں جوش میں آگئی تھی اور اندیو کا کھلنے کے لیے کہ یہاں جلی آئی۔“ اس نے ہاتھ ملتے ہوئے اپنی بے وقوفی کا اعتراف کیا۔

”اچھا... پھر ایسا کیا ہوا...“ جو کہیں ایک ہفتے ہی میں مجھے بلانا پڑا؟“ ”سعد نے بغور دیکھ کر پوچھا۔

”میں یہاں بڑے مان سے آئی تھی مگر اب احساس ہوتا ہے کہ میں تو اس عورت کو جانتی ہی نہیں ہوں...“ وہ سوتا بھاتی تو کھوٹی ہیں جو روزانہ خون کر کے میری خیریت سے پتا کرتی تھیں مجھ سے بددلی جتاتی تھیں، مجھے عالیہ بھائی کی جلی جلی باتوں کے جواب میں بھیجے کا حوصلہ دیتی تھیں... یہ تو کوئی اجنبی خاتون ہیں۔“ وہ بولتے، بولتے بھوٹے بھوٹے کر رہی۔

”رہیم... میری جان میں اسی دن سے ڈرا تھا کہ کہیں تمہارا بھرم بیوقوف جانے لے اسی جیسے نہیں تھا تھا مگر تم اپنی بے وقوفی میں اس عورت کے لڑاس سے باہر نہ نکل سکیں۔“ سعد کو اس پر ترس آنے کے ساتھ بے ساختہ پتا چلا۔

”مجھے یقین ہی نہیں آتا کہ کوئی اس قدر بھی بدل سکتا ہے۔“ اس کے چہرے پر دھوکا بھرا۔

”بوجھ...“ سعد نے سر ہلایا مگر بولا، پکھنکھن۔

”بھئی... تو میری اس حرکت پر عجیب تھا ہوں گے۔“ رہیم نے بے قراری سے پوچھا۔

”ہاں خفا تو بڑے آگے آئیں سچائی پتا چل جاتی مگر عالیہ بھائی نے بات سمجھائی اور ان کو یہ ہی بتایا ہے کہ شادی سے پہلے تم کو بددلتی بشر بھائی کے ساتھ گزارنا ہے۔“ سلام آباد کی بولی ہو۔“ سعد نے اس کا ہاتھ تمام کر کر لیا۔

”شادی... کہیں کی شادی؟“ وہ چونک گئی۔

”بھائی... شادی اور کسی۔“ وہ مطمئن انداز

اس نے معمولیت سے بتایا تو رہیم کے ہاتھوں سے بری ہو چھٹ گئی۔ سوتا نے چہرہ ہوتے ہوئے رمدھ کو ڈاکٹر شروع کر دیا۔

☆☆☆

”رہیم... ایک منٹ باہر آؤ...“ سعد نے کمرے کے دروازے پر دھک دینے کے بعد اسے دھیرے سے پکارا۔

”تم... تم آگئے؟“ رہیم نے لپک کر دروازہ کھولا اور وہی اعلان سامنے دیکھتی چلی گئی۔

”آؤ...“ لان میں بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔“ سعد نے اس کا ہاتھ زری سے تھما، عالیہ بھائی کی بات اور حتیٰ کر وہ سوتا بھائی کی فطرت کو اچھی طرح سے پہچانتا تھا، اس لیے اس کے کمرے میں قدم نہیں رکھا۔ باہر لان کی کسی پر بیٹھ کر بات چیت شروع کی۔

”مجھے داہن لے چلو...“ پیرزادہ بے ہوش پچے کی طرح سعد کا بازو تھام کر بولی۔

”پہلے تو یہ بتاؤ کہ تم آج بے وقوف کیوں ہو۔“ اس کے چہرے پر کچھ بھیج کر رہیم کو لڑانے لگی۔

”میں... میں...“ رہیم نے لپکی ہی ہوئی۔ اس نے ہلکت

خوردہ انداز میں اعتراف کیا۔

”میں حریف کچھ بولوں؟“ اس کی ہونٹوں کی ترشش میں مگر اہمیت ابھری۔

”کچھ اور بھی کہنا ہے؟“ رہیم نے ہوس اچکا نہیں۔

”ہاں... مگر...“ پہلے تم وعدہ کرو کہ برا نہیں مانو گی۔“ وہ یقین حاصل کرنا چاہتا تھا۔

”آپ تم ایسا کیا کہتے والے ہو؟“ وہ ہونٹ میچ کر اس کی جانب دیکھنے لگی۔

”کہنا تو بہت تھا مگر ابھی صرف ایک بات کہوں گا۔“ اس کا لہجہ دھکی ہوا۔

”ہاں... بولو...؟“ رہیم نے لڑتی پکلیں اٹھائیں۔

”میں...“ رہیم پر اڑھانیں پڑیں۔ ”اس نے کھڑکیا

”لپکی کوئی بات نہیں، مجھے تم پرانی ذات سے

بڑھ کر اعتبار ہے۔“ وہ مطمئن کچے میں سعد کی آنکھوں میں

آنکھیں ڈال کر بولی۔

”میں تو ڈانٹتے پر ہوں۔“ یہ کہیں سوپ ہٹا کر لپکی

لپکا ہٹا رہے دوست کے یہاں سے کھانا کھا کر آئیں گے۔“ تم ایسا کرو۔“ چائے کے ساتھ بریلے لگو۔“

سوتانے بڑی رکھائی سے جواب دیا۔

”اچھا... ٹھیک ہے۔“ وہ ایک دم انفرادہ ہو کر

کھیل میں چائے کا پانی بھرے لگی۔ اسے یہاں آئے

کچھ ہفتہ کر دیکھا تھا مگر سوتا بھائی کی بدلیں کراس کے

پچھلے بھڑا رہے۔ وہ تن باتوں پر عالیہ بھائی کو برا بھلا بھی

نہیں خود اس سے بھی دو ہاتھ آگے نکلیں۔ وہاں تو افسر

بھائی اس کا ساتھ دینے کھڑے ہو جاتے تھے مگر یہاں

بشر بھائی کی محال نہ کی کہ وہ یہیں تک کسی ایک لفظ

بھی بول نہ سکے۔

بولتے ہی کہیں ان کا پیش و آراہم اور جھٹکے ملنے

میں رہاں سوتا بھائی کی سرکاری نوکری کے مل بوتے ہی

تھی۔ اسی لیے یہی سے دب کر رہے اور سوتا

باتوں میں رہیم کو بھی احساس دلاتے کہ اس نے یہاں

آکر زندگی کی سب سے بڑی بھول کی ہے۔ اب بھی

وقت ہے نوٹ جانے رہیم کی تسلی جبران کی کہ وہ سوتا

دلا سادیا اور سوتانے پر بٹھایا۔

”مجھے بہت تکلیف پہنچائی ہے۔“ مجھے اب وہاں

نہیں رہنا۔“ وہ لپکی میں سر ملاتے ہوئے ایک ہی بات

رہت رہی تھی۔

”نہیں کوئی وہاں نہیں بھیجے گا۔ پہلے مجھے اصل

واقعہ بتاؤ۔“ بشر جوش و خروش سے بہن کو تسلیاں دے

رہا تھا مگر سوتا نے جس چپ چپ کھڑکی تھی۔

”وہ سعد سے میری کئی توڑنا چاہتی ہیں بھائی۔“

اس نے روتے ہوئے بتایا۔

”کیا... عالیہ بھائی کا دماغ تو ٹھیک ہے۔“ بشر

حیرت سے کھل پڑے۔

”بھائی نے مجھ سے صاف کہہ دیا ہے کہ وہ

ایک سال تک اس پڑیشن میں نہیں ہیں کہ میری

شادی کر لیں؟ اس لیے اگر وہ انتظار کرتی ہیں تو کہیں

دردناں کی مرضی۔“ اس نے پچھان لیتے ہوئے پوری

بات بتائی۔

”اچھا... مگر یہاں کے بھائی کو روکا کیوں نہیں؟“

بشر کو ابھی تک یقین نہیں آ رہا تھا۔

”اگر بھائی میں ہوتے تو یہ مشکل چھوڑ دیتی، وہ

تو اپنے بڑے بھائی کے ساتھ ایک ماہ کے لیے نوکری گئے

ہوئے ہیں۔“ رہیم نے آنکھیں کھڑکی سے دیکھ

کمال ہے۔“ سوتا نے سارا سے ٹپکے ہوئے اور کسی

نے ہم سے مشورہ لینے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی۔“

سوتا نے ترخ ترخ سا

”تم نے کون سا ان لوگوں سے ایسا تعلق قائم کر

ہے۔“ بشر نے التابیہ کو لٹکا دیا۔

”بھائی... اب میں نہیں رہوں گی۔“ رہیم

نے بڑے دن سے کچھ جواب میں نہ تائیدات میں سر

بھی نہ ہلائی۔

☆☆☆

”بھائی... کھانا کیا بنا جائے... بہت زور سے

بھوک لگ رہی ہے؟“ وہ دوک کر کے داہن لونی تو سوتا

سے پوچھا۔

میں اسے دیکھنا چاہتا تھا۔

”جہاڑی“ شادی؟“ اسے اچھپتا ہوا۔

”ہاں..... گھنٹے پہلے جہاڑی شادی ہو رہی ہے۔“

وہ پیار سے اس کی لٹ چھوتے ہوئے بولا تو اس کے اندر سکون چھا گیا۔

”اچھا..... سنو..... اب کھر لوٹنے کی تیاری کرو۔“

میں جیسے عالیہ بھائی کی اجازت سے لیے آئی ہوں۔“

اس نے سکون سے کہا۔

”ہاں..... مگر وہ بڑی بھائی.....“ وہ کچھ ہو لے،

ہو لے رک گی۔“

”ایک منٹ رہ، میری ایک بات مانو گی۔“ اس

نے بڑے مان سے اس کی جانب دیکھا۔

”ہاں..... بالوں کی؟“ وہ اتھا تک چٹکی کی کہ بنیر

جست کے انجائٹ شہر ملادیا۔“

”اپنے کھر کی ڈلیز پار کرنے سے قبل بھائی کے

غلاف دل میں موج دوتا دو نکال چھینکا۔“ سعد نے اسے

جائے کیا سمجھا تھا۔

”میں ہی سب کچھ کرتی ہوں ناں..... وہ تو

جیسے.....“ وہ ٹھوڑی چڑکی کھر سعد لے اسے ہاتھ اٹھا کر

کچھ کہنے سے روکا۔

”رہم میری جان سمجھنے کی کوشش کرو۔ عالیہ بھائی

زبان کی لڑکی کی کھر دل کی کسی نہیں ہیں۔ نہیں نے

جو کچھ بھی کیا اس میں تمہاری بھلائی چھپی ہوئی گی۔ میں

کچھ لوگوں میں بتا دیتا ہوں، عالیہ بھائی کچھ زیادہ سی

صاف دواؤں کو بولی چیں مگر ان کی لڑکی کیل باؤں کے

پیچھے تمہاری بھلائی چھپی ہوئی ہے۔“ اس نے دھیر دھیر

سے سمجھایا۔

”میں..... نہیں مانتی۔“ اس نے ٹٹنی میں سر ہلایا۔

”تم جانتی ہو کہ میرے بابا..... جہاڑی شادی کے

کتنے مخالف ہیں۔ مگر اکیس وجہ سے مشکو سے یہ

رشتہ چلے پایا، اسی لیے بھائی ہم بیٹوں کے یوں رات

کھے باہر گھر سے بھرے کی مخالف میں کہیں بابا نے

دیکھ لیا تو انہیں رشتہ ختم کرنے کا موقع مل جائے گا۔“ وہ

بولتا چلا گیا۔

”وہ جو..... ہر وقت کی باتیں سنا، کھانے پینے

پر پابندی..... وہ دل میں شک کی بات نہ بان پر لے۔“

”تم نے ابھی سرال بھگت نہیں لے۔“ بھائی

جیسے آنے والے کھل کے لیے تیار کر رہی تھیں اور

تمہارا دل میں دھڑکنے سے بڑھتا شروع ہوا.....

اسی لیے انہوں نے کھانے پینے پر پابندی لگا لی تھی۔“

اس نے وہ ساری باتیں بتا دیں جو اسے عالیہ بھائی

سے بتا چکی تھیں۔

”جیسے کھر جہاڑی آئی مگر انہیں کون سی پر دانی۔“

ایک اور کھوہ لوہوں پر چلا۔

”تمہارے یوں کھر سے غائب ہو جانے پر ان کی

حالت خراب ہو گئی گی، مجھے ہلا کر خاموشی سے سب کچھ

بتایا۔ اگر وہ ٹھٹھ سے ہوتی تو جیسے بدنام کرنے کا اس

سے اچھا موقع تو انہیں دوسرا نہ ملتا۔“ سعد نے ڈاؤ۔

”ہاں..... یہ تو ہے۔“ وہ قہقہہ بولی مگر ایک دم

سعد پر غصہ آیا۔

”اور، تم..... تم نے بھی تو مجھے یاد نہ کیا۔“ اس کا

تہجیر ہونے ہوا۔

”میری جان میں نے جیسے ہی اذکار کی کھر تمہارا

نمبر بند کر دیا تھا..... میں تو خود پاگل ہو اٹھا تھا..... تم

ساتھ ہو میں تو اس طرح بتا دیا کھر سعد نے دیکھ گئے

جیسے میں نے سارا دیا..... میں پوچھتا ہوں تو کس سے؟

آخر بدنامی والی بات جس سے سب سے چھپتا ضروری

تھا، وہ تو مجھلا ہو مگر بھائی کا جنہوں نے ہمیں کال

کر کے تمہارے یہاں تکفیف کی اطلاع دے دی تو سکون

ملانے میں لب پہنچتے ہوئے بتا یا وہ چٹکی رہ

گئی..... غلطی پر ہو گئی۔“

”عالیہ بھائی تو انہیں مگر کھلانے کے لیے اسی

وقت لکھ لیں تھی میں کھر میں نے روک دیا تھا۔“ سعد سانس

لینے کو رکا۔

”تم نے انہیں کیوں روکا؟“ اس نے جھلکیں

اٹھائیں اور سوال کیا۔

”ناک۔“

جیسے احساس ہو جانے کے بھولی

صورت والے دل کے کیسے کھولے ہوئے ہیں۔“ سعد

بٹس دیا۔

”تم کہنا کیا چاہتے ہو؟“ اس نے منہ بنا کر پوچھا۔

”یہ سی کھر میری زندگی میری جان جیسے لوگوں کی

پہچان کھل ہے۔“ اس نے پیار سے دیم کے بالوں کو کھا ڈا۔

”عالیہ بھائی زبانی کی لڑکی میں کھر دل کی صاف

ہیں..... وہ کچھ تمہارا ہاتھ چاٹتی تھی..... شادی کے

لیے بھی انہوں نے اس لیے منع کیا تھا کہ وہ جیسے بڑی

حکوم دھام سے دھار کرنا چاہتی تھیں جیسے ہمارے جان

کی خواہش کی کھر تم اپنی غمی سوچوں کے تخت ان کی پوری

بات سے مجھے بغیر دہاں سے کھل پڑیں۔ پتا ہے جب ہمارا

لے انہیں دیکھ دی کہ اگر کچھ کام چلیا تو وہ درختی

کر داتے نہیں آئیں گی۔ کچھ کرنا کہ وہ شادی پر ماس

ہوئیں۔“ سعد نے تفصیل بتائی۔

”ہاں..... تو کیوں نہیں مانتیں..... ملتے میں ان

کی جان جڑ چھوٹ گئی گی۔“ وہ ہلایا۔

”انہو..... بھڑکی ہو گئی۔“ سعد نے سر پہنچا لیا۔

”عالیہ بھائی نے تمہارے نام پر ابھی غامی دلم

پنک میں لپٹا کر ڈال دیا۔ ان کا کہنا ہے کہ اس

کھر رہیم کا بھی اتنا ہی حق ہے جتنا باقی سب کا۔“ سعد

نے اس کی غلطی دور کرنا چاہی۔

”تم..... کچھ کہہ رہے ہو..... اور میں بے وقوف

ساری عمر بھائی کا چہرہ اور بھائی کو کھا چھتی رہی۔“

اس نے اپنی کم گتھی کا تیری اذرا مڑا لیا۔

”مہل میں جب ماموں اور مائی نے

ریاضت کے بعد بھائی کے ہاتھوں میں کھر کا

انعام سونپ دیا تھا تو مونا بھائی کو یہ بات بہت بری

لگی۔ انہیں خدشہ ہوا کہ انہیں انظر بھائی پر جیز پر

قاضی نہ ہو جائیں۔ انہوں نے جاکر کے جاکر کے ہوا سے

کا مطالبہ کر دیا۔ اس بات پر سب کی عقل دنگ رہ

گئی۔ تم اس وقت باطل میں تھیں، اس لیے کھر میں

ہوئے والے ہنگاموں کی خبر نہیں نہ ہوگی۔ پہلے تو

دل کے کھولے

ماموں نے جاکر دے کھر کرنے سے انکار کر دیا مگر

اس خدی عورت نے کھانا پینا چھوڑ دیا..... ان کے

اتنے ہنگامے ہوئے جب کوئی نہ مانا تو بمش بھائی اس

قدر بردبار ہو گئے کہ وہ باپ اور بڑے بھائی کے

مقابل آگئے۔ ماموں جان سے نکل آکر بمش بھائی کو

ان کے کھر کی دلم تھادی، وہ بیٹے کو ہدا کر نہیں

چاہتے تھے کھر کھر کا باول ٹھیک کرنے کے لیے بمش

بھائی کو اپنا انتقام کہیں اور کرنے کا کہہ دیا۔ اس واقعے

کے بعد سے چھوٹی بھو کی وقعت ان کی نگاہ میں

بالکل نہ رہی۔ سب عالیہ بھائی کو ہی عزت دینے

لگے۔ مونا بھائی دہاں سے کھل تو آئیں مگر جھٹائی کے

لیے ان کے دل میں کبک رہ گئی۔ جب خاندان

بمشر میں عالیہ بھائی کی طرح میں منتیں تو بل بھن جاتیں،

بہن بھرا انہوں نے نہیں اپنا غم وہاں لایا۔“ سعد نے اس

کا سر جھٹکے ہوئے تفصیل سے ساری بات بتائی۔

”آئی..... میں کٹتی پاگل تھی جو مونا بھائی کی باتوں

میں جھپی میاوری نہ دیکھ پائی۔“ اس نے سر تھام لیا۔

”مونا بھائی نے اس پار سے غلط میں میرے

ساتھ اتنا برا سلوک کیا، میرے برا کام میں کبڑے

لگائے..... مجھے اپنی تھقیہ کا کاشا نہ بنائے رکھا اور بھائی کے

کان بھر کے انہیں غمی میرے خلاف کر دیا۔“ وہ روتا رہا مگر

کر بولی۔

”تم..... پھر کیا ارادہ ہے..... اپنی پیاری مونا

بھائی کے ساتھ رہنا ہے یا دادیں عالیہ بھائی کے علم دسم

سننے کے لیے اسی کھر میں لوٹا ہے؟“ سعد نے شرارت

بھری نگاہوں سے دیکھا۔

”مجھے اپنے کھر جانا ہے۔“ حقیقت جاننے کے

بعد اس کا دل بڑی بھائی کی مہربان آغوش میں سنا کے

چل اٹھا۔

”بس..... تو پھر..... چلو.....“ اس نے مسکرا کر

ہاتھ بڑھایا تو ریم نے ہماری مردانہ ہاتھ کھر کر طرانیہ

سے انہیں بند کر لیں۔

تخلیق کائنات سے لے کر اب تک... کئی ادوار بدلے مگر عورت کی کہانی ہر دور میں لگ بھگ وہی رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں رشتوں کی ڈور میں باندھا تو اس کا مقصد یہ تھا کہ ہم اپنی تخلیق کے مقصد کو اور بھی خوب صورت بنائیں مگر اس کے پیدا کردہ دل میں جذبہ بھی اسی کے پیدا کردہ تھے۔ محبت، نفرت، رشک، حسد، رنج، غصہ اور خوشی... اب ہم پر منحصر ہوتا ہے کہ ہم کس جذبہ کو خود پر حاوی کر لیتے ہیں، یہ ہماری خصلت بن جاتا ہے اور ہماری کل شخصیت کا خلاصہ... بھی ہمارے کردار کی تعمیر کرتا ہے اور ہم اسی کا تاثر دوسروں پر عمر بھر کے لیے چھوڑتے ہیں۔ ہماری عادات صرف ہم پر ہی نہیں بلکہ دوسروں کی زندگیوں پر بھی اثر انداز ہوتی ہیں۔ کسی کی زندگی کا سفر کس طرح سہل یا کلن ہوگا ہے اس کا انحصار ان لوگوں پر ہوتا ہے جو ان کی زندگی کے اہم کردار ہوتے ہیں اور جن کا ہونا یا نہ ہونا اہمیت رکھتا ہے۔ پیدائش سے لے کر اپنی موت تک رشتوں کی ڈور سے بندھے ہوئے کردار زندگی کو ہنس کر گزارتے ہیں یا رو کر، مشقت سے سانس لیتے ہیں یا خوشیوں کے ہنڈیوں میں چھلکے ہوئے اس کا سارا دار و مدار ان سے وابستہ رشتوں پر ہوتا ہے۔ وقت بدل جاتا ہے مگر کہانی وہی رہتی ہے اور اپنی باری سے اس میں مختلف کردار شامل ہوتے رہتے ہیں۔

زندگی کا ایک نیا دور شہباز مرزا سے شروع ہوا تو ہوائی ایک چشم کشہ ہے.....



”یہ یوسف کچھ عجیب سا نہیں ہو گیا امرت؟“ تھنا نے موضوع بدلا تھا۔

”عجیب..... کیا مطلب؟ کیا عجیب کچھ نہیں اس میں؟“ میں نے اس کا سوال کچھ لیا مگر میں وضاحت چاہتی تھی۔

”وہاڑے..... گھڑاؤں، بچے، بچہ بچہ سا“ تھنا نے کہا۔

”اچھی تبدیلیاں نہیں ہیں یہ ساری کیا؟“ میں نے سوال کیا۔

”ہاں ہیں تو ابھی مگر ایک بندہ پہلے کچھ اور طرح کی انتہا پر ہوا اور پھر کسی اور انتہا پر چلا جائے۔“

”جتنے لوگوں کی زندگیوں میں بھی مذہب کی وجہ سے تبدیلی آئی ہے وہ اسی طرح ہوتی ہے تھنا انسان باطن سے بدلے ہوئے اس کا اثر ہمیں صرف ظاہر میں ہی ہر گز مختلف نظر آتا ہے۔ اس کی ایسی تبدیلی کو ہمیں مٹی امداد سے نہیں دیکھنا چاہیے۔“

”مگر تم کہیں، میں بالکل مٹی نہیں سوچ رہی۔“ اس نے فوراً تردید کی۔ ”مجھے اس کی تبدیلی اچھی لگی ہے مگر اس سارے میں کچھ عجیب ہے جس میں شاید ہمیں الفاظ میں سمجھنا ہی پاس کی۔“

”اچھا بھڑو..... خیر کم سے کم وہ لگے گھیر کا کیا نام ہے اور کیا کرتا ہے، دیکھتے ہیں بھائی ہیں؟“

”ایک، ایک کر کے بابا.....“ وہ لمبی..... ”اسے دھیرے دھیرے سوال! اس کا نام مطالل ہے اور اس کے چھوٹے بھائی کا نام طیب ہے، دہس دو بھائی ہیں۔ مطالل میڈیکل کے آخری سال میں پڑھ رہا ہے اور اس سے ایک سال چھوٹا طیب زیل ایل کی کے آخری سال میں ہے، بہت سادہ دھڑوں میں ہیں۔“

”اچھا اٹھنا اٹھنا“

”مگر کچھ بتا رہی ہیں کہ ان کا ارادہ دونوں بیٹوں کی انٹرنیٹ شایاں کرنے کا ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ پچھواڑے خاندان میں طیب کے لیے کسی کو انچھارہ دیکھیں.....“

”شرم کرو..... چار سال سے بیات ہے تو کسی ہوئی اور کادور سال پہلے نہیں بتا ہے تو کیا ہوتا؟“

”کسی سے چپکنا اور بات ہے اور شادی کرنا دوسری بات.....“ وہ لمبی..... ”خود کو ہی دیکھو..... منہ سے ایسی بات لگتی ہے اس کی کسی قسم کی.....“ دوری امرت..... ”خدا سے کہہ دو بیٹا کی۔“

”کوئی بات نہیں..... جو حقیقت ہے وہ تو ہے، میرے پاس کی وہ باب مجھے میں بھولنا چاہتی ہوں مگر بھلا نہیں پاتی کسی نہ کسی طرح سے سامنے آ گیا تھا ہے۔“

”سہواری امرت.....“ اس نے میرے سامنے ہاتھ جوڑے۔ ”میرا مقصد ہر گز تہذیبی دل آزاری نہ تھا مگر مجھے یہ سب سمجھنا ہی نہیں کیونکہ تم اپنی زندگی میں ہوں۔ ان تاندرے سے لوگوں نے میری بیٹاری کی بہن کی شخصیت کو سچ کر کے رکھ دیا ہے، ہم عدم اعتمادی میں چلا کر دیا ہے..... تم کہہ گئی ہو امرت، دیکھو، دیکھو، دیکھو ہوتا ہے..... کاش تم نے اپنی عمر میں سے اموی بات بیان کرنا۔“

”اچھا تو پچھو سے کہہ لوں کہ کیا یہ باخند میں سے کی کا رشتہ ہاں کرادیں.....“ میں نے اسے اس موضوع سے ہٹایا۔

”گاؤں کی لڑکی تو پند نہیں کریں گے وہ۔“

”وہ پریمی لکھی ہیں ان اور اس طرح گاؤں کی سادہ لوح لڑکیوں کی طرح بھی نہیں ہیں۔“ میں نے توجیح پیش کی۔

”میری بات حسد کی تو اس کے ہاں باپ نے تو اس کے لیے کچھ سمجھ لیا ہے میرا خیال ہے۔“

”اچھا..... میرے سامنے تو کوئی ایسا ذکر نہیں ہوا، بلکہ کسی بھی معاملے کا ذکر میرے سامنے نہیں ہوتا۔“ میں نے اسے سچ بتایا۔

”یہ کبیری ای کی کہانی بھی بتائی ہو گی؟“ اس نے سوال کیا۔ ”کیا داوی جان نے بتایا کہ ای کی شادی کسی سے ہوئی تھی، کیا کبیری پچھو اس سے پہلے ان کے سچ لکھنے کی ہوئی گی کیا.....؟“

”یقیناً کر دیتا.....“ داوی جان کہانی کا یہ سارا احوال چھوڑ کر چل نہیں اور میرے بھی بہت سے سوال لا جواب رہ گئے۔ ”میں نے چاہو بھی اسے بتایا کہ داوی جان نے ہاں ہاتھ پچھو سے کراخ کیا تھا اور یہ کہ وہ میری ایک طرح سے کسی بہن تھی۔ ہم دونوں نے ایک ماں کا دو بھائی ایک عمر میں ایک مگر میں اور ایک ساتھ بنایا تھا، ہم دوڑاں بہنوں کی طرح چلیں، بھینس جا کر چند گھنٹوں کے فرق سے پیدا ہونے والی ایک ہی باپ کی دو اولادیں! چلو کسی وقت اس کو یہ خوب صورت حقیقت بھی بتا دیں، میں نے دل میں سوچا۔“

”بھئی یہ سوچوں ناں امرت تو پناہ دو بے یقین سا لگتا ہے.....“

”کیوں داوی جان اور امواجان نے بھی تمہارے اور میرے سچ فرق کیا؟ کیا کسی جہیں لگا کر تم امواجان کی سچی اولاد دیکھیں ہو؟“ میں نے اس کی باپ کی کوڑ تو ناچا۔

☆☆☆☆

”یہ کیا ہے.....؟“ وہ اس پر دیا بے کاغذ کوکل رہا تھا۔

”پتا نہیں کیا ہے؟“ میں نے انجان بے کی ادال کی، حسب معمول نا کام۔ ”کوئی مل ہو گیا کوئی رہی؟“

”میں نے اٹھا کر اس کے قرب کمرے سے ہوا اس کے ہاتھ سے اسے لینے کی کوشش کی۔“

”میں بھی تو دیکھوں کہ کس چیز کا رہیہ ہے۔“ اس نے اس سہری کر رہیہ کر لیا کھولا۔ ”یہ کس لیے تمہارے دالٹ میں ہوں تو کیا رکھتا ہے؟“

”وو..... وو.....“ میں بھلائی اس رات میرا خیال ہے کہ کسی نے اسے زمین پر پھینکا تھا تو میں نے حسب عادت اٹھا لیا تھا جس میں طے کر گئے سڑک پر بھی کچھ اور اہوا نظر آئے تو میں اسے رک رکھا لی ہوں۔“

”اور اٹھا کر یوں دیکھ کر اسے اپنے دالٹ میں اندر دینی جب میں رکھ لیتی ہو؟“ اس نے طنز سے پوچھا۔

”شاید مجھے پھینکا نا بد رہا ہو.....“ میرے بیان میں کتنا جھول تھا۔

”اچھا بہار دیکھو کسی کر اس کے سامنے کن کر بھی کر کسی لیے میں نے وہ دیر چار رات اسے دالٹ میں سنبھال کر رکھا تھا۔ اس کا نام اور تفصیل میں نے اپنے فون میں لکھ لیے تھے، بعد میں انگریز پراس کی ہوشر با تفصیل پڑھ کر میرا داغ بھگ سے اٹھ گیا تھا۔ میں نے وہ دیر سنبھال لیا تھا کہ کسی وقت موقع ملا تو چاہے اس کے بارے میں بات کروں گی، ماما سے بات کرے گا کوئی نا کادہ دیتا۔ چاہو گے یہ جانا بہت اہم تھا کہ ان کا بیٹا کن جگہوں میں تھا۔ کیا، کیا برائیاں میں، جو چند دنوں کے اندر ہی مجھ پر کھل گئی تھیں اور چاہاں سے ناظم تھے۔ وہ جانتے بھی کیے، ماما اپنے بچوں کو بہت شہ دیتی تھیں اور جو کچھ وہ خواہاں چاہتے تھے وہ چاہو جبک ماما کے ذریعے ہی بھلا یا جاتا تھا۔“

”میری بات کان کھول کر سونگھ امرت.....“ کبیری گردن کو عقب سے پکڑ کر دھکیلی بار یوں دانست جھاکر اس نے میرا اٹھا لیا تھا جیسے مجھے کچھ ناچانے والا ہو۔ ”اگر تم نے میرے ساتھ کوئی چالاکی دکھانے کی کوشش کی، کبیری کوئی شکایت پاپا سے کی تو مجھ سے برا سلوک کوئی اور تم سے نہ کر سکے گا۔“ اس نے بھٹکا سے کر گئے چھوڑا تو میں گرے، گرے پڑی۔ میری ٹانگیں زخمی تھیں، چوراہہ دروازہ ہوا تھا۔ اسے دوسرے دھڑک رہا تھا جیسے بیٹے کی دیوار کو توڑ کر باہر کھل آئے گا۔ یقیناً یہی نہیں آ رہا تھا کہ یہ تو میری زبان تھی جسے مجھ سے محبت کا دھوی کیا تھا۔ اٹھنے والا وقت جانے اس کی شخصیت کی اور کتنی کر تھیں کھولے والا تھا۔

عینٹس رہتا تھا۔

”اگر میں کچھ لکھ دوں تو کیا تم اس کو نظر انداز کر دو گے؟“

”اگر کچھ لکھ دوں تو کیا تم اس کو نظر انداز کر دو گے؟“ اس کے بعد اگر تم نے ایسا کچھ لکھا تو کچھ لکھ کر میرے اور تمہارے بیچ کچھ تم ہو جائے گا، جس دن تمہیں اس کی پروا نہ ہوگی تو کچھ لکھ کر دہارے دھٹے کا آخری دن ہوگا۔“

☆☆☆

”چاچو..... کیا آپ جانتے ہیں کہ آپ کے بچے کیا کرتے پھرتے ہیں؟“ میں نے چاچو کو پیغام بھیجا تھا۔ میں نے ان سے پوچھا تھا کہ اس وقت وہ دفتر میں تھا تھا۔

”میں سمجھا نہیں جاتا؟“ ان کا پیغام آیا۔

”گھر پر تو وقت نہیں ملتا..... اس لیے چاچو کہ دفتر میں آپ سے بات کر دوں۔“

”میں تمہیں کال کرتا ہوں۔“

”اما گھر پر ہیں، میں شاید بات نہ کر سکوں۔“

”تم اپنے کمرے میں جا کر کچھ لکھ کر دو.....“ چاچو نے کہا۔ ”زیر کا آج کلب جانا تھا، وہ بچے تو کال کر لینا۔“

”ہاں وہ تیار ہو رہی ہیں۔“ میں نے ٹھوڑی دیر پہلے ہی انہیں دیکھا تھا، بالوں میں دھڑلگے ہوئے وہ باہر نکل کر ملازمین کو کچھ بات دے رہی تھیں، اس سے کچھ لکھ کر انہیں بھیجا جانا تھا۔ ”وہ جاسین کی تو میں آپ کو پیغام بھیجوں گی، کال کے لیے میرے پاس پیسٹس نہیں ہے۔“

”گھر کے نمبر سے کال کر لینا چاہیے!“

”ملازمین اور گروہ کام کر رہے ہیں اور میں یہاں لاؤنچ میں بیٹھ کر کال کر رہی ہوں۔“

”ہر بات میں کوئی نہ کوئی مسئلہ ہے.....“ انہوں نے پیغام بھیجا۔ ”میں تمہارے نمبر پر کچھ پیسٹس لو کر دیتا ہوں۔“

”اما چلنی ہیں چاچو!“ میں نے اما کے روانہ ہونے کے بعد اپنے کمرے میں آ کر انہیں پیغام بھیجا، اپنے کمرے کا دروازہ میں نے اس طرح کھلا رکھا تھا جیسے کمرے میں اوپر والے لاؤنچ میں رکھا ہوا ٹیلی ویژن دیکھ رہی ہوں، ٹیلی ویژن آواز کر رہا تھا تا کہ میرے کمرے سے آواز باہر نہ جائے۔ دروازہ اس لیے کھلا رکھا تھا کہ اگر کوئی غیر ضامین چڑھ کر ادھر آئے تو وہ مجھے نظر آ جائے۔

”تمی نہیں جانتا..... کیا بات کرنی ہے؟“ چاچو نے کال کر کے سلام دعا کے بعد پوچھا۔ ”کون سے بچوں کی بات کر رہی ہیں آپ؟“

”چاچو..... دو بچوں کے بارے میں۔“ میں نے کچھ بھج کر کہا۔

”کیا حتمی ہیں چنانچہ ان کے بارے میں میں نہیں جانتا؟“ انہوں نے سوال کیا۔

”چاچو میں نے آپ کو ایک تصویر بھیجی تھی چند لمحے پہلے..... وہ آپ نے دیکھی ہے؟“

”ہاں دیکھی ہے مگر میں سمجھا نہیں.....“ میرا خیال ہے کہ وہ کسی شہاؤ و ڈرنگ کے ٹیبل کی تصویر ہے۔“

”تمی، آپ بالکل ٹھیک سمجھ رہے ہیں۔“ میں نے کہا۔ ”اور میں اپنے دوستوں کے ساتھ لکڑیوں کا کافٹر کرتا ہے۔“

میری بات کے جواب میں ایک طویل خاموشی کا وقت آیا۔ ”آپ بالائی پر ہیں چاچو؟“

”ہوں.....“ ایک گہری سانس لے کر انہوں نے سوال کیا۔ ”تمہیں کس نے بتایا ہے؟“

”تمہیں دالے نے لکھ دیا کی ہو؟“

”پہلے تو چاچو کی نظر احتساب کا لہجہ بھائی تھی..... انہوں نے انکار کر دیا تو اب چاچو چاہے ہیں کہ اسو جان.....“

”اوہ.....“ میں نے اس کی بات کاٹی۔ ”میں بھی ان سے موسم کی آواز شات کی بارش پر حیران تھی تو کیا انہیں میرے بھائی کی دوری میں دیکھ کر ان کی جگہ کا تنگ مستقبل بنانا کا خیال آیا۔ انہی کو پہلے ہی پینڈا کر دیا جائے کیا، کیا تمہیں بھی اس کی دوری میں ایک بھنگ کے اسے اور اما کو یہ یاد اور اچھوتا خیال دیا۔“ میں اسو جان نے باؤ تو نہیں بھرنی؟“ میں نے اپنے خدشے کا اظہار کیا۔

”نہیں..... اسو جان تو تمہارا رشتہ کر کے چھتاری ہیں، اب وہ غٹا کرنے کے حق میں تو وہ بالکل بھی نہیں ہیں۔“ تمہارے بچے یقین دلایا۔ ”مگر ذرا بے کچا چو، اسو مجھ پر دیکھ کر کہیں۔“

”نہیں کر رہی.....“ ابھی تو کچھ جانتے تھے۔ جب جان لیں گے تو نہیں کر رہی گے۔“

”کیا ہے جو وہ نہیں جانتے اور جان لیں گے تو تمہارے خیال میں مجھ کو نہیں کریں گے؟“

”سو جاؤ تمنا..... تم نے سوال کر، کر کے میرا دروازہ خالی کر دیا ہے.....“ میں نے کرکٹ بدلی۔ ”ڈاکٹر نے مجھے کہا تھا کہ مددہ خالی ہونا چاہیے اور تم نے تو سر بھی خالی کر دیا ہے۔“

”وہاں تو پہلے ہی کچھ کی نہیں تھا“ وہ اس کو کچھ سے لپٹ گئی۔ ”چلو اب سو جاؤ ٹھوڑی دیر کے لیے، نماز کے وقت میں صرف تین منٹ کے لیے ہوں۔“ وہ اٹھ کر صوفہ پر بیٹھ گئی۔

☆☆☆

”مجھے چھوڑ دو، میرا کھانا چھوڑ دو، میں مر جاؤ گی۔“ میں نے اس کے ہاتھ اپنی گردن کے گرد سے چھڑانے کے لیے زور لگایا۔

”میری فکارتیں لگتی ہو تم میرا ہمارا ہاں ہے!“ وہ دباؤ تھا، میری گردن پر اس کی گرفت ڈرا سی دھیلی ہوئی تھی۔

”میں نے کوئی شکایت نہیں کی ان سے.....“ میں نے اس کی گرفت سے خود کو چھڑوانے کی کوشش جاری رکھی۔

”بھرت ہوتی ہو.....“ اس نے مجھے چھوڑ کر بیٹھ کر چٹا تھا۔

”میں نے جو کچھ بھی اما کو بتایا تھا، اس میں تمہارا فائدہ تھا، انہوں نے کئی نذر گزارنے پر بھی کوئی فکس نہیں لیا تو مجھے چاچو کو بتا دیا ہوں!“

”میرے باپ کے ہاتھوں سے عزتی ہونے میں میرا کیا فائدہ نظر آتا ہے تمہیں؟“ وہ دباؤ۔

”تم بتائی کہ ماسے پر پھل رہے ہو یوں.....! اپنی دینا اور آخرت دونوں خراب کر رہے ہو، کسی نہ کسی کو تو تمہیں روکنا چاہیے نا۔“

”جب تم نے اما کو بتایا تھا اور انہوں نے تم سے کہا تھا کہ تم میرے معاملات میں دخل نہ دو تو اس کے بعد بھی.....“ وہ چٹا۔ ”بلکہ میں نے شادی سے پہلے کہا تھا کہ میری بیوی کو تسلیم ہونا چاہیے کہ میں اس کا شوہر ہونے کے علاوہ کچھ نہیں ہوں اور اسے میرے ذاتی معاملات میں مداخلت کرنے سے گریز کرنا ہوگا، کیا ایسا ہی نہیں ہے کہ ماسے نے سب کچھ تمہیں شادی کے پہلے ہی بتا دیا تھا؟“

”ہاں بتایا تھا زین؟“ میں نے بھی جی تو کر کہا، میری ہر ادبش کو اسے اس قدر زار نہ تھا کہ میں رک نہ سکی۔

”مگر ہم یہاں بیوی ہیں، ایک گاڑی کے دوپہے، ایک دوسرے کا لباس!“ میں رکی، گہری سانس لی، اپنے منہ پر قابو پایا۔ ”میں ایک دوسرے کی اچھاٹی اور برائی سے کیونکر خیر نہیں ہوگی۔“

”مجھے نہ ایک لباس کو ہار، بار پہنا چکا تھا۔“ اور نہ ہی کوئی لباس زیادہ میرے کمرے میں رہتا ہے۔“

میں اس کا منہ دیکھ رہی تھی، اس کے منہ سے کھٹکھٹ رہا تھا، جڑ سے اپنی سرنگھٹا کر رہے تھے، وہ گہری سانس لگ

”مجھے کچھ میں نہیں آتا کہ اگر میں اتنا ہی برا لگتا ہوں تو تم نے مجھ سے شادی کے لیے ہاں کیوں کی تھی؟“ وہ چبا، چبا کر سوال پوچھ رہا تھا۔

”تم نے پاپا سے میری شکایت تو نہیں کی کوئی؟“ اس نے سوال کیا۔

”پاپا پو چور ہے تھے شام کو دفتر سے واپس آتے ہوئے کہ کم میرے ساتھ خوش ہو کہ نہیں؟“ اس نے دسویں کا ایک مرغولہ میرے چہرے پر چھوڑا، میں نے اچانک چہرہ دوسری طرف پھیر لیا، اس نے اپنے ہاتھ سے تختی سے

”ہاں تو نہیں ہیں ناں!“ میں خاموش رہی۔ ”تمہارا الٹا نام تو رہا نہیں..... لیکن مجھے یقین ہے کہ ہوتا تو تم

”ناراض ہوئے گی، تو بات سے نالا، مرابط مجھ سے۔“ وہ محض کرے گا، غم کے مگر سے اے مرضا، کہ

”اس لیے زمین کہ میرے ابو جان تو رہے نہیں، اب چاچو ہی تم سے پوچھیں گے ماں کہ ان کی بیٹی کو تم خوش رکھ رہی ہو کہ نہیں؟“

”کوئی مرد اتالا چار نہیں ہوتا کہ خود پر ایسے جبر ہونے دے..... مجھے تو لگا کہ میں آپ کو پسند آ چکی تھی۔“

میں نے ایک ادا کئے دلیرانہ سے کہا کہ۔ جب محبوب کو منانے کے لیے مجھ ہی کرنے کو عار نہیں سمجھا جاتا، وہ میرا
 ماہنامہ پاکیزہ 101 فروری 2018ء

”اور وہ سب یہ نشہ آور دوا تمہارے سامنے استعمال کر رہے تھے؟“

”جی جی چو..... سگریٹ میں بھر، بھر کر اور اس کے علاوہ..... کچھ عجیب سی مشروب کی بوتلیں بھی تھیں، میں نے

انہوں نے النامہ مجھے ہی تنگ نظر اور گاؤں کی حسد کرنے والی لڑکی کہہ دیا تھا۔

”مے نے زبیا سے بات کی اس بارے میں؟“ انہوں نے پوچھا۔ ”اُسے بتایا یہ سب کچھ؟“

بھی اور کیا کہہ سکتی، چاچو سے اسی پریشانی کا وجہ سے بات کر رہی تھی کہ ماما اس معاملے کو فقط زمین کا پھینپنا کہہ کر بری ہونا چاہ رہی تھیں۔ ”جب ان سے بات کی گئی تو الزا انہوں نے مجھے تھارو دیا تھا کہ اسے شوہر کی ان سے شکایت کر

بے بس بات تھے۔
 ”مجھ کو کھارو جتا ہوں کہ جو اولاد اپنے ماں باپ کے فیصلوں کو قبول نہیں کرتی، وہ ہمیشہ نقصان میں رہتی ہے۔“

”جانتا ہوں بیٹا، زیادہ بات کرنا تو معیبت کو خود دعوت دینے کے مترادف ہے..... دوسری بات زین کی تو

کھٹا تھا، میں کروٹ بدل کر لیٹے ہوئے بھی جانتی تھی کہ تمنا بھی نہیں مودری تھی مگر میں اسے پکار کر نہیں پوچھتا چاہتی

سہ ماہیہ پاکستان

”ہونہا“ میں نے خطرے کہا۔ ”اگر تم یہ سوچے ہو کہ کوئی اسے تمہاری طرح نہیں چاہ سکتا یہ وہ کسی اور کو نہیں چاہ سکتی۔“ ذبیحی اسے تمہاری طرح کا (کاٹھ کا، الو،) میں نے دل میں سوچا) مل سکتا ہے، وہ عیوں کی اور کے ساتھ شادی کرے گی۔“

”تم مجھ پر طنز کر رہی ہو یا میری تعریف کر رہی ہو؟“ وہ ہنسا۔

”تمہارے ساتھ رہ کر طنز کرتا ہی سیکھ سکی ہوں میں۔“ میں نے ہنکارا بھرا۔

”چلو۔۔۔ کیا بات کر لیٹ تو ہم نے تجھے دیا۔“ اس نے کہا۔ ”دوے تم سے میری تحریف کہہ دیتیں تو بھی میں یقین کر لیتا، اور فرخ پھر تمہیں ادا دے گا۔“

پاپا کی طرف سے رشہ بھجوانے سے تم کو کون سے شکر کیا۔۔۔ بلکہ اندر کیا بات میں نے کچھ اور سنی ہے۔“ دوز راجا سامنے۔ ”میں نے تو مانا ہے یہاں تک مانا ہے کہ رشہ ہمارے گھر سے بھجوا دیا گیا تھا، تاہم جی نے خود ہی زبردستی رشہ میرے منہ دے دیا ہے۔“

”ہوں!“ میرے تو کھوکھوں سے لگی اور سر تک پہنچی۔ ”ہوسکتا ہے کہ ایسا ہی ہوا ہو۔“ میں نے غصے کے اہال کو دبا کر کہا۔ ”ابو جان، جب رے کو ایسا کر تائی پڑا ہوگا، آ خر ان کی بیٹی میں اتنی کی کمی تھی، وہ بدل چل تھی اور اس کا کوئی رشتہ نہیں ٹھیکس آتا تھا اور مرکز کی جاب ہی تھی۔ وہ ان پڑھ تھی، اس میں کوئی اور خوبی یا کمال ہی نہیں تھا۔“ میں نے کہا۔

’بہت خوب.....‘ وہ منہ پھاڑ کر ہنسا۔ ’ایسا تو میں نے بھی نہیں کہا۔‘

یہ سب کہنے سے اس کے علاوہ تمہارا کوئی مطلب لکھا ہے تو بتاؤ۔“ میں نے غصے سے کہا۔

”اس کا مطلب ہے کہ سہارے لیے اور کسی بہت آہن اور رتھتے تھے؟“ میری پوری بات میں سے اسے
سرف ایک بات کلک کی تھی۔

”میں تم سے اس فضول موضوع پر کوئی بات نہیں کرنا چاہتی۔“

”موضوع تو اچھا تھا....“ پھر اس نے اپنی سائڈ کے بیڈ لیپ کو بند کیا۔

☆☆☆

وہ میری شادی کے بعد ایک ایسی رات تھی جس دن میں نے خواہش کی تھی کہ کاش میں نے یہ اہوان کی بات
سننے کے بجائے اسو جان اور اپنے دل کی بات مان لی ہوتی، میری زندگی یوں ہوتی تھی کہ زمین کی صورت میں ہر
وقت میرے سر پر ایسی تلوار لٹک رہی تھی جس کی رسی جانے کس وقت کٹ جائے۔ وہ ایک کردار تھا اور اس پر مستزاد
تاجیں جن کی جڑ سے مجھے ناپ تھی۔

وہ پہلی رات بھی جب میں نے کال کو سمجھا تھا..... جانے اس وقت کہاں ہو اور کیا کر رہا ہوگا، اس کا ساتھ ہوتا تو زندگی کا کیا انداز ہوتا۔ وہ بھی کسی اور سے شادی کر لے گا تو جانے خوش رہے گا کیوں۔ جو زبان اچھا سمجھتا تھا میرے ساتھ دیر وقت اور مکمل ہوتا تو مجھ سے بھی اس کے پہلو میں لیٹ کر کسی اور کو سونے کا کٹنا ضرور ہوتا۔
ایکے، شانتی والی زندگی گزارنا میرا ضرور ہوتا۔

”زمین!“ ایک خیال آنے پر میں نے اسے پکارا کوئی جواب نہ آیا۔ ”زمین! تم سوچکے ہو یا.....؟“ میں نے ہر سوال کیا، کروٹ بدلی، اس کا چہرہ میری طرف ہی تھا اور وہ سوراہا تھا، میں بھی مٹی کی پرلی طرف منہ کیے اپنے فون پر مصروف ہو گا اور احسان پوچھ کر جواب نہ دے رہا ہو گا۔

اس کے سامنے ہر ایک ہتھکڑی لٹ چکی ہوئی تھی، آنکھوں کے پہوٹوں میں کپکپاہٹ تھی، جانے وہ کیا خواب کچھ رہا تھا جو اس کے ہونٹ سحرکات کے انداز میں نظر آ رہے تھے..... سوتے میں وہ کتابیارا لنگ رہا تھا۔ معصوم مکی لگا رہا تھا، شاید وہ لڑکی ہی اتنی جلدیز اور مکار تھی کہ زین اس کے جال سے نکل نہ بارہا تھا۔ مجھے زین سے جو

مسابقات پانچویں درجہ ۲۰۱۸ء

محبوب نہ سہی، شوہر تو تھا، اس کے ساتھ مجھے ساری عمر تو گزارنا تھی سو میں نے اپنے لیے جو کس طرح کا کر لیا۔
 ”ہر ہنسند آ جانے والی چیز کو زین جمال، یاد کھر لانے لگا تو اس وقت میرے حرم میں جانے لگی عورتیں
 ہوتیں..... دل کی بات ماننا تو صرف زارا کا حق تھا کہ وہ اس بستر پر میرے ساتھ ہوئی۔“

”بیوی زندگی کی ساتھی ہوتی ہے..... تم زار اکو صرف بستر کی زینت بنانا چاہتے ہو تو اب بھی بنا لو۔“ غصے میں مہرے منہ سے پھسل گیا تھا اور اگلے ہی لمحے مجھے احساس ہوا کہ کچھ غلط ہو گیا تھا۔

”مجھے زارا کے بارے میں ایک لفظ کبواس سننے کی عادت نہیں ہے..... اپنے باپ کے منہ سے بھی نہیں۔“ اس کے منہ سے کف نکل رہا تھا۔ ”ان کے خیالات بھی اس کے بارے میں بہت گھڑیا ہیں اور تم نے بھی دعویٰ کیا ہے جو وہ کہتے ہیں۔“

”سوری زین.....“ میں نے ہکلا کر کہا، مجھے واقعی احساس ہوا کہ مجھے ایسا نہیں کہنا چاہیے تھا۔

”جسٹ شاپ!“ وہ چیخا اور میں یوں شٹ اپ ہوئی کہ ایک لفظ نہ بول سکی۔

☆☆☆

اب تک کی سچی ہونے کی بات کو ایسا نہیں ہوا کہ وہ بات درحک جاکر کہ بیڑہ لگا کر سر کر سکیں ہیں۔ اس لیے
نہ بائیں نہ بائیں سے بات چلت نہ رہا ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ منظر پر ہلا وہ لکھی زادارات نہیں ہو سکی کہ کونکے میں
میں نہ اس کی خبر ڈال کر کہے دیکھتے اور ہر نی کاں اس کے چہرے کے تاثرات بھی مختلف ہوتے۔ پھر
فون پر اس کی دو پچھت بھی دیکھی تھی جو کہ قسم نامی کی لڑکی کے ساتھ تھی۔ لیکن اسے کہہ دیا ہے دوستوں سے کہ
مشک کرتا ہے، میں تو خود کو لکھی دیکھ کر میرا وجود ان سوجھ کے باعث جلتا رہتا اور میں سوجھ سببی رہتی۔ اس کی یہ
معدومات تھیں، دوستوں نے دوسرے دوستوں کو ان سے شک سے سونہ پائی تھی، ملازمہ شرواح کی تو اور دیکھی ہے آرام ہوتی.....
اس کی نظر الفتا کو منوں ترسی رہتی۔

[illegible]

زمین اگر یہ سمجھتا تھا کہ چاچو کبھی اسے اجازت دیں گے تو وہ اس کی غلط فہمی تھی، میں اس سے پوچھنے بغیر نہ رہ سکی اور ایک دن پوچھ لیا۔ ”زمین تمہیں لگتا ہے کہ چاچو تمہیں زارا سے شادی کی اجازت کبھی دیں گے؟“

”نہیں۔“ اس نے ایک لمحے کا بھی توقف نہ کیا تھا۔

”تو پھر نہ کیوں نہ کر اٹھ کر کھڑا ہے۔۔۔ تمہاری شاہی ہو گئی ہے اسے اب کی ہو کر کوئی چھانچاؤ کچھ کٹاؤ نہ کرے۔“
 ”ہوں۔۔۔۔۔ اس نے سہی لگایا۔“ کہوں گا اسے! وہ درکار، پہری طرف دیکھا، میرے چہرے پر یکدم اثر
 آنے والا ایمینان ساد کچھ دھڑک اٹھا، میں اتنا سن کر بھی خوش ہو گئی تھی کہ وہ درکار اٹھ کر اسے اور سے شاہی کرنے کا کہے
 گا۔۔۔ اسے کہوں گا کہ اگر کوئی جھوٹا ہے، چھانچاؤ کچھ کٹاؤ نہ کرے۔۔۔۔۔ وہ جو اسے مجھ سے بڑھ کر چاہے اور وہ جسے
 دیکھ کر اس کا دل اس طرح کا دھڑکنے لگے، وہ جیسا وہ میرے لیے کرتی ہے، وہ جو اسے وہاں پہنچے جسے جسے جسے
 دیکھ کر اس کا دل اس طرح دھڑکنے لگے۔“

”میں تمہاری بیوی ہوں زمین کو بھی بھوری کا طوفان نہیں۔“ میں سسکی۔
 ”تم جانتی ہو امیرت کہ ہماری شادی کس از کم میرے لیے بھوری کا ایک ایسا گھونٹ ہے جو مجھے اپنے باپ کی
 دھمکی پر رادراں کے ترے لہنتیوں پر چڑھا رہا تھا..... کچل، کچل یا پرہوں..... اس لعل کو ختم ہو جاتا ہے۔“ اس نے کہا۔
 ’اللہ نہ کرے!‘ میں نے دل میں سچا۔

”مگر تمہاری مجبوری میں، میں کہاں ہوں؟“ مجھے پوری امید تھی کہ میں اس سے وفا کر کے اسے جیت لوں گی، وہ بھوکا ہوا ہے تو میں اسے سیدھے راستے پر لے آؤں گی۔

”اے کی ایم سواری امرت.....“ اس کا لہجہ منذرتِ خواہانہ تھا۔ ”تم بہت اچھی ہو، پیاری ہو، ذہین ہو مگر میں مجبور ہوں۔ کسی وعدے کا پابند ہوں اور دل کے ہاتھوں بے بس ہوں جو اس کے سوا کسی کی طلب بھی نہیں کر سکتا۔“

”تو چھوڑ..... میرے ساتھ..... تم جو مجھے، تم جو مجھے پیار کر رہے ہو؟“ میں سسکی۔

”وہ بھی مجھ ہی ہے امیر!“ اس کے کچھ میں سے کسی ایک.....“ زار نے کہا۔ رکھا ہے کہ جب تک تم میرے ساتھ ہو وہ مجھ سے سیدھے منہ بات نہیں کرے گی۔“ نیز وہ منہ بات کرنے کے لیے اس کا فون مسلسل اڑا رہا تھا۔ فون کی دھڑکیں سن کر وہ اڑتا رہا۔ ”جی نہیں مجھ کو اب تک ہوں۔“ میرے اور تمہارے بیچ کے تعلق کی حقیقت یہی ہے کہ جہاں تم ہو وہاں تم صرف ظاہری طور پر ہو..... میں اصل میں تمہارے ساتھ ہوتا ہی ہوں۔ تم کوئی اور نہیں۔ میرے ساتھ میں خود کو بریل محسوس کرتا ہوں۔“ وہ مجھ سے کہہ رہا تھا۔ ”تم مجھ پر
 وہاں؟“ اس نے سوال کیا۔

’کاش تم جان سکتے زمین کہ جہاں پر تمہارے تصور میں کوئی اور ہوتی ہے وہاں اصل میں، میں ہی ہوتی ہوں اور اب اس کا ٹکڑا بھی میرے ہی پاس ہے۔‘ میں نے سوچا، یہ وہ وقت تھا جب مجھے یہ شک ہونا شروع ہوا تھا کہ میں اس کی امانت کی اس میں بن چکی تھی۔

☆☆☆

اس رات جب میں نے اس کے کسل خانے میں ہوتے ہوئے دیکھا کہ وہ ڈیڑھ چھپڑ کرتے ہوئے لیپ
 ٹاپ کھلا کر کچا کچا تھا شاید یہ سوچ کر کہ میں کون سا نئی ہت کڑوں کی کڑیاں کھا لیپ ٹاپ کی کڑیوں کی۔ چور
 وہ تھا اور ذرا میں کی ہنسی کر میں نے سوچ لیا تھا کہ میں اسے یہ میں چھوڑ سکتی کہ وہ بد گردار کی کہ حدوں کو چھوڑے۔
 وہ مجھ سے کہنے لگا کہ اس کا سوتا تھا کہ وہ بھی گناہ سے بچ جائے اور میں ایک ایک زانیہ میں کی ہوتی ہوئے سے بری
 ہو جاؤں۔ میں نے اس کے کسل خانے سے نکلنے کے بعد اٹھا کر اس سے پوچھا میں تھا کہ کہیں اور مجھ سے کچھ چھپاؤ
 نہیں رہتا۔

لیپ پاپ پر جس لڑکی کو میں نے دیکھا تھا وہ زار انیس تھی، اس کا نام بھی ممتاز اور وہ اصل سے بھی مختلف تھی، شاید یہ کوئی کان کرل پاپ تھی۔ مجھے اس کے کدوہ کچھ کدوہ کہہ چھا تھا، اس نے کہا کہ اسے مجھ پر شک ہے کہ میں کچھ چھاپا ہوں اس سے۔ اس کے یوں کہنے سے مجھے ایک دم ٹھنڈے پینے آ گئے کہ کہیں میری چوری تو نہیں چوری کی تھی۔

”میں کیا چھپاؤں گی تم سے زینا؟“ میں نے ہولے سے کہا تھا، نظر چرا کر کہ میں اس کی طرف دیکھتی تو وہ میرے دل کا چہرہ کھڑے تھا۔ مجھے چالاک کی سکاری اور دادا کاری جو نہیں کرنا آتی تھی۔

”اور میں کیا چھپاؤں گا؟“ اس نے پیار سے مجھے اپنی بانہوں میں سمیٹا تھا، وہ سمجھا کہ میں اس کی اتنی سی بات سے بہل گئی تھی۔

سوال کرتا تھا وہ بہت احمق تھا، اس سے مجھے اندازہ ہو جاتا کہ اسے مجھ سے ذرا بھی محبت کی کہیں.....
 ”زین!“ میں نے ایک بار پھر پکارا۔ وہ سسپائیکل بن گیا، کہہ کر نیند میں تھا، میں کمرٹ بدل کر سونے کی
 کوشش کرنے لگی۔ صبح شام کے کمرٹ بدل خانے سے تلوہ کو دھونے پر بیٹھا اپنے جوتوں کے نیسے باندھ رہا تھا، میں
 نے صبح عادت سلام کیا، اس نے سکر کا جواب دیا۔
 ”کیسی ہو؟“ اس نے خوش دلی سے پوچھا۔

”کیسی ہو سکتی ہوں.....“ میں نے چائے کیوں بہم سے لہجے میں جواب دیا۔

”رات تمہیں مجھ سے کوئی بات کرنا تھی؟“ اس نے سوال کیا۔

”کب؟“ میں بھول گئی تھی۔

”جب میں سو رہا تھا اور تم غور سے مجھے دیکھ رہی تھیں۔“ اس کے انداز میں شرارت تھی، کچھ میرا دل بھی کسی سوچ کے تحت اس وقت تک نرم ہو چکا تھا۔

”کتھے بڑے ایکسٹرمز زین!“ میں لجا گئی۔ ”تمہیں غور سے دیکھنے کے لیے مجھے آدھی رات تک جانے کے کیا ضرورت ہے؟“

”کیونکہ دن کے اجالوں میں تم میری طرف دیکھی نہیں ہو غور سے..... لجا جانی ہو۔“ اس کے کہنے پر میں واقعی لجا گئی۔ کیونکہ وہ مجھے کندھوں سے تھامے، میری آنکھوں میں آنکھیں ڈالے کہہ رہا تھا۔

☆☆☆

”اس رات مجھے تم سے پوچھنا تھا کہ اگر تم مجھ سے شادی نہیں کرنا چاہتے تھے اور مجبوری سے کرنا پڑی تو مجھے چھوٹا اور میرے ساتھ مجھ کا بھائی کرنا تھا میری مجبوری تو نہیں تھی نا؟“ میں نے اس کے پاس صوفے پر بیٹھتے ہوئے سوال کیا۔

”ہوں۔۔۔“ اس نے لب ہاپ نور اُبند کیا، ٹیلی وژن آن تھا کیونکہ ٹیلی وژن آن رکھنا زمین کی عادت تھی، اس کی آواز بند نہ کیونکہ اسے بڑا واٹلی وژن ناپسند تھا۔ لب ہاپ پردہ جو کچھ کر رہا تھا، وہ ظاہر ہے کہ ایسا تھا کہ اسے بند کرنا پڑا۔

”تم اپنا کام کرتے رہو.....“ میں نے دعوے سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

”اوہوں..... کچھ بھی ایسا اہم نہیں ہے جو میں کرتا رہوں.....“ اس نے میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔

”میں نے تم سے کچھ پوچھا ہے۔“ میں نے کہا۔ اس کی گود میں رکھے فون پر ذرا اکاچیرہ اٹھرا، وہ اسے کال کر رہی تھی، فون سائیکٹ پر تھا، اس نے فون کو الٹا دیا۔ یقیناً وہ اس سے لیپ ٹاپ پر چیٹ کر رہا تھا اور جب اس نے لیپ ٹاپ احاطہ بند کیا تھا تو وہ فون پر اس کی وضاحت چاہ رہی ہو گی۔

”تو تم کہنا جاہتی ہو کہ مجھے تم کو چھوٹا نہیں جاہے تھا؟“ (اگر نے سوال کیا۔

”ایسا میں نے نہیں کہا..... ہم دونوں میاں بیوی ہیں، تمہیں اور مجھے ایک دوسرے پر چومنے کا پورا حق اور اختیار ہے..... مگر؟“

”کیا تمہاری دوست زارا جانتی ہے کہ ہم دونوں کے بیچ صرف کاغذی رشتہ نہیں ہے؟“ میں نے سوال کو گھمایا، اس سے زیادہ واضح انداز میں، میں اس سے نہیں بول سکتی تھی۔

”زباؤں کا کلمہ نہیں..... لیکن اسے علم ہے کہ تمہارے ساتھ جو تعلق ہے وہ میری مجبوری ہے۔“

☆☆☆

”خود مشورہ کرو۔۔۔ میں نے معصی کمال لیا ہے۔ سو نے پرے بیڑہ کرنا ہر دم میں آ“ وہ خصل خانے علی گلی اور میں نے نماز کی نیت کر لی، نماز مکمل کی اور دعا کے لیے اُٹھ اُٹھ اُٹھ تو بے اختیار اُٹھ سو بھگے۔ جاے کیا سوچ آئی کہ ملک میں جینا اسی کا نام ہے۔

جوزین اور اس کی ماں نے چاہا تھا، وہ شاید تیری رخصتی اور میں نے اپنے انتقام کی حد سے تجاوز کیا،
 زمین نے مجھے خاکاری طور پر ہی سہی، میں کھولیا، اپنا حق بنایا تو میں کبھی کس کے بچے کی بنیاد بنی رہی تھی
 میں نے اس کو اُس کے رشتے کو پورے دل کی گہرائی سے قبول کیا تھا میرے مولا، میرے بھائی کے بھگتے
 میں نے بھی اپنا یاد تو تجھ سے کر لیا کہ عاتقی کا رشتہ بھی بدیانتی میں تھی۔ میرے بھائی کے بھائی کے بھائی کے
 حق ہوئے ہوئے ہیں اے اشتعال نہیں کہ اور اب کچھ رخصت اور خوشی کی تاریخ ہے میرے بھائی کے بھائی کے بھائی کے
 حق ہوئے ہوئے ہیں اے اشتعال نہیں کہ اور اب کچھ رخصت اور خوشی کی تاریخ ہے میرے بھائی کے بھائی کے بھائی کے

”یہ حادثہ نہیں تھا زین! میں نے خل سے کہا: ”اور تمہارا ذرا بالکل درست تھا، میں نے سمجھیں یہی بتانا تھا کہ

”ایک گھنٹے میں ڈاکٹر یا سیمین پہنچ جائیں گی.....“ اس نے وضاحت کی۔ ”اپنے گھر پر بھی اطلاع کر دیں، اگر کسی کو آپ سے ملنے کے لیے آنا ہو تو۔“

”او کے ا“ میں نے بہ مشکل کہا، مجھے لگا کہ اس نے کہا ہو کہ اگر کسی کو آخری ملاقات کرنا ہو تو! میرے حلق میں کچھ پھنسا۔

”آپ نے ناشا وغیرہ کرنا ہو تو کیفے ٹیریا سے جا کر ناشتا کر لیں، اتنی دیر میں یہ شاور لے لیں۔“ نرس نے حسنا سے کہا۔

”یہ چائے بھی نہیں پی سکتی اب؟“ تنہا نے سوال کیا۔
 ”نہیں، یہ اب کچھ نہیں کھا سکتیں۔“ کہہ کر دونوں نے اجازت لی، میں نے بیڈ روم ایکٹ اٹھا یا اور تنہا سے

کہا کہ وہ جا کر ناشتا کرائے۔

نواخت کا سب کو دیکھ کر میں اس پر ہنسی مچا دیا، تاہم دم میں چار لاکھ کی چیز تھی۔ اس کا تقابلی محسوس ہو رہی تھی، سوچوں نے ہی مجھے جسمانی طور پر گزرد کر دیا تھا۔ میں دڑو سے بے ڈھ جانے والی عمارت جیسی ہو گئی تھی، مہنگی اور بات قدرتی کے سارے دعوے اس کی ذات تک ہوتے ہیں جب تک انسان باپوسی کے اس دور پہنچے گا، جب تک نہیں پہنچتا۔ میں جس مقام پر تھی وہ ملے سارے جیسا ہی تھا، اک ڈھانچا اور میں اور بائیں کی طرف اس پر خاک کی جو ڈھانچا تھا کہ میں اس ڈھانچہ پر جا تا۔ ہم کہتے تو ہیں کہ میں موت سے ڈرتی نہیں لکھا کہ اس وقت شاید میں موت کے ایک دور پر تھی کہ مجھے کسی اس سائیس الی ٹی شریک پر محسوس ہو رہی تھی، میں اپنی ہی موت کو یاد کر کے دور پر تھی، میں سوچ سوچ کر دور پر تھی کہ میرے بالکل نہیں کسے اعزاز سے یاد کرے گا، کوئی میرے لیے تڑپے گا، کوئی میری موت کے بعد کوئی ہمارے کھلے سے لگا لگا!

[illegible]

”تم ٹھیک ہو اب؟“ اس نے سوال کیا، آنکھیں پھر باغی ہونے کو تھیں، میں نے دل ہی دل میں درود شریف کا ورد کیا۔

”ہاں میں ٹھیک ہوں تمنا..... تم پلیز اموکوندہ بتانا کہ میں روئی تھی۔“
”تمہاری آنکھوں کی لالی خود ہی انہیں بتا دے گی!“

”دو تو میں رات بھر سو نہیں سکی تھی اس لیے۔“

”مجھے بھی بھلاق کے بغیر کہاں ٹھک سے نیند آتی ہے۔“ اس نے شرارت سے کہا۔

ماہنامہ پاکیزہ 109 فروری 2018ء

جس بیماری کا نام سن کر لوگ کانپنے لگتے ہیں، میرے پیارے، مجھ سے وابستہ لوگ سن کر راز گئے ہیں اور انجانے و اموں میں مبتلا ہو گئے ہیں، میں یہ سب سن کر کونوں میں ہوں، مجھے اس بات کا فرائض ہر کام میں سر جاؤں گی، اگر کتنی بھی میری زندگی کی اور میری سب زندگی کا انجام یہ تو میں بالکل تیار ہوں..... لیکن میرے رب! میں تیار ہوں تیرے پاس آنے کے لیے، میرے نامہ اعمال میں جانے کتنے کاموں کا بوجھ ہے، جو تیری معاف کرنے والا ہے میرے مولا، مجھے معاف کر دے، جنہوں نے مجھ پر غلط کیے، زیادتیاں کیں تو انہیں بھی معاف کر دے۔ شاید ان کی زیادتیوں کے باعث میرے گناہوں کا بوجھ ہی کم ہوا ہوگا، ان کی کثرت سے ہر طرح کا غلط سلطہ برداشت کیا، لپٹ کر جواب نہیں دیا تو اس لیے کہ میں اس کھڑکی کی خاطر سے کمزوری بلکہ اس لیے کہ تیرے لیے میرا درد برداشت کرنا، میرا انجام ہے، جو میری زندگی کا دشمن کیوں ہے تو انہیں میرا سزا جی رہا ہے مجھے ان کے رویے کے گرد و پیش کے، بڑے انصاف سے، جن کے لیے میں کس نہ کی خاطر سے کمزور ہوں! معاف کر دینا میرے اللہ، مجھے معاف کر دینا، بالرحم الراحمین، یاغفور الرحیم! "میرا وجود جھٹکے لے رہا تھا، کانپ رہا تھا، آنسوؤں سے میرا گریبان بھی تر ہو چکا تھا۔

”مجھے معاف کر دیتا میرے مولا۔“ میں نے بچ کر کہا، تنہا کالی دیر سے نماز پڑھ کر تپسی ہوئی تھی، مجھے خاموشی سے دعا مانگتے ہوئے اور اب بچ کر معافی مانگتے ہوئے دیکھ کر وہ سکا اور مجھ سے لپٹ کر دھاڑیں مارنا کر رونے لگی۔

”تم بھی مجھے معاف کر دینا تمنا!“ میں نے روتے ہوئے کہا۔ ”اسو جان، بکیر بھائی، شامیر، قاسم سب سے کہنا میں جلی گئی تو مجھے معاف کر دوں، مجھے بھول جائیں، میرے لیے روکٹیں نہیں، دعا کر سں۔“ میں سسکی۔

”خدا کے لیے امرت..... ہوش کرو، یوں نہ رو کا اور نہ دوسروں کو رلاؤ، حوصلہ کرو!“
 ”کابل سے بھی کہنا کہ.....“

”ہاں بھئی، مریضہ تیار ہیں؟“ دونوں اپنی نرے اور بلند پریشر چیک کرنے کا آلہ لے کر اندر آئی تھیں۔

بات ہے، پریشان لگ رہی ہیں آپ تو!“

”آپ رات بھر سوئی نہیں؟“ نرس نے سوال کیا۔ ”اگر نیند نہیں آ رہی تھی تو آپ کتنی بجائیں میں آپ کو نیند کرانے کو آدھارے دے دوں گی۔“ اس نے ہلڑے پریش چمک کرنے کا آل لگا، دوسری نے میرے منہ میں قرماہ میٹر رکھا۔

”مریض کے لیے آپریشن سے پہلے پُر سکون ہونا بہت اہم ہے۔“ اس نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ ”آپ کا...
 آپریشن معمول سے زیادہ ہوتا ہے۔“ اس نے انسانی دریشٹ بنانے کا آلہ میرے بازو سے کھولا۔ ”مجھے مافیٰ باہتھا؟“

”جی ہمارے پہلے میں نے ایک گلاس پانی پیا تھا۔“ میں نے ہولے سے کہا۔

سامنے بلند کر کے دوسری نرس نے کہا: ”اگر شادور لیتا جاتا ہے تو لے لیں، پانی اچھا گرم ہوگا، اس کے بعد آپ کو

”اللہ خیر کرے.....“ اموجان نے کہا۔ ”اللہ ماں بیٹا دونوں کو جان کی سلامتی دے۔“

دردانز پر دستک ہوئی گی، لیکن کہنے پر ایک نرس نے اندر جھانکا۔ ”کہنے والے ہر ماہر لیفٹننٹ کے علاوہ باقی سب لوگ کمرے سے باہر چلے جائیں، آپ لوگ انتظار گاہ میں چلے جائیں یا بحریہ کینیڈین لیفٹیننٹ، ڈاکٹر صاحبہ بھی جہیں اور راکٹ شروع ہونے والا ہے۔“

”وہ اب لیٹ ہو چکے ہیں، آپریشن کے بعد ہی مل سکیں گے۔“

”دیکھیے پلیز!“ نرس نے کہا۔ ”ہمیں اپنی ڈیول اپنے طریقے سے ادا کرنے دیں۔“

”چلو زبا چلتے ہیں۔“ اسو جان نے کہا۔ دونوں نے ہار کی ہار کی بیٹھے کھلے لگا کر کاکوں پر بوسہ دیا اور کمرے سے چلی گئیں۔ شاید میں ان صورتوں کو پھر کبھی دیکھنے والی نہ تھی۔

اس طرح پر ڈال کر مجھے آپریشن میز پر کی طرف لے جایا جا رہا تھا۔ اس سے پہلے ڈاکٹر یا مکن نے کمرے میں ہی میرا اور بچے کا جائزہ لیا تھا۔ انہیں یسٹ نے مجھ سے چند ضروری سوالات کیے تھے اور میرے کہنے کے بعد واکر کے ساتھ مجھے چلا کر لے جائیں انہوں نے اس طرح پر ہی ڈالا اور کھلے، کھلے سے کاریز روڈ میں سے گزر کر ایک بڑے سے ہال میں کارسٹر پر بچہ کو گھڑا کر دیا گیا۔

Ward Pre Operation کا پورڈ میں دیکھا، پھر کچھ سیڑیاں اُتار اُٹھا کر مجھے سمجھا کہ وہ رومند لاسا نظر آ رہا تھا۔ میں نے اس رومند سے اس کے ساتھ جاننا ہیلا مشورہ کیا، ہاں میں نے اس شخص کی سرایت کر رہی تھی۔
 "تیرا میرے اوپر کوئی ڈال دیں۔" میں نے کوشش کر کے بلند آواز لگا کر کہہ دیا، لیکن کچھ سیڑیاں اُتار کر آ رہا تھا۔
 "میں اس کی کھال میں کھال، اس طرح کی چیزوں کی اجازت نہیں ہے۔" میں نے اسے جوتوں کے کنارے کی طرح ظاہر ہو جانے سے روک دیا۔
 "میں نے اسے ڈال دیا تھا۔"

”مگر میں سردی سے کانپ رہی ہوں۔“ میں نے التجا کی۔

”خوفزدی دیر کی بات ہے۔۔۔۔۔ برداشت کر لیں، جیسا کہ آپ کر سکتی ہیں۔ لگے گی۔“ اس نے کہا۔ شاید وہ مجھ پر ہنس رہا تھا، مگر مجھے اس کا تصور ہی نہ آتا تھا کہ میں اس سے عادی ہو جاؤں گا۔

”ہائپر!“ میں نے کہا کہ وہ اب نہیں دیکھا۔ وہ دلی روڈ اوڑھے گا۔ اس نے کہا کہ اس پر مجھے کچھ نہیں کہنا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ وہ سچا ہے۔ ہائپر، بے بیچارے، مجھے بھٹکے کے لیے آئے ہیں۔

اور دلیت ہو گئے ہیں۔ میں نے سوچ کر کہ رتن پر تھکا ہوا۔

”جی کیا بات ہے بی بی؟“ ایک آیا آگئی تھی۔

”مجھے کوئی بل اوڑھادو آ پا۔“ میں نے اسے احرام سے کہا۔
 ”جی کبیل تو نہیں دے سکتے ادھر!“ اس نے کہا۔ ”آپ کے آبریشن کا وقت تھا مگر کوئی ایمر جنسی آگئی ہے اس

”مجھے نہیں علم تھا کہ کچھ لوگ جاگتے میں بھی خراٹے لیتے ہیں۔“ میں نے ہنس کر کہا۔

”سچ میں؟“ اس نے سوال کیا۔ ”ایمان سے جب یثاق کہتا ہے کہ میں خزانے لیتی ہوں تو میں سمجھتی ہوں کہ وہ مذاق کرتا ہے۔۔۔۔۔“ اس نے تشویش سے کہا۔ ”امرت میں شادی سے پہلے تو خزانے نہیں لیتی تھی ناں؟“

”قتب تم اتنی سے ٹکری سے سوئی جو نہیں ٹھس، اب تو بیوقوف کی وجہ سے تم سے ٹکری سے سوئی ہو گی۔۔۔“ اس پر ہم دونوں کی ہنسی ٹکرائی اور دل میں دیکھ رہا تھا جب امام اور امواجان کمرے میں داخل ہوئی تھیں۔ سلام دعا کے بعد انہوں نے بتایا کہ زائرین کی طبیعت خراب ہو گئی تھی اچانک تو حسد وہاں چلی گئی ہے، وزیرین اسے چھوڑ کر واپس آنے والا ہو گا۔

”تمہارے حاجو تم سے ملنے کے لیے آئے ہیں۔“ ماما نے شفقت سے کہا تھا۔ ”آخری ملاقات! میں نے سوچا۔“

”میں؟“ میں مگر بڑائی، سارا کاؤن پیچھے سے کھلا ہوا ہے!“ میں نے عذر تراشا، اصل میں ہمت ہی نہیں ہو رہی تھی کہ ان کے سامنے جاؤں۔

”اور سے اپنی شامل اور ہلو۔“ اسو جان نے مل بتایا، میں نے پھیلا کر سیاہ شامل کو اور ہلو کو مل مضبوط کیا، تمنا نے چاچو کو اندر بلایا۔ چاچو نے میرے سر پر ہاتھ رکھا، شفقت سے مجھ پر بوسہ میرے ہالوں پر دیا۔

”اللہ ہمیں صحت، سلاسی اور خوشیاں دے میری بیٹی! انہوں نے مجھے اپنے ساتھ لگالیا۔ لمرے میں موجود ہر آنکھ اشک بار ہوئی۔“

”آپ کی دعاؤں سے سب ٹھیک ہو جائے گا چواشاء اللہ!“ میں نے جی کڑا کے کہا۔

”تمنا تم نے کچھ ناشتا واشتا کیا بیٹا کہ نہیں؟“ ماما نے پوچھا۔

”جی چکی جان، کر لیا تھا ناشتا کیے پیر یا جا کر۔“

”اوہ اچھا..... میں تو بھول ہی گئی تھی، لہر سے تمہارے لیے ناشابنوار ساتھ لائی ہوں۔“ ماما نے کہا۔

”کولی بات نہیں..... وہ روپہر لو کھالوں بی۔“ منمنائے کہا۔

یہاں کون لے سکتا ہے اور ہے ہیں بیٹا؟ چاچو نے منہ سے سوال کیا۔

یا کیفی میری یا کی ہانگونی اور اس کے ہال میں سروس ہے۔“

”میں زائیدہ کے بارے میں چیک کرنا چاہ رہا تھا۔“ چاچو نے کہا۔

”ہاں کال کریں..... کہاں رہہ کیا تو؟“ امانے لہا۔ ”ابھی تک نو اے! آ جانا چاہیے محاسبہ نو دوں اپو پوڑو کر!“ جاچو تنسا کے ساتھ باہر نکلے اوکر کمرے میں ہم تینوں رہ گئے تے۔ ”اللہ خبر کی خبر نہ اے!“ امانے لہا۔ ”ابھی تو اس کا عالم ساتواں ہیہن چل رہاے، مجھے نہیں لگتا کہ یوں روز درود شروع ہو سکتا ہے؟“

”ساتویں مہینے میں بھی ڈلیوری متوقع ہوتی ہے، کم کیسوں میں سہی مگر ایسا

دیکھ لیں، امرت کا بھی تو ساقا توں مہینہ، مجھے تو لگتا ہے کہ پورا مکی میں اسی! ”اسو جان نہ کہا۔
 ”امرت کا تو کسی ہی علقہ ہے ان ہمالیا! ”امانہ کہا۔ میں نے لاکھ لاکھ کیس کی کہ درودیہ کی طرف دیکھیں
 اور اس میں انہیں اشارہ کر کے سمجھاؤں کہ اسو جان کو معاف کرنے کی بجائی کا احساس نہیں ہے کیونکہ وہ اصل حقیقت سے لاعلم
 ہیں، مگر ماننا ہی رہو میں نے جا رہی تھیں۔

”مجھے تو چھوٹی سی رسولی ہے ناں اموجان.....“ میں نے ماما کی بات کو بیچ میں سے کاٹا۔ ”اس لیے ڈاکٹر نے

کی بیٹی، بیوی یا بہن کا اندر اس وقت ایمر پیش میں آ رہیں ہو رہا ہوگا۔
 ”جیس جی“ اسی آ کی آواز آئی، یہ احساس نہیں ہو سکا تھا کہ کتنی دیر کے بعد اس کی آواز آئی تھی۔ اب
 اٹھیا ہے آپ کا کمر!“ وہ میرے سامنے آ گئی۔ ”اللہ کا نام لے کر بیٹیں!“
 ”میں اٹھوں؟“ میں نے سوال کیا۔

”ارے نہیں!“ اس نے فوراً کہا۔ ”اسی اسٹریچر پر آپ کو اندر لے جایا جائے گا۔“

”کیا ہوا اس ایمر پیشی والی مرینہ کا؟“ میں نے سوال کیا۔

”ٹھیک ہے وہ!“ اس نے نظر چر کر کہا۔

”بچہ بھی ٹھیک ہے اس کا؟“ میں نے سوال کیا۔

”سب ٹھیک ہے۔“ آپ گھر دیکر آئی کی!“

”مگر بچے کے رونے کی آواز تو نہیں آئی تھی۔“ میں نے حیرت سے کہا۔ شید بیٹی تھا کہ بچہ پیدا ہوتا ہے تو گلا
 بھاڑ کر دیتا ہے۔

”آپ پریشان سمجھیں اور لیبر روم سڈاؤ پر فہ ہوتے ہیں لی بی بی!“ اس نے وضاحت کی۔

”جیسا.....“

”چلو آؤ بچہ!“ یا نے میرا گڈن وغیرہ ٹھیک کیا مگر ہر بندھا دھامل کا اسراف دوبارہ ٹھیک کر کے ہاندھا۔
 ساتھ کے کمرے سے دو آدمی نکلے، انہوں نے میرے اسٹریچر کو دکھا کر دیواری طرف کیا اور موٹر گھمڑی کی طرف
 چلانے لگے۔

”میں ایک بار ان بی امو جان کو کتنی سکتی ہوں؟“ میں نے اٹھا یہ لکھ میں کہا۔ جا نے کیوں میرا ایک بار.....
 آخری بار امو جان کو کتنے کوئی پتا تھا۔

”اب آپ سب کو پریشان کے بعد ہی ملنا بی بی انشاء اللہ!“ کمرے کا دروازہ دھوا اور اسٹریچر اندر دھامل
 ہوا، یہ کیرا پیلے والے کمرے سے بھی غصہ اٹھا۔

☆☆☆

جانے یوسف کب تک خلیج کے لیے جانے گا؟

زائیکہ کی طبیعت کو جانے اچانک کیو ہوگا ہوگا؟

ازرل بھائی مجھے کتنے کے لیے آئے تھے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ ٹھیک ہوگی اب؟

زین کو انسو تو ہو رہا ہوگا کہ وہ آخری بار مجھے نہیں سکا؟

قتنا ہی کمرے میں نہیں سکتی جب مجھے کمرے سے لایا گیا ہے..... اچھا ہے اس سے مل کرش کمزور پڑ جاتی ہوں!

سب لوگ میرے لیے دعا مانگ کر رہے ہوں گے نا؟

کیا کال بھی؟

شاہر جانے اتنا مصروف ہوگا کہ اسے یاد بھی ہوگا کہ کتنی کال میرا آ رہیں ہیں؟

امو جان آنسوؤں کے ساتھ ساتھ اپنی منڈلی کی لکڑی والی سیخ سرخی ہوں گی؟

ایو جان؟ کیا کر رہے ہوں گے، میرے لیے دعا کیا میرے استقبال کی تیار؟

زین اس امید پر ہو کرش کیوں نہ لے رہی تھی، مجھے بھینس کے لیے جانے والی تھی؟

آٹھویں منوٹے میں لپٹی ہوئی تھی، سوچیں دھڑ دھڑا کر داغ کے درد اداؤں کو توڑ دے ہوئے ایک کے بعد

نئے آپ کو تھوڑا سا انتظار کرنا پڑے گا۔“ اس نے وضاحت کی۔

”مجھے یہاں سر دی رکھ دی ہے..... اگر وہ ہے تو پھر مجھے باہر بھیج دیں۔“ میں گھمائی۔

”یہاں تک آئے والے مریش کو وہاں نہیں بھیجا جاتا، آپ کو کیم ہے کہ آپ کے پورے جسم کو دوا نہیں

لا کر sterilize کیا گیا ہے، اب آپ کا رابطہ باہر کے بیسیئر یا سے نہیں ہو سکتا۔“ اس نے دستانے سے کہا

اور شفقت سے میرے بالوں پر ہاتھ رکھا۔ ”تھوڑی دیر کی بات ہے..... ایمر پیشی کا تو کوئی علم نہیں ہوتا کہ کب

آ جائے، سب سے بری ایمر پیشی ہوتی ہی کا کتنی وارز کی ہے..... دنیا میں بچے کے آنے کا وقت اللہ کے سوا کسی

کو معلوم نہیں ہوتا۔“ وہ میرے بالوں میں اٹھایاں بھیرنے لگی۔ اس کے منہ پر ہلکا ہوا، موی گڈن نہیں رکھا

تھا، پیروں پر بھی موی کور تھے اور ہاتھوں پر بھی موی رستانے۔ ”ایمر پیشی کی آنے والی کا خون بہت ضائع ہو

چکا ہے..... بتا رہے تھے کہ کس خاٹے میں پل کر گئی تھی اور.....“ وہ کھردری کی، اس کے ہاتھوں کے مساج

سے مجھے سکون مل رہا تھا۔ ”ہر گزرت ہی، مگر مرکز دیا میں بچے کو لائی ہے مگر اس کے تو وارزوں نے بڑی انت

مائی ہوئی ہے..... کسی اور اچٹال میں دکھا رہے تھے، وہاں لے کر گئے تو انہوں نے اس ایمر پیشی کو ذیل

کرنے سے انکار کر دیا۔“

”اللہ خیر کرے اور اس اور بچے کے لیے بہتر کرے۔“ میں نے دل سے دعا دی۔

”تو بی..... لڑکی کی ماں نے تو اپنے داماد کو ہتھوں پر لے لیا، اسے سب کے سامنے مارنے لگی، کہنے لگی

کہ وہی اس کی بیٹی یا اس کے بچے کا قاتل ہوگا۔“

”وہ کیوں؟“ میں نے بھی مصروف رہنے کے لیے پوچھا۔

”کبھی رقی کی کراہی نے دکھا دیا ہوگا میری بیٹی کو۔“

”شاہا بی، ایسی ساس پر تو!“ میں نے تاسف سے کہا۔ ”وہ کیوں دکھا دے گا اس کو بھلا، کیا ان کے

درمیان کوئی ناچنا کی؟“ میں نے پوچھا۔ ”جیسے وہ اپنی کسی گھر سے آئی ہوگی۔“

”اصل میں یہ وہ کب فصل خانے میں پڑی رہی، شوہر کو چاہی نہیں چلا کیونکہ وہ سو رہا تھا، حجر کے لیے جا کا تو

اسے دیکھا اور جب تک خون کا کوئی نقصان ہو چکا تھا..... دیکھیں کیا بتا ہے، ڈاکٹر کا مینل سے نہیں لے تو لیا ہے

کیونکہ وہ اپنے دور پر رہے ہوئے کسی سریش کو کھرائی نہیں دیا، اس لیے اللہ نے ان کے ہاتھ میں شکاری ہے.....

مگر آئے جہاں لکھ رکھا!“

”اللہ جو بھی کرتا ہے بہتر کرتا ہے یا!“ میں نے کہا۔

”کوئش کر کہ آپ کو تھوڑی دیر کے لیے نیند آ جائے۔“ اس نے مجھے کہا۔ ”میں ذرا کے ذرا ہو کر آتی ہوں،

پتا کروں کہ کیا بنا اور کتنی دیر رہتی ہے۔“

میں ستر کر اپنے دو جوتوں کا ہلکا کر لیتی تھی، نیند کہاں سے آتی، سر دی ہڈوں میں اتر رہی تھی اسے چل رہا تھا

اور اس سے دور جہاں شید کم نہ تھا۔ آیا نے بتایا تھا کہ وہاں کا درجہ حرارت اونٹن کم رکھا جاتا ہے تاکہ جراثیم اور

بیکٹیریا باہر دھڑ نہ پائیں۔ میں ذرا بے صبر کھڑے کی، پوچھی سوچ میں آ گیا کہ تقریباً اس سے بھی غصہ ہی، اس سے

کبھی ٹھیک اور دال تھائی اس سے بھی دھوکی۔ اس سوچ کے آتے ہی بڑوں میں گوا ایک دم جم گیا، داغ کی گئی

ہی گی۔ وہ کبہ لگتی تھی میں سونے کی کوشش کروں، یہاں جا کا کب نہیں جا رہا تھا۔ کروٹ بدلی کہ جسم کے دوسرے

حصے کو تھوڑی دیر کے لیے غصہ سے ہاتھوں، اب مجھے یہی پڑتی دروازہ اور کمرے دور سے نظر آ رہا تھا، باہر کو لوگ

کھڑے تھے۔ یہ قیادہ کار یہ دور آ رہی تھی کہ باہر کی طرف کا دروازہ ہوگا اور وہاں دو لوگ کھڑے ہوں گے جن

”بیگم! پیاری بیگم، کہاں ہو؟ جلدی سے اپنا
مکھڑا تو دکھاؤ اور نہ تڑاؤ۔“ کلیل نے گھر میں داخل
ہوئے ہی بے آواز بلند بیگم کو کپکپا رہا۔

ایک آئے جارہی تھیں۔ ایک ہاتھنی چاہا کہ اٹھ کر بھاگ جاؤں مگر اس وقت تک میرے دونوں بازوؤں پر کوئی بندھن نہ تھا۔ اچھا، ہاتھ پریش کر کے لیے پرنس اور ڈپ کے لیے کیڑا۔ تھیر کی آوازیں آجس میں غم ہو رہی تھیں، میں نے آنکھیں بند کر رکھیں۔

”کیا تم ہے آپ کا چنانچہ؟“ کیا نرم اور شفیق سر مرواؤں؟ آواز دہائی طرف سے آئی، اس ہاتھ پر کیڑا لگا ہوا تھا، اس میں کچھ آٹا سا سرایت کیا تھا، میرے ہاتھ پر ایک گرم ہاتھ کا کھسکا۔ میں نے پٹ سے آنکھیں کھولیں، میز پر تین روشیاں میری نظر کے سامنے، میری آنکھیں بندھا چکی تھیں۔ کیا یہ دونوں منکر کبیر تھے، میں نے اپنے اوپر دیکھتے ہوئے دونوں کو دیکھا۔ اوہوں اب میں طرف تو وہ میں جو ڈاکٹر کا پائین کے ساتھ میرے کمر سے سج گئی تھیں اور وہیں طرف وہ نرم آواز دے والے سفید پالوں والے ڈاکٹر۔ وہ دونوں غالباً استغیثہ تھتے۔

”کل امرت!“ میں نے کہا۔

”بہت پیارا نام ہے ا“

”تم ڈرتو نہیں رہیں؟“ سوال کیا گیا۔

”ہوں..... شاید!“ میرا سر ہلکا ہوا ہاتھایا بھاری مگر کچھ عجیب سا محسوس ہوا ہاتھ۔

”میں نے تمہاری ڈرپ اتاری ہے جہاں اور اس میں ہے ہوش کرنے کی دوا ڈالی ہے..... جب تم مکمل سے ہوش ہو جاؤ گی تو اس کے چند منٹ کے بعد تمہارا ہوش میں شروع ہو جائے گا۔“ وہ بی بی وادہ: ”اے ہوش کی دوا...! لیکن لی! میں نے نہیں دیکھ سکتے تھے کہ بڑے ہوش کرنے کے لیے دی ہے، اگر دوا کھائے میں ہوش میں مل نہ پاتا ہوں تو اس میں ساتھ ساتھ مزہ عافیت داکر دے رہیں گے۔ اگر تمہیں درد کا احساس ہو تو اس کا مطلب ہے کہ بے ہوشی کی دوا کا اثر ختم ہو گیا ہے، ایسی صورت میں تمہارے ہجرے کے تاثرات سے میں یقیناً اعزاء ہو جائے گی۔ بے ہوشی کی دوا عموماً تو نہیں مگر کسی نہ کسی میں چند فیصد تک، انسانی جسم میں اس طرح بھی اثر کر جاتی ہے کہ کمر میں بے ہوشی میں نہیں آتا۔ ایسی صورت حال میں بے ہوش کرنے والا ڈاکٹر نے زہر اندر ہوتا۔ اس کے لیے میں نے آپ کے شوہر سے وعدہ کیا ہے کہ اگر آپ کو ایسی ناگہانی حادثے کی صورت میں وہ سوئچیں کھینک دیتے ہیں، بھیجیں، میں اپنے کمر میں لیٹ کر ہوش میں آتی ہوں۔“ لیکن اس نے چاہا تھا کہ وہ سوئچ کھینک دے اور اس کی بددعا کر دے کہ اس کی بے ہوشی ختم نہ ہو۔ لیکن اس نے ہوش نہ آ سکتا تھا۔ لیکن اس نے اپنے ہوش میں کیا جاتا یا ابھر نہیں کے لیے انتظار دے رکھے جاتے ہیں۔“ میں نے سوتے جاتے میں وہ تمام ٹھکرتی۔

”تم ٹھیک ہونا امرت؟“ ہا میں جانب والی ڈاکٹر نے پوچھا۔

”ہوں.....“ میں نے بولنے کی کوشش کی۔

”تمہارے شوہر کا نام کیا ہے؟“ وائیں والے ڈاکٹر نے سوال کیا۔

”میرا شوہر؟“ میں بڑبڑائی۔ ”مممم..... مم.....“ میں منمنائی، سوچا اور اس کے بعد کچھ بول نہ سکی۔

”میں زین جمال..... ولد جمال احمد..... تمہیں یعنی امرت گل ولد کمال احمد کو..... بھانگی، ہوش و حواس طلاق دیتا ہوں! میں جمال احمد ولد جمال احمد..... امرت گل ولد کمال احمد کو طلاق دیتا ہوں..... میں زین جمال احمد ولد جمال احمد..... امرت گل، ولد کمال احمد کو بھانگی، ہوش و حواس طلاق دیتا ہوں۔“

دعڑا ام دعڑا ام..... دعڑا ام..... ساری دیواریں میرے اوپر گر گئی تھیں اور میں اس کے بعد ہوش میں نہیں رہی تھی۔
(حالی ہے)

خُطْبَہٴ آج

ہما بیگ





خلال تربیت

ماہوش طالب

یہ ایک برائیوت کاٹج کا سنا ہوا یاد تھا۔ کچھ دور قبل یہاں ہندوؤں پر سائنس تھا۔ کچھ ایجنسیوں کے چلے جانے کے بعد ایک لڑکی کی بیٹی تھی اور لڑکیاں... پھر خدشہ ہل کی جانب بڑھنے لگیں۔ ”اے دیکھو...“ مام دی بے اپنی بیٹی تھی ڈال دی تھی۔ ”اے دی دیکھا ہے اب تو میری بے بی کے ساتھ اٹھ کر سواں کر دی تھی۔“ سو سے بیٹ میں نکلتی سدرہ تھی اس کا اشارہ کچھ کچھ رہتا تھا۔ ”تیر تو پہلے دن سے ہی زائل تھے مجھ سے۔“ دو دلوں، سرنی سے رگتے لب، چست لباس پہنے آنکھیں پٹنا کر تیرا اڑنا میں ہوتی سارہ کی جانب دیکھ دیکھ کر کس کسواں کر دی تھی۔ سارہ ان کی کاس بیٹھی اور سلام دعا کی حد تک

لائے۔ ”قدیل نے حیرت بھرے لہجے میں شہر سے سوال کیا۔“ ”بیم آپ نے آج خبری ایسی سنا کی، دل چاہ رہا تھا کہ پوری دنیا کو خوش خبری سناؤں پھر سوچا آپ ناراض نہ ہو جائیں اس لیے صرف حادثہ کو بتایا، گا جڑ کا حلوا دیا ہے یا آپ کے لیے۔“ ”کھیل آپ بھی حد کرتے ہیں کوئی پہلی دھند تو نہیں ہے، وہ بچے پہلے بھی تو ہیں ہمارے ایسی خوشی تو آپ کے پہلے نہیں مٹائی۔“ قدیل نے شرارت سے ہونے کہا۔

”بھائی ہمارا دوست بھی مجیب ہے، کب کیا کر بیٹھے پھر اس دھند تو جڑاں ہیں۔ اسی لیے خوشی سے پاگل ہو رہا ہے۔“ حادثہ نے پیار سے کھیل کے کندھے پر دھبہ مارتے ہوئے کہا۔

”عدہ سے آپ کو کہاں سے اطلاع مل گئی کہ جڑاں ہیں؟ کیا مستقبل کا حال بتانے والے کے پاس کچھ ہے آپ دونوں؟“ ”میں سمجھتی تھی آپ دیکھ لیجیے... اسی لیے تو کھیل اتنا خوش ہو رہا ہے اور کل سارے آفس کا منہ میٹھا کرائے گا؟“ ”حادثہ نے کھیل کو آکھ ماری۔“ ”حد کرتے ہیں آپ دونوں بھی، لوگ مذاق اڑائیں گے، آپ بیٹھیں، میں بچوں کو سلا کر آپ کے لیے اینٹیل کھانا بناتی ہوں۔“ قدیل نے ڈرائی فروٹ کی ٹرے ان کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔

”بیاری ادنیٰ اچال اکلوتی بیتم آپ کچھ نہیں بتائیں گی، آج کھانا باہر سے آئے گا، ہم نے آرڈر دے دیا ہے، آپ آرام کیجیے۔ کھانا آتے ہی ہم آپ کو کولہ لیں گے اور بے، لوگرل جاؤ بچوں کے پاس جاؤ۔“ کھیل بیتم کو اپنے دیوہ روم تک پہنچا کر واپس آ گیا تھا۔

☆☆☆



جوں کی جوں کھڑی تھی۔
”تمہیں بھی اب مجھے سوری کہنا چاہیے۔“ اس کے یوں عاشق کھڑے رہنے پر سارے دوستانہ انداز میں کہا۔

”کیوں؟“ اس کی جگہ، اگلی آواز دہرنے والی لڑکی سے سوری نہیں کہہ سکتی۔ اس کے لیے جس کاٹ تھی، جس کا زہر سارے آنکھوں میں داخل کر دہ کاؤنٹر کی جانب بڑھ گئی۔ سارہ ہاتھی وارے عزلی کے احساس سے لال ہوئی، سو قدم بڑھا کر گئی۔

☆☆☆

”تم نے سوچ سمجھ کر فیصلہ کیا ہے؟“ اتنی ہی غلطی کر رہی وہ.....“ شیخ اس کے پارکار کا قافلہ طے کر کے ڈرائنگ روم تک پہنچ گئی تھی۔

”ہائی سارے حالات تو آپ کو بتا دیے ہیں، اہاں میری تو ایسی ہے پوچھنے نہیں سارا میں کہان کے سر سے بوجھ اترے گا۔ جمال نے کہا ہے مجھ سے کہ ہر طرح سے وہ میرا ساتھ دے گا، مجھ سے محبت جو اتنی کرتا ہے وہ، اس سے پہلے کہ میری شادی کے کاؤنٹر جاں میں میں خود اس بہن سے نجات چاہتی ہوں۔“ اظہار ہر کی لڑکی آنکھوں میں اندکی محبت کا نشوونما دیا۔

”اچھا تو پھر کیسے کر دگی تم یہ سب؟“ خلاف معمول آج بار میں رش کا کافی کم تھا۔ اس لیے نیچہ فرصت سے بیٹھی تھی۔

”ہائی آپ میری مدد کریں گی۔“ وہ سرگوشی میں بولی۔

”کیا مطلب؟“ کیا کہہ رہی وہ، جیسے پتا ہے میرے پارکر کی شہرت اتنی اچھی ہے، اپنے ساتھ، ساتھ مجھے کسی بدنام نام لڑائی۔“ نیچہ آگوار کی گئی۔

”چھوڑو ہائی، پارکوں کی شہرت، یہ کاروبار بھی خراب نہیں ہو سکتا۔ آج کل کوئی بھی دودھ کا دھلا نہیں ہے۔ کدو، ہندی، ہندی..... ہندی ہر طرح کی محبت اس پارک میں لگتی ہے، کیا فرق ہو گیا؟“ رشم کی صاف کوئی پر

سے اٹھ کر ہے۔“ لائبر کو ایک بریکنگ ٹیڈو دینا یاد آتی تو وہ سرگوشی سے سے انداز میں بولی۔

”اودو.....“ نام نہ منہ پر ہاتھ رکھا۔
”سارہ؟“ ”سارہ کو یقین نہیں آیا۔“
”تم کو لگنے آیا۔“ فائقی کی تعریف چاہتی تھی۔
”ارے مجھی میری بین میں جاتی ہے، کافی دنوں سے دوسری لڑکیاں بھی میری کرتی ہیں، پہلے اپنی دوستوں کے ساتھ پیچھے ہی تھی لیکن اب تو آتے جاتے فرزند سیٹ پر چپکے کرتی ہوئی ہے اور اپنی مرضی سے ہی گانے گواتی ہے۔“ لائبر کے پاس authentic فرمگی۔

”تھارے یوں اکل ہیں جو دیکھنے میں؟“
”ہم مہ..... پتیلیں، چائیں کے شاید کدے،“

میلے سے ہان کھانے والے۔“ نام کے استعذار میں لائبر نے برساتنا بنا کر بتایا۔

”ہائے دیکھو بندہ ڈرائیو کو تو چھوڑ دے، کیسا دور آ گیا ہے۔“ فائقی نے اپنی ہائی پٹی نیل خرید کی۔
”مجھ کر رہی ہو یا، میری ہائی کے کاٹ میں ہر تیسری لڑکی کا ڈرائیو (وین) بس یا اپنے کمر کے ساتھ چکر ہوتا ہے اور کچھ تو ایسی کے ساتھ بھی گئی ہیں۔“ ”سارہ بھی۔“

”اللہ صاف کرے، اس لڑکی سے پہلے کلاس کو اور اب پورے کاٹ کو پیچھے لگا کر رکھا ہوا ہے۔ یہ بولنے سے فدی کی بیٹی لڑکی.....“ نام نے سخت سے ایک نظر سے دیکھا اور تیرہ کرنے لگی۔ سمریک کلاس میں ایک نامعلوم چٹکونیوں کے لیے لگا کر قصاب لڑکیوں کو تیل بھی، ہر ایک ہو گئی تھی۔ اس کلاس روم خالی ہوئے لگا تھا۔

☆☆☆

سارہ خوش کالی کر کے ایک شاپ سے باہر آئے گی تو اندر داخل ہوئی نام سے ٹکرائی جس سے اس کے نوس زہن پر بھر کھے، وہ دوسری کہتے ہوئے پیچھ کر انہیں سمیٹے گی، اس کام سے فارغ ہوئی تو نام

”ارے ہائی کیا پوچھ لیا..... بات تو سمجھیں سے طے ہے، اب آپ سے کیا چھوڑا۔“ وہ جو جیسے مقابل کے پوچھنے کی سختی۔ نیچہ کے لیے رشم کا کم حیران نہیں تھا۔ اس کے بار میں اکثر لڑکیاں آتی تھیں۔
ہاں، ہاپ کی زور زبردستی پر شاویاں کی ہوئیں۔ اور وی تعلیم کے یا اپنی نصیب کی ماری ہوئی۔ اس کے دوستانہ مزاج کی وجہ سے جلد ہی آنے والیاں اس کی سہیلیں اور ٹیکر کلاٹ کی لسٹ میں شامل ہو جاتیں۔ یوں ہی یہاں پیچھے کا خاصہ کیس تھا اور قاضا بھی؟

”شیخ کر دے، اپنے تیار ہاؤس سے بات کر کے دیکھو۔“ ”ندھی، منہ سے کچھ بولنے کی میری کہیں جرأت، اس ٹیکر ہاؤس کو خواہ وہ ہر چڑھاؤں، میں نے فیصلہ کر لیا کہ کرے گی کرتا ہے۔“ ڈرے، ڈرے، لہجے سے بھی بغاوت کی بو خفتے گی۔

”کیا کر دگی پھر تم؟“ نیچہ کو اپنا ہوا تھا۔

☆☆☆

آج نیچہ شاپ پر معمول سے کچھ زیادہ ہی لپٹ ہو گئے تھے جی لڑکیاں اپنی خوش گہلیوں میں مصروف تھیں۔
”برائے، اکثر حیران ہوئی ہوں، یہ لڑکی جیج کتنے بچے اٹھتی ہوگی، میں تو جلدی میں دھانکے کرنے کا بھی وقت نہیں ملتا اور یہ سیکر سے ایسے الگ سے تیار ہو کر آتی ہے۔“ ”سارہ کو ہر روز جدیدیوسٹر اسٹائل بنانے والی سارہ سے چڑھتی۔“

”مجھے لگتا ہے اس کے کمر میں کوئی بیٹھوس ہے، جیج اتنی جہارت سے میک اپ کیا ہوا ہوتا ہے۔ ہاں بے ہوئے ہوئے ہیں۔“ ساتھ نیچے فائقی نے بھی قیاس کے ٹھوسے دوڑائے۔

”ہائے اللہ، میری ماما تو مجھے بھی یوں تیار نہ ہونے دیں، اسٹائل میں خراب ہو جاتی ہے اور انہیں دیکھنے میں پسینہ آتی ہے میری لڑکیوں کا یوں ہڈوں کی طرح سرخی پاؤڈر لگانا۔“ نام نے خیر بھرے لہجے میں کہا تو نیچہ ہلکا کرکٹ دیں۔

”اچھا مجھی میں نے سنا ہے کہ اس کا دین اکل

دوست بھی مگر اپنی لہجے دار باتوں سے پوری کلاس کو اس نے اپنا کر دیا ہوتا تھا۔

☆☆☆

نیا بیٹی پارلر اس علاقے میں سب سے مشہور پارلر تھا۔ صرف نکلی نہیں بلکہ اس پاس کے گاؤں کی خواہش بھی شادی بیاہ کے لیے خصوصاً یہاں کا رخ کرتیں۔ سات سرے کے کمر کا تین چوتھا حصہ پارلر کے لیے مختص تھا۔ اس لیے نیچہ کو مگر کی الگ سے ٹھکانہ دیا تھی۔

”آپ پہلی بار آئی ہو، اس لیے آٹھ سو روپے میں آپ کو ہزار والا ہرٹل فیشل کروں گی۔“ وہ اپنے کسٹمر کو ٹیکر کلاٹ بنانے کے لیے رعایت دے رہی تھی۔ ”تھارے اسٹائل میں ہلکا کرکٹ (چک) ہے۔ باقاعدگی سے کروائی رہا کر دہ دہ ساری فیشل مائدہ چائے کی۔“ آخر میں بے منت دھونسے ہوئے اس نے مشورہ دیا۔ ڈائی کیے، ہاں، شاکرنگ اپ اسٹک لگائے اور کانوں میں سونے کے چھوٹے، چھوٹے بننے پہنے وہ پتیلیں، پتیلیں برس کی بظاہر نفیس خاتون لگتی تھی۔

اپنے ہنر کی جہارت اور پارلر کی تیار شدہ کمریوں نے اس کے چہرے کو بھی رونق بخشی ہوئی تھی۔ کچھ مہنت بعد وہ پارلر کی پھر اس کے پارلر میں موجود تھی۔ ”ہائی میں نے سنا ہے کہ آپ کے پارلر سے بڑی اچھی کریم لٹی ہے، ایک پیسے میں تھارے ہا۔“ پالنگ اور اپریس کروانے کے بعد وہ نیچہ سے بولی۔

”ہاں..... ہاں جیج بھی استعمال کر کے دیکھنا۔ کتنا واضح فرق نظر آتا ہے۔“ کمر ان کی فیشل کر دہ۔ نیچہ نے اپنی ماتحت کو دوسری کسٹمر کے لیے ہدایت جاری کی۔

”بس میں ناں ایک دیکھ دوں میں پھر کلاٹوں کی بھالی کے ساتھ۔ آپ کرم تیار کرے گا۔“ وہ کہہ کر چلی گئی۔ اور پھر آنے والے دنوں میں جیسے اس لڑکی کی فیملی جیوشن بن گئی۔ کوئی خاص کام نہ بھی ہوتا تو وہ جس مشورہ کرنے کے لیے آ جاتی۔

”رہنمائی ہماری بات دات کی ہوئی کہیں؟“

غزل

یہ تم جو ہوا ہے آئینہ
بچوں جیسا کرا ہے آئینہ
عکس در عکس مجھ پر روشنی ہے
اس کا چہرہ بھی کیا ہے آئینہ
میرے دل کی طرح ہے وہ بھی حسین
چاند جیسا سجا ہے آئینہ
دس گواہی ہر ایک بات کی
دل کا شیشہ ہوا ہے آئینہ
اس کی صورت دکھاتا ہے ہر جہاں
اس کا شیدا بنا ہے آئینہ
آئینہ میں نے دیکھا تو جانا
کچھ بھی ہو، آئینہ تو ہے آئینہ
مجھ کو دکھائے راہِ حقیقت
خاتم ایسا سرا ہے آئینہ
کلامِ فریدہ خاتمِ الابرار

”کیسے باہر سے تو سب کو بتا ہے اس لیے کوئی
لوں نہیں دیکھ کر تمہاری ان غیر موافق رویوں کی سب
وضاحت چاہی ہے“
”کیا مطلب.....؟“ نام نہان بولی۔
”میں تمہاری طرح دوپٹی پانچ پیس پر یقین نہیں
رکھتی نام نہان۔“ سارہ پچھلے کی طرح ہنس مکھ ہوئی۔
”تمہاری بات کیسے ہوئی میرے ساتھ اپنی
سیدھی بکواس کرنے کی؟ اس اوقات دیکھی ہے اٹھنا۔“
کلاس قائم ہونے کی وجہ سے کلاس کے دروازے پر نام نہان
کی بھر کے اس سے نکلتا کا اظہار کر رہی تھی۔ نام نہان
”اوہ..... جگہ جگہ کوڑا بیچ کرنے والی لڑکی نام نہان
شعبہ اب مجھے میری اوقات بتاتے گی۔“ سارہ ایک
قدم کے پیچھے چلی اور اس کے کان میں سر رکھتی کے
سے انداز میں یہ فقرہ ادا کر کے بولی۔ نام نہان ہوا کوئی
خست فقرہ کہنے کی دلی تمنا کر رہی تھی کہ کتنے اوقات اس کے سب
کی دے۔ اس کی رنگت زرد ہوئی اور ہر مگر خاموشی سے
اسے کلاس کی جانب بڑھتا دیکھنے لگی۔

☆☆☆

یہ جتنی تاریکی اور سیاہی اپنا آپ دکھا رہی تھی۔
پارلر میں اس وقت کوئی گھر نہیں تھا۔ وہ پچاس بیس منٹ
سے اس کے پیچھے سے انتظار کر رہی تھی اور پھر ایک
بچہ کو بچھاؤں بائیک کی آواز سنائی دی۔ جو قریب
آئے۔ وہ دروازے کے پاس آکر قہقہہ ہونے لگی۔ اس
نے دھڑکنے والے اس کی جانب دیکھا۔
”اب سوچنے کیجئے کہ وقت گزر گیا۔ میں جا رہی
ہوں، میرے گھر والوں میں سے کوئی آئے تو کسی کچھ
مت بتانا، اور اپنا خیال رکھنا اور یہ آپ کا حق بھی۔“ آخر
میں اس نے کپڑے سے ایک پیسہ نکال کر پونے لال
رکھوئی اور ایک بھاری لکھن جو کچھ کے حوالے کیا۔
”بڑا قیمتی ہے یہ پرانے وقتوں کا، میرے
پاس کوئی چارہ نہیں تھا، سو اسے اس طرح بھانگنے
کے، میری اماں نے تو میرے باہر بیٹھ کر بھی

غائب تھی۔
”ہوسکتا ہے ہاں لیکن بڑے بڑے گھر میں ہوں، مگر
کرفن کروں گی کہ خیریت تو ہے ناں.....“ لانا بہنے
تلی دی۔
”سودی پارلر میں بیٹھے بخاری ہو رہا تو سوا چار بجے
سے ساڑھے گھنٹہ بجے جاؤں۔ موبائل بھی چیت
نہیں کیا، اور بیچ کر کے بتاؤ گی۔“ اگلے دن وہ اس کو
گھر پر پہنچی تھی۔ اس کے ہاں وضاحت کرنے پر
سب کی تلی ہوئی۔ آنے والے دنوں میں اس کا سر درد
بڑھنے لگا۔ اس کی کمپلیوں کے لیے نام نہان نے
دارو تیار کر رکھی تھی۔
”یہاں ہو تم، میں اور لانا یہ کب سے ڈھونڈ رہے
ہیں، اب تمہاری فکر کی رہتی ہے، کہیں کچھ ہو گیا ہو
نہیں۔“ سارہ بیک کو دیکھ کر کہہ رہی تھی۔
”نکل کر رہی تھی۔“
”نہیں یا سر نوید سے انسلافت کی بات کرنی
تھی، یہ دلی میں بہت زیادہ ہے تو سوا چار بجے انسلافت
کر والوں۔“ وہ انکس جالان نام دکھا رہی تھی۔
”ہاں، میں تو واقعی بہت زیادہ ہے اور یہ اکاؤنٹ
سرو چیس کیس کروا کر۔ تمہاری بات سن لی؟“
”کیسے ہے قریب کہ پہل سے سناں کرنا اور تم
دونوں جاؤ، میں میڈم سے بات کر کے آتی ہوں۔“
”چلو ٹھیک ہے، ہم نے ٹیسٹ بھی راجہ اتر کر
ہے۔“ وہ دونوں کلاس روم کی جانب دوپٹی تو وہ مگر
اکاؤنٹ آفس میں چلی گئی، چندرہ منٹ بعد ہی تو چہرے
کے تناظر سے الگ سے گھر سامنے لگا بھری سے لکھی
سارہ کو دیکھ کر اس نے تنہا سے آنکھیں میسر کر لیں۔ وہ
پہلے آفس کی جانب بڑھنے لگی۔
”نام نہان۔“ اور وہ نہ چاہتے ہوئے بھی رک گئی۔
”تم جیٹ نہیں دو گی؟“ سارہ نے کہیں پہلے
کی اس کی رخ کلائی کے بازو زنی سے پوچھا۔
”ہاں..... مجھ سے پوچھو کون رہا ہے نام نہان نے
خاترات سے انساوال کیا۔

وفاظ میں چڑھی کچھ نہیں بھروسہ نہیں کرو لی۔
”تم جو بھی کہو..... میرا بار در دوسروں سے مختلف
ہے، میں اس غلط کام میں تمہارا ساتھ نہیں دے سکتی،
مجھے قاعدہ کی کیا۔“ سارہ ہنس بولی۔
”دیکھ لیکن نام نہان ہی بحال دروازے کے
باہر ہی کھڑا ہو گا۔ جس میں اپنا ضروری سامان.....“ وہ
کہنے لگی۔
”دوبے قاعدہ تو آپ کو بھی بہت ہوسکتا ہے،
آپ ہاں تو میریں۔“
”کیا کہنا چاہ رہی ہو تم؟“ سارہ نے بھی سے بولی
مگر آنکھیں چمک اٹھیں، آخر برسوں سے پار چلا رہی
تھی۔ چاندیہ صورت تھی۔
”جس شام میں آپ کے پار آؤں گی، اپنے
زیر بات میں سے ایک آپ کو دے کر جاؤں گی۔“
اب بولیں۔“ سارہ جواب بکھڑا دیکھتی اور بیکہ کہ
اب آنکھیں ہی نہیں چھو رہی چمک رہا تھا۔ وہ ہنوں پر
گہری مسکراہٹ پھیل گئی۔

☆☆☆

سینڈا لکھی کی تیار کی میرا دے حوالے سے کسب
کسب بھول گئے تھے، دیکھی میں سوا چار بجے تھا۔
وہ سب آج تک اس کی پلنگہ کرتے۔ نام نہان سارہ
کو کالی بے عین سی لگی۔ سبھی بیک کے بعد کلاس میں
جاتے ہوئے اس نے نام نہان سے چہرہ جانا چاہی۔
”کچھ خاص نہیں میرے سر میں درد ہے، تم جاؤ
میں کلاس میں لے پاؤں گی۔“ اس نے کپٹیاں دہاتے
ہوئے کہا۔
”بڑا زیادہ طبیعت خراب ہے تو آؤ پھنڈی چلتے ہیں۔“
”ارے نہیں، تم کیوں میری وجہ سے پچھرس
کر دو گی، میں تو خودی دیر میں آتی ہوں، نام نہان۔“
”بھیا ٹھیک ہے۔“ مگر زیادہ درد تو طبیعت
لے لیتا۔“ سارہ دہانت کرتی کلاس روم میں داخل
ہوئی۔ مگر جب نام نہان آخری بیٹھنے کلاس میں نہائی تو
سارہ سمیت سب دوستوں نے اسے ڈھونڈنا چاہا کہ وہ

بہت پر سکون تھی۔

☆☆☆

اس دن کے بعد سے سارہ اور ہام میں کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ ہام نے اسے اپنے حوالے سے کوئی وضاحت نہیں دی تھی اور نہ سارہ نے اس کے منہ کھلنے کی ضرورت محسوس کی۔ ہام کے سر کا درو بھی ختم ہو گیا تھا۔ بھی وہ کلاسز میں باقاعدگی سے اینڈنگ کرتے تھے۔ وقت بہت آہستہ آہستہ گزرتا تھا اور ان کے سیکنڈ اینٹر کے سال دا امتحان آن پہنچے۔

”ہام اس وقت کیوں جاگ رہی ہو پتہ؟“ اسے نہیں پر کتاب ہاتھ میں پکڑے سوچوں میں دم دیکھ کر مانا لے کر چھا۔

”تو اموزا سا بڑھو، آپ لائٹ بند کر کے سو جائیں، میں کچھ دیر اپنے کمرے میں چلی جاؤں گی۔“ اسے کتاب چہرے سے اٹھ کر لے گئی۔

”ٹھیک ہے، تمہارے پاپا تو دیر سے کل رات ہی کاؤں سے لوٹیں گے۔“ وہ اندر چلے گئی اور لائٹ بجھا کر باہر نکل کر رست کرتے لگتی۔

انکی باہر سے قریب بار بار جھپٹے سے پہلے جانے کیا سوچیں کہ الماری کا لا کر کھول کر گھسیٹ کر لے جاتی، اور پھر انکسٹا لائنی صابن سے میٹین نہیں آیا۔ دل دھک سے دھک گیا۔ وہ دیکھ کر کہہ سکیں۔ ”سکھ اپنی جگہ پر موجود تھا۔ مگر اس کے ساتھ ہی رکھا بیچر کا اپنا سونے کا میٹین سینڈ اور ہماری بالا غائب تھے، محسوس میں اس کا چہرہ ہنسنے سے بھجک چکا تھا۔ اس نے پوری الماری کھٹک لائی، وہ بچھ کے کمرے میں بھی گئی۔ ہام کی ساری الماری خالی تھی۔ اپنی چھٹی جینز لٹا کر ایکسٹ چیک کر کے وہ بڑے ہی طرے طرے تھی۔ ساری درازیں ان لاکڈ تھیں، فریموٹی طور پر بند ہوتے دباؤ اور لچھے میں بے چینی کیسے اسے کہوں سے کا پتہ نہ ہوئی کرکشی پر ہوتی۔

”ہام۔۔۔“

☆☆☆

شرقی سے سیاہ دادل جتنی در جتنی کسی جاگ کی طرح آگے بڑھ رہے تھے۔ پکڑے تھے دولت پت ہو رہی تھی مگر اسے پروا نہیں تھی۔ اسے ان کنوے راستوں سے گزر کر جلد زار جلد منزل تک پہنچنا تھا خواہ منزل اس سے بھی زیادہ خطرناک اور آلودہ ہتھیاروں سے لیس ہو۔ سر پر لپٹی۔۔۔ تھی تو اس کی منزل تھے، نیلی چادر اوڑھے ہوئے ایک ہاتھ کا لے رکھ کر ایک قہارے وہ کھینچ کر کھنکھناتے ہوئے پڑے ہوئے اسٹاپ تک پہنچی، جہاں ہانگ پر لڑیوں کا انتظار کر رہے تھے۔

”فکر ہے تم آگئیں، میں تو امید چھوڑ بیٹھا تھا جب سے میڈم نے مجھے تو کرسی سے نکالا ہے، میں تو کھٹک ہو گیا ہوں، جو چاہتی تھی مجھے دھکا دو گی۔“ آج فغاں میں بھی کچھ یاد تھا۔

”نوید ایسا کیسے سوچ لیا آپ سے میرے بارے میں، میں تو آپ کے بارے میں جانتے ہوئے بھی آپ کا ساتھ دینے کا وعدہ کیا تھا۔“ ہام کو اپنی ذات پر ان کی عدم اعتمادی اچھی لگتی۔

”ہاں، بھئی تو اڑائی آپ کی۔۔۔ تم لائی ہو یاں سالان۔۔۔ شروع، شروع، میں تو تاک تاک کر بندوبست کرتا ہے مجھے، میرا مطلب ہے ہم دونوں کو۔۔۔ انہیں سنے دو کہ ذرا میٹھے ہوئے گئے۔“

”ہی ہاں، بیگ میں ہے، آپ کھینچیں کریں، وہ وہ۔۔۔“ ہام ہنسی لگائی۔ ”کلاخ خواں۔۔۔؟“

”میر، میر میری جان صبر۔۔۔ میں کس دن کرتا ہوں، تھوڑی دیر تک آج آجے گا۔ تم یہاں آرام سے بیٹھو، یہ جی پیو۔۔۔ میں بیگ سفید ہوں اور کلاخ خواں کوئی دیکھو، میں کہاں رہ گیا۔“ وہ میر کی ساڑ سے گزر کر ایک طرف ہوتے کمرے میں پہلے گئے۔ ہام کے پیسے چھوٹ رہے تھے، اس نے گھاس میں بھرے مشرب کا ایک ٹھونڈ نہ لیا۔ اسے لگا وہ کچھ دیر اور اسی طرے طرے سے ہوتے ہوئے جا گئے۔ یہ چادر تیار جڑی بی کر اس نے اٹھنے کی ہمت کی اور پانی کی تلاش میں اس کے مکان کے اندرونی حصے کی جانب بڑھ گئی۔ کل اس

حلال لوبہ

اس کے قدم برو کے وہ جلدی سے دروازہ کھول کر گئی کے دوا میں جانب دیکھا۔ وہ دربان تھی۔ دوسری جانب دیکھا تو وہ بھکارن ٹیڑھی چال چل رہی تھی۔ ”اے سنو۔۔۔“ وہ اسے روک کر دوا میں آنے کا کہہ رہی تھی اور خود جلدی سے کمرے میں چلی گئی۔ دوا میں آئی تو اس کے ہاتھ میں سرخ موتیوں والا کفن تھا بڑے زینتوں سے اس نے وہ بھکارن کے حوالے کیا اور اس کی حرکت کی پر دایکے خیر دروازہ بند کر کے، اپنے کونے سے اٹھ کر اسے دوا میں لے کر اس کا دوا میں کسی بھی خیر معمول بات کی جانب کروانے بغیر انہیں ٹیڑھی بھجھا تھا۔ شیعہ صاحب آئے تو نہ جانے کیا ہوا۔ وہ کھڑی، کھڑی اپنے آپ کو کھینچ کر کھینچ کر لے گئی۔۔۔

خیال اس نے فضا کو اور جانے نماز بھی کرکشی ہو گئی۔ اور کچھ دیر بعد ہی جب اسے کچھ دھڑلائی، آنسو کی دھڑکنے، مانہ جاری ہونے لگے۔ وہ کاب رہی تھی۔ کچھ دھڑکنے، روع کر گئے۔ تشہد پڑھتے اور سلام بھیجے۔۔۔ دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے ہوئے، آنسو ہی اس کی۔۔۔ دوا میں گئے، دوا میں ہی میں رہ گئیں۔

دوپہر کے سامنے ڈھلنے لگے تھے، اپنے اعمال سے قطع نظر وہ اس وقت صرف اس کی رہی رشت کے سہارے ہام کے لوٹ آئی اور امید بھی تھی۔

☆☆☆

وہ چھٹی اس علاقے سے باہر گئی، اس میں تھوڑی سی ہمت آگئی۔ وہ فیلڈ کرکشی کمرے کے کہاں جانا ہے۔ ”جگہ، جگہ کو ذرا جگہ کرنے والی۔“ کمرہ سیال۔۔۔

بیرے کی آنکھوں سے دواں ہونے لگا، وہ گردن سے پاؤں تک خود کو کچھ نہیں سمجھتا اور محسوس کر رہی تھی۔ یہ کچھ بڑے وصل کیسی تھی۔ ”کیسے؟ ماا؟ کمرے، ہاں کے پیسے سے لگ کر، ان کے کپڑوں میں گر کر۔۔۔ معافی مانگتے۔۔۔ ہاں بھی۔۔۔ جب ہی اس کی کندکی سے نجات تھی کئی دن وہ اندھے کیونکر غضب سے بچ سکے۔ اسے شام سے پہلے، پہلے کچھ پہنچنا تھا۔

☆☆☆

مہینہ پانکیزہ 123 فروری 2018ء

123 فروری 2018ء



قدرت نے اسے دل کھول کے نواز تھا تو اس نے بھی خدا کی مخلوق پر خیر کرنے میں تجوی نہیں دکھائی گی۔ یہی حال لیڈن کا تھا۔ خدا ترس انکی کمزور کواں لٹھا کے سائل کو دے دے۔ ہر سال لوگوں میں پکڑے، کھانا، جوئے، چپلیں، بیک اور اسکول جانے والوں کے لیے سکس پنس بائیں جاسیں۔ ایجنج کی پوریاں اس کے علاوہ نہیں۔ اگر اس نے بھی مخلوق کی طرف سے ہتھ بنگ نہ کیا تھا تو اللہ نے اسی سب سے اسے نواز بھی تھا۔ سچ تو یہ تھا کہ اگر نظر ڈالی جاتی تو سوائے ایک اولاد کے ان دونوں کی زندگی میں ہمیں کوئی کمی نہ تھی۔ وہ رب کے بھی پیار سے تھے اور اس کے بندوں کے بھی۔ تب بھی اسی سب کے باوجود ہمیں اس کی سونپی گود کو نشانہ بنائے دہشیں۔ اڑتے پڑتے اور بھی دیے لنگھوں میں کینے کے کانوں میں اپنی عرو کی کاروبار پڑی

رحمت اس کا خالہ تھا اور بلاشبہ اس کے لیے رحمت ہی تھا۔ یہی طعنہ نہ تھے، نہ کوئی دشمنی..... نور کے تڑکے زینوں پہ کھل جاتا، پر جانے سے پہلے کینے کے پتھوں کے بلوے ہوئے یمن کے بیڑے اور اسکی گلی سے تر تر پراٹھا کھانا نہ بھولا۔ اس کا خرمندہ چٹ اور بڑی ہوئی تو خدا کی خوش خوراک کا ثبوت تھی۔ اور اس کا وسیع حلقہ احباب اس کی خوش اخلاقی کی سند تھے۔ پار دوستوں میں وہ کھلے دل کا مالک اور پیاروں کا یار تھا تو کی کینوں میں بھی اپنے نام کے مانند رحمت تھا۔ گاؤں میں اس کے پاسے کے بلکہ اس سے بھی زیادہ زینوں کے مالک زمیندار تھے مگر اس کے پاس ہمیشہ پاتو خیر خواہوں اور دوستوں کا گھگھلا ہوتا یا سوا لیوں کی بھی قطار ہاتھ باندے ختم رہتی۔ سچ تو یہ تھا کہ اگر



عزیز ترین بچہ

ایک عام قاتر یہی ہے کہ عورت ایک کمزور اور کم تر بستی ہے... مگر یہی کمزور اور کم تر بستی صنف مخالف ہر کس، کس طرح اثر انداز ہوتی اور وقت بڑنے پر چٹان جیسی مضبوطی بھی دکھاتی ہے۔ حروف تہجی کے اعتبار سے شروع ہونے والے اس ننھے سلسلے عورت کہانی میں ہماری معروف لہم کار فرحین اظفر نے بھی بتائے کی کوشش کی ہے۔

جدا گانہ موضوعات لیے کہانیوں کا نیا سلسلہ آپ جیسے بازوق نثار سمن کی نذر

”بچہ عورت کی مثال اس زمین میں ہوتی ہے جس کا میں پر اس کے اپنے سر سے ہوس اور جسے تصور گ جاتا ہے۔ بات تو گڑی ہے، مگر یہ وہ عورت کی کو کچھ نہ کھنکھناتی۔“
ہائیں، الفاظ، تھرے، تجڑے مشامے اور تھرے۔
ایک زندگی گزرنے کی گئی اسے اس طرح کی... ہائیں
ہتے ہوئے۔ مگر جس آئیں اسے دیکھیں اس کی حالت پہ
ہائے رکھا تھا۔

”آپ کی جرحی چوہدری کی... مجھے کیا کہنا ہے۔“
اندر اندر اس کا دل چاہے اس جواب پر تب رپ اٹھا
ہو مگر اس نے لبوں سے آہٹیں کی بلکہ یہ اولاد کی
طرح اس کو کسی خدا کا قصہ کہنے کو دل لایا۔

☆☆☆

اپنی سن مرضی کا حصول اس کے لیے اس قدر
آسان ہو گا تو اس نے سوچا ہی نہ تھا۔

چاندنی کے گھر والوں نے تو سوچے تک کا وقت
نہ لیا۔ چوہدری کی ایک اہیت تھی، ایک نام تھا، ایک
ہات کی ایک ٹکا تھا جس کے لیے جس نے رکت اور اسٹون
تک لگائیں، داب کر بیٹھ گیا۔ چوہدری رکت اور چاندنی
کی عمروں کا عقادت اگر کہیں موضوع باہمی تو چاندنی
کے گھر والوں اور خود چوہدری کی نیک نائی اور وہ بے
کی وجہ سے خود ہی ختم ہو گیا۔ گاؤں کی چٹو ایک گھروں
نے ایک کینز سے رحم اور ہمدردی کی آڑ میں کوئی کر یہ کرنا
بھی چاہا تو کینز کے ہسٹن اب دیکھنے سے اس کی
زبان بند کر دی۔ اولاد کی خاطر دوسری شادی کرنا کوئی
بے وفائی نہیں تھی۔ اور اگر دوسری شادی کے لیے اسے
سن پند کر لیں تو اس کی قسمت اچھی تھی۔ اس
کے علاوہ وہ بچہ اور سوچتا نہیں جانتی کہ حقیقت میں
کبھی، کبھی تنہائی کے بے حد خاموشی سے اس کی
اوقات یاد دل جاتے تھے۔

چوہدری نے اولاد کی خاطر شادی نہیں کی تھی بلکہ
چاندنی کے دل آگیا تھا جسے اس نے اولاد کے
بہانے کی چادر سے ڈھانپ لیا تھا۔ کینز وہ شاعر محرت
تھی۔ ایک عمر جی کا تک لگایا تھا اس کا راز کھول کر...
بھلائی کی ہر حرکت کیسے ہو سکتی تھی بھلا۔ اس لیے اندر ہی
اندر لوگ کاٹتے ہوئے اسے تکلیف دہ احساس کو دہائے
میں اس سوز سے شروع ہونے والے اس سننے
رہتے۔ یہ قدم بڑھے اس کے پاس اور دوسرا دستہ تھا
بھی کون سا...؟

☆☆☆

چاندنی بظاہر دیکھتے میں رہنے نام کے اندر چاندنی کا

اپنی حریف تک پہنچنے سے چھٹکارے ہو گئے
دیسوں کے فٹو گفٹ تھے... چوہدری کو بھلا کون نہیں
جاتا تھا۔ پہنچنے کی زبان اس کے لیے وہاں دیا اور
خبر کے لئے تھے۔ اور چوہدری کو لگتا تھا اس کے ساتھ
یہ نہیں مانگنے نے اس لیا تھا جس کا زہر مرگ، مرگ میں
اتر کر اسے بے ہوش کیسے دے رہا تھا۔

نذر نیاز پر حادوں اور سٹون کے شورش راہے میں
اس کے کانوں میں ایک ہراساں آواز کو گونجتی تھی اور وہ
اس آواز کے جادو میں رکت پڑا رہتا۔ کیم نام اور خاموشی،
چوہدری کو دیکھتے ہوئے کینز نے ان کی رکتی ٹیوٹ ایک
سانپ کے ڈس لینے کا واقعہ اتنا زور اور دقت کا کہ چوہدری
بھیچہ زہر دہل دئی کو یوں چپ گپ جاتی۔ اصل بات کچھ
اور بھی مگر کیا تھی اور جب کینز کو بچا چلا تو چوہدری کی
خاموشی چوہدری کو چھوڑ کر اس سے لپٹ گئی۔

☆☆☆

دن کا جالا وہ میرے صحت کی تار کی کو اپنی
لیپٹ میں لے رہا تھا۔ چوہدری کے بستر کے چرچہ، رات،
اس کی پوری رات کی بے چینی کی گواہی... ایسا اس سے
پہلے بھی نہیں ہوا تھا کہ اسے کسی بات کی پریشانی نے
چوہدری کی چٹا کیا ہو۔ کینز کو جب سے اس کے ارادوں کا
علم ہوا تھا اس کے رویے میں جو فرق آ گیا تھا، کو کر
اس نے اپنے فرائض کی بجا آوری میں کوئی کوتاہی روا نہ
رکھی تھی۔ کینز اولاد میں بہت کم کی دوا کا تھا۔ کینز
کے ڈاکٹر نے چوہدری کو اپنا دلوانا نہ مانگا تھا۔

وہ بھی کیا کرتا اس کا دل کی مدد بھی دے گا تو اس کے
آگے بے ہوش ہو گیا۔ کینز شاپن میں کینز کو بھی... اس
نے اس وقت تک اپنے دل نہیں کھولے جب تک خود
چوہدری نے اس سے اس بارے میں بات نہیں کی۔ اور وہ
جو کچھ رہا تھا کینز چاندنی کو اس کی طرح نہیں کرے گی
تھا شاکلے کی، اپنی عمر مگر کی خدمت کا صلہ مانگے گی اس
بوسے میں غنڈہ زنی کرے گی اور پتا نہیں... کیا کیا تو اس
وقت حریف کی، بت بنا رہا تھا جب کینز نے اپنے لب
کھولے ضرور پر نظر ایک بات کہنے کے لیے...

انکار کیا اور وہ میں ہوسے ہوئے بھی سوچ چکا تھا کہ
نور کے تڑپے سے پہلے اس کی بہت کا شاید کی کو پتا نہ
چلے۔ کینز کیسے لیا ہوئی تو جب تک اس کا پتا نہ لگ جائے
وہ بھی سوچ رہی کہ شاید میں برابر والے پنڈ میں ہی
رک گیا ہوں۔ پنڈ پر تھا اس لیے گاڑی ڈرائیور کے
مجھٹ سے بغیر پیدل ہی چل پڑا تھا۔

زہر چٹنے لگا اس کی سرخ انگڑاں آنکھیں باہر کو
اٹنے لگیں، ایک، ایک، ایک رگ میں اذیت کا شہر ابھرے
لگا جب اس نے سر ہانے کی کو کھڑ لایا، چلائے ہوئے سٹ۔
وہ کوئی ڈنٹا نہ آوا تھی۔ جواس کی حالت بھانپ کر
کسی کو ڈانڈا دے دیتی تھی۔
آنکھیں بند ہونے سے پہلے جو آخری بات ذہن
میں آئی وہ اس زہر سے زیادہ ہر پڑی تھی۔
”کاش میری اولاد ہوتی تو کینز...“

☆☆☆

جانبے تھے پھر گزرے تھے جب، اس کی آنکھ کھلی
تو تکلیف کی شدت کے سوا اور کوئی احساس غالب نہ
تھا۔ بھاری پیڑوں نے اس شدت کا پیر چھو سہارنے سے
صاف انکار کر دیا۔ قریب تھا کہ اس کی آنکھیں ایک بار
پھر بند ہو جائیں مگر ایک نرم آواز نے غل ڈال دیا۔
”شکر اب سوئے ہو ہوش آگیا... اب کسی
طبیعت سے بڑا“

اس نے بے مشکل نظر سے پھر کر بات کرنے والے کی
سمت دیکھا مگر زیادہ دیر نہ گزرتا کہ ایک نگاہ اس بڑھے مرد
کے پیچھے مڑی زہرہ چھٹی ہوئی تو اس ایک کر رہ گئی۔
”یہ... یہ میری لڑکی ہے چاندنی... اسی سے تمہیں
دیکھا تھا جب سناپ نے ڈسٹ“

”سانپ؟“

”ہاں... تمہیں سانپ نے کا قہا، بڑا زور کا حملہ
تھا مولا نے تمہی کہ چاندنی کی کھلی دیاں...“
اس روز چوہدری رکت کو لگا چاندنی صرف وہاں
نہیں اس کے دل اور دل سے دہرا تک آگئی تھی۔
کینز بھڑک پڑی تھی، دوتے دوتے وہ کھلی تھی۔

جاتا تھا۔ وہ شکر گزرا تھی جی پر کسی، کبھی شیط کا بندھن
بھٹوں سے جاتے بھی لگتا۔ ایسے ہی چوہدری رکت کے
دلا سے اس کے لیے تسلیوں کا کام کرتے، امید اور
زندگی بیٹنی کی سنگ پیدا کر دیتے تھے۔
”اری جلی... سب لگیا تو زندگی کا مستعد کیا رہ
جائے گا“

زندگی اور اس کے شب و روز کے درمیان ایک خواب
لے کر بے کے متعلق اس کا نظریہ بھی عجیب ہی تھا۔
”میلے لو کہ ڈوہ انکر کی کوئی جواب نہ تھا۔
”زندہ رہنے کو ایک آس پانی ہے اسی کو خیر
بکھ... کینز اس سے متفق تو نہ ہوئی پر زیادہ بحث میں
بھی نہیں پڑتی تھی۔ چوہدری کو اس کی نیکیا بات پسند
تھی... پھر اس امید اور رب کی مرضی میں ہی نکلتا وہ
واقعہ ہو گیا جس نے اس کی سب کو بھلا کر رکھ دیا۔

☆☆☆

وہ چھپنے کا وقت تھا۔ پر غصے اپنے گھروں کو لوٹنے
کے بعد کچھ کہیں کی مالا جاب رہے تھے۔ کینز درختوں
کے درمیان بیٹھا، بیٹھا مڑا تھا۔

چھپنے کے کہتوں کی ہر بات اور دیکھ کر پڑی
تھی۔ چوہدری اس وقت درمیان میں منہ پر قدم رکھا
جلدی مگر احتیاط سے گھر کو لٹا ہوا تھا۔ وہ کسی کام سے
ساتھ والے گاؤں گیا اور وہاں میں ہی ہو گئی۔ بھوک نے
بھی اپنی شدت کا احساس دلا شروع کر دیا تھا۔
کینز کی درمیان منہ پر کینز نہیں کی تھی وہ بے
چکنی ہی ہو رہی تھی، دھٹاں کا پیر چھو سہارا اور وہی طرف کا
پڑا وہ ڈر اس لڑکھایا اور سیدھا ہونا چاہتا تھا کہ یوں لگا
جیسے کسی نے جلا انگرہ پڑائی میں اتار دیا۔

رو کی ایک تیز تو کئی لہر نے اس کے بدلن میں
ہیں غل کھایا کہ ان کی آن میں اس کا ٹکڑا اسی سے جان
ہونے لگا۔ گاؤں کا ہاں بھی تو کسی سانپ کے ڈبک
نے اپنا کام دکھا دیا۔ پھر اس وقت تو سب ہی گاؤں
دا کی اپنے، اپنے گھروں کو لوٹ چکے ہوئے تھے۔
اذیت سے بھر ہوئے جسم نے گے بڑھنے سے

اچھی باتیں

☆ غلام ہوں اپنے گھر کی تہذیب کی ورنہ
میں بھی لوگوں کو ان کی اوقات دکھانے کا ہنر رکھتی
ہوں۔

☆ اپنی زندگی میں آنے والے اس انسان کی قدر کرو جو بنیٰ مطلب کے تمہاری عزت اور تمہارے مشکل وقت میں مدد کرتے ہیں۔ کیونکہ دنیا میں خیال رکھنے والے کم اور تکلیف دینے والے زیادہ ہوتے ہیں۔

چاہم تو دے پاؤں اٹھی، اس کا رخ اس کی خاص
ساری کی طرف تھا۔

☆☆☆
 باہر زرد و سوپ کی اداسی پر رے محن میں بکھری
 کی تھی۔

پورے کھرشیں مادی اور مادیوں کے دلی انصاف کا راجہ تھے۔
اپنے کمرے میں سے پیڑ پر بھیچا جانتی کے دل سے رہ،
ارک ایک آدمی لکھ جاتی تھی۔ ایک عام سے دلی کی عام سی
توڑنے والے، دھڑلے والے دونوں کو سفید چارو اور دھواں مٹی کی
کس کو کھانا تھا کہ چوہدری کی رات ایسا سونے گا
بھرا تھا نہ سکیں گے۔ جانتی بے امنی ہو کر...
پچھتی تھی۔ یکینہ کی فرش سے فرش سے عرش تک کا
رو دھواں کے مہراہ سے کیا تھا۔ بچے ایک غمزہ
ہے۔ جتنے بچے کو کس کی روم جانتی تھی کیا شاید...
"چھوٹی بیگم..." ملازمہ کی آواز نے اس کے
الامات کا تسلسل توڑ دیا۔

”کیا ہے۔“ اب وہ بات، بات، بات، کھاٹ کھانے کو رتی تھی۔ خوش اخلاق تو خیر پہلے بھی نہیں تھی۔
 ”بڑی بیگم کہہ رہی ہیں آگے کھانا کھالیں۔“
 ”میرے سر کا سا سائیں چل بسا اور اسے کھانے کی جگہ ملتی ہے۔“

اس کی بات پہ وہ سیا پاؤالا اور سیکنے کے وہ لے لے کے
اسے اپنی عزت بچانے کی پڑ گئی۔

یوں خاموش پمپھر حماد کی سیکنڈ لے دے کے
سرف چوہدری کی اولاد کی ہوئی..... جو اسے چوہدری کی
بجائے اس قدر عزیز ہو چلی تھی کہ اسی سوکن اور ہرجائی
شوہر کو ایک دوسرے کے حال پر چھوڑ کر وہ خود اس کے دو
بیٹوں اور ایک کی بیٹی کی پمپھر جمایا۔ بیٹھی۔

چو ہمدردی کی محبت اور دریا دلی بھی پونہی رہی اور
سیکڑی کی مہر نایاں بھی..... بس اب ان کا رخ بدل کے
پٹی اولاد کی طرف ہو گیا تھا جسے سوتیلی سمجھا تو دور بھی
سوچا بھی نہ تھا۔

وقت بچپن کی دلیز بھلائی کے جولائی کے آنگن میں
 بچپن تو وہاں کے پرانے کینوں کو بڑھاپے کی اوزنی خفے
 میں دی۔ چوہدری اور کینہ میں وہ پہلے والا دم نہ رہا تھا
 مگر چاندنی کے داؤچ پہلے سے زیادہ گرم دارتے۔
 آج کل جولائی میں وراثت، وصیت اور چاندنی
 تقسیم کی باتیں دھڑکھڑکے جہاز تھیں۔

چاہتی کا اصرار تھا کہ جو بھی اس کے نام کرے
صلے ہائی زمین چاہتا ہوں جو کول چاہے دے... مگر
میں نے ہمدردی اس کے لیے نہیں تھی تھا۔ اسے اپنا تھا چاہتی
کے دل کی یہ خاصیت صرف سیکڑے کوکھر سے لے کر کرنے
کے لیے ہے اور دہ لاکھوں کے چاہتی کا بھی، برابر
تھا نہیں اسے نہیں ہوا تھا کہ سیکڑے کو اس میں اپنی لکھی
لی وجہ سے مگر سے نکلوا دیتا۔

ہدایتے موسم میں چوہدری کو ہاگل اچانک طیر پڑا
 ڈھنگر اڈورا لکھیا کہ اس کے سر پائے بھی جمانے کو
 لنگ لنگ گئے... لنگ ڈانکر کے آگے چبچے تھے۔
 کوئی وادار و نہیں کر رہی تھی، ایسی ہی ایک رات جب
 غلام سے دم چوہدری کی سانس اکڑنے لگی، باہر
 ات کی گہری خاموشی مچی۔ مگر وہ دلان بھر چوہدری کی
 درت سیوا کہ اب آرام سے تھے البتہ کیلنڈر بھر
 سٹلے رہی اور اب بھی بقیہ کوئی دعا لکھا نہ رہی تھی۔

ہنس کر یا دکر اسے گمراہ کرتا ہے تو پھر وہ رونے والوں کے ہجائے گز لانے والوں میں کیوں نہ شامل ہوتی.....

زہرا آلودہ سچیں دن رات اسے تڑپاتیں اور بالآخر ایسی ہی ایک مدت وہ چہ بھری اور سیکھنے کے کمرے تک جا پہنچی۔

☆☆☆
اس رات وہ چوہدری کی دہلیز تک آئے۔ ان کے
اپنی قسمت کی کینز سے چھیننے کے لئے کئی سال کا مالک مار
آئی دیر نہ تھی۔ چوہدری نے وہ اس کا صلیب ہاں اس
قدوں میں چھپا کر گدی ہاں کرسن اور ڈھنڈا ایک
ساتھ مشکل سے ہی لٹکیا اٹھا ہوا ہے۔
وہ رات شاید چوہدری کی زندگی کی سب سے
واقفوں میں سے ایک رات ہوگی۔ لیکن چاندنی کے لیے تو
وہ رات انجمنوں اور گھنٹوں کی رات تھی۔ ایک ایویز بن
اس کے اندر کی گدی اور اس رات کی سب سے بڑے
سے اپنی کئی چھپائی ہوئی عورت کی صورت کے
روپ میں عیاں ہے۔

آنے والی زندگی میں نسیب نے جہاں اس کے
 بقول کی تکلیفوں میں دنیا بھر کا چین لکھا جس میں سب
 سے بڑھ کر چودری کے وارث بلکہ داروں کا تھا وہیں سیکڑ
 کے اتنے پر آرائشوں کی ان محنت سلوٹوں میں ڈال گیا جن میں
 سب سے بڑی آرائش چودری کا بننا تھا۔

☆☆☆

”رحمت جی.....! تازا انداز اور ادائیں اس کی شخصیت کا حصہ بن چکی تھیں، جن سے کئی سال گزرنے کے بعد بھی وہ پہلے دن کی طرح چوہدری کو لمبا دیتی تھی۔“

”جی چائن جی۔“

یوں عمر رسیدگی کے اور در میں بھی جوہری
چاندنی کے ہی انداز میں جو تلخے کر کے
تھما کا انداز اسے بھی نہ سکا۔ چاندنی حد بھر کے
بہی چھپائی اور سیکہ کا می سڑ جاتا۔ اسے اپنے رفتی
حیات سے اور بے چہرہ ہونے کی امید نہیں تھی۔

اس کی عزت جان کر اس نے ایک روز جوہری کو
احساس بھی دلانا چاہا۔ مگر غلطی ہو گئی۔۔۔ چاندنی نے

سا روپ سروپ لیے اس کی زندگی میں آئی تھی لیکن درحقیقت اس نے اپنے روئے کی بدصورتی سے اس کی زندگی کو لامحالہ بنانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ پہلی رات ہی اس نے جو ہدری پر اپنی ناپسندیدگی اور اس کی محبت کے پردے میں چھپی ہوئی کواں پچ پوری طرح واضح کر دیا۔

مرد کی اتنا مردوانی ہے لگائی جانے والی چوٹ
عورت ہی کو ضرب لگائی ہے چاہے چوٹ کسی دوسری
عورت نے ہی کیوں نہ پہنچائی ہو۔ یہ تو بھر کی اپنی
عورت تھی اور چوہدری اس کے عشق میں ایسا بھی دیوانہ
نہیں ہوا تھا کہ بالکل ہی ہوش گمناو رہتا۔

تج کا ہی نہ تھیں کے سچ کی ایک ہی دیکھی رہا کر مری
 مری۔ اپنی نہیں تھا کہ وہ اس کے لاؤ نہیں تھا تھا۔ لیکن
 ہمارا اس کے منہ سے اپنی زہر دوا وہ معمولی ملک کے
 تو کر کے سن، ان کے طرح اس کی خبر نہ صرف بلکہ
 جو آج کل روز کی ہر طرح اس کی خبر نہ صرف بلکہ
 ہمیں بھی لکھا اس کی خبر دوا کا بھی خیال نہ تھی۔
 چہ در چہ کا ہمیں رہنے والا بشر وقت اے کے
 پاس گزرنے لگا۔ وہ عجب اور نکتہ جو چھوڑے سے
 ناپید ہو چکی تھی، اب پہلے سے بڑھ کے عورت کی تھی۔

تھوڑے دن تو چاندنی نے ممبر کیا لیکن کب تک..... اس کے لاؤخرے منہ چڑھانا اور چوہدری سے کھینچ کے رہتا خود چوہدری کی ذات کا مروہاں منت تھا۔ اب جب اس کا بھکاؤ دیکھ کر طرف پر ہنسنے لگا تو اس سے یہی برداشت کرنا ناممکن ہو گیا۔

دہلی کمانڈر جلیب دہو یکینہ کے پاس جا کے
کمراندر کرلیتا۔ جاندی کی رائیں سے کف دوسوئی پڑ
گئیں۔ اسے چوہدری کو چڑانے میں جرمہ آتا تھا وہ
کھیل بھی خیال دغواب ہوا۔

اب اس کا صرف ایک ہی عمل تھا کہ چوہدری کو
دوبارہ خود کی جانب منتقل کر لیا جائے۔ حالانکہ اس کی
قربت آج بھی اس کے اندر کوئی شگوارتہ نہیں چھوڑی
تھی مگر کیا کیجیے کہ اس نے بہت جلد اندازہ لگا لیا تھا کہ



ناولٹ

چاک چاک قبل از لیل

نابید سلطانہ اختر

”حاضر ہو سکا ہوں میڈم؟“ مجھے دروازے کی
سٹ سے آنے والی آواز نے ایک سروردی فائل میں
اے استغراق سے ہٹ کر دروازے کی طرف دیکھنے پر
مجبور کر دیا۔
دفتہ کے دروازے پر چھوٹ سے بھی ادنیٰ
قامت کا ایک خوش پوش شخص کھڑا مجھے دیکھ رہا تھا۔
”جی شریف لائے۔“
وہ تانت سے چلا میری میر کی دوسری جانب
پڑی کر بیٹوں کے نزدیک آٹھواں اور مجھے ہوں دیکھنے کا
پیسے بیٹے کی اجازت ملے کا شکر ہو۔
”شکر یف رکھیے۔“
اس نے ایک کرکسی چیمہ اور اس پر میرے درپردہ
بیٹھ گیا۔ میں بدلتی اس کی جانب متوجہ کی۔
”میرا نام... اور میں ہے، اور میں احسان...
میرے تین بچے یہاں پڑھتے ہیں، ایک آپ کے ہاں
ہائی اسکول میں اور دو جنیئر اسکول میں... میں جینی

فروری 2018ء

ماہنامہ پاکیزہ

فروری 2018ء

ملفنامه باکیزه

میں نے ان کے پاس جاکر ان سے کہا کہ میں نے تم سے ملنے کے لیے آج آج ہی ایک نیا مکان بنوایا ہے۔

ہرگز نہیں۔ یہ ایک ایسا ہیرو ہے جس کی زندگی بھر کی ساری باتیں

سیرے سامنے ذیل یوں لر رہا تھا۔

اے مجھ سے کہا۔ ”میدم.....! اس صورت کو تو آپ

ہوردی محسوس ہونے لگی۔
 "نہیں جی... شکر ہے... اتنی ذلت کے بعد تو
 بندہ ہر پہنے جو کچھ کیس بٹس رہتا۔"
 "آپ کو کبھی کسی ہیں؟"
 "اب تو بڑھا لکھا بھول گئی جی... ویسے
 بی اے کیا تھا میں نے۔"
 "اور آپ کے شوہر؟"
 "میٹرک فیل۔۔۔"

"مسعودی عرب میں کیا کرتے ہیں؟"
 "میں عربی کی دکان پر ملازم ہوں۔"
 "صلے سے تو ٹھیک ٹھاک لگتے ہیں۔"
 "ہاں جاکر بندے کے پری کل آئے ہیں میڈم جی۔"
 "آپ کی سیر کیا ہے؟"
 "حضرت کے گھر کی حرم پاک دیکھوں، مسجد بنی
 میں جہرے کروں۔" اس کی آنکھوں میں اٹی آئی۔
 "کہیں اپنے شوہر سے کھانا نہ وہ آپ کو؟"
 "اس کے ہاتھ سے کچھ نہیں ہوتا، بلاوا داد پر
 سے آتا ہے جی۔"

"آپ اتنی بھدرا ہیں، اتنی اچھی باتیں کرتی
 ہیں، مجھے افسوس ہوتا ہے کہ شوہر کی آپ سے انور
 اسٹینڈنگ کیوں نہیں۔"

"وہ مجھے انور اینیٹ کرتا ہے... حقیر سمجھتا
 ہے، مجھے اپنے لائق نہیں سمجھتا۔"
 "تو ذرا سچی کر لیں آپ خود کو۔"
 "کیا... کیا سچی کر لوں گی؟"

"برقع کی جگہ بلیا یا چادر... آج کل تو بڑے
 فیضی عباد آگے ہیں بازار میں۔"
 "عمایا میری صورت تو نہیں بدل سکتی۔"

"تیک سے صورت میں بدل جاتی ہے، آپ
 جب بھی میرے پاس آئی ہیں بغیر تیک کے۔"
 "پہلے میں کرتی تھی، فائوڈیشن، مرکا راپ
 انک سب استعمال کرتی تھی۔ یہ تین کا کورس بھی کیا ہوا
 ہے میں نے مگر وہ بھری مجھے دینے دیا، مذاق اڑاتا،

تھا۔" اس نے میرے سوال کے جواب میں کہا۔
 "چھا تو نے نے کی شادی کی آپ کی اس سے۔"
 "ہاں جی۔۔۔"
 "اس کی بہن کی شادی ہوئی آپ کے بھائی سے؟"
 "ہاں جی۔۔۔ نہیں ہے بی شاہ، اللہ ان کی کمی۔"
 "مسماں، یہی خوش ہیں؟"
 "بہت۔۔۔"

"اس کی بہن سے تو آپ کا بڑا رشتہ ہوا۔"
 "وہ نہیں تھی فرمیں۔"
 "کیا مطلب؟"
 "مہم کزن بھی ہیں۔۔۔ میرے سر میرے
 ماموں بھی ہیں۔"

"آئی سی... یعنی آپ کے مسیخ آپ کے
 ماموں کے بیٹے ہیں۔"
 "جی جی جی جی۔۔۔"
 "مگر تو اس شخص کو آپ سے اپنے اس بھتیجے کی بھی
 لاج ہونی چاہیے۔ آپ کے ماموں حیات ہیں؟"

"ہاں بی شاہ، اللہ ماموں ماں داری حیات ہیں۔"
 "وہ نہیں بھجائے؟ اپنے بیٹے کو۔"
 "جب آدمی خود نہ بھجنا چاہے تو اسے کوئی بھی
 نہیں سمجھا سکتا۔"

"اس کی بہن آپ کے بھائی کے گھر میں ہے۔"
 "اللہ نے آپ کو بہت اچھا بھالیا ہے، آپ کے
 نہیں تھی بہت اچھے ہیں بس ذرا کی توجہ چاہیے انہیں
 اور اچھا لگنے کے لیے۔" میں نے اس کی دہلیز کی۔

"رہنے دیں جی۔۔۔ مجھے پتا ہے کتنے اچھے
 ہیں۔۔۔ بیٹے یا چاہا ہے وہی ساگن۔۔۔ میرے شوہر
 نے تو مجھے بھی مسمی نہیں لگا یا۔ وہ کہتا ہے یہ بزدلی کا
 رشتہ ہے، میں تو تجھ سے شادی کرتا ہی نہیں چاہتا تھا۔"
 "تو بھری کر لی اس سے؟"
 "اس نے مجھے دیکھا۔۔۔ اس کی آنکھوں میں نمی
 کے ساتھ ایک کرب بھی جھلک رہا تھا۔
 "اس کی بہن کی رشتہ میرے بھائی سے جو طے
 چائے لٹاؤں آپ کو؟" مجھے اس سے

خیال میں کوئی مرد اپنی بیوی کے بارے میں انتہائی
 صورت میں کسی کی اچھی کے سامنے کچھ کا۔"
 "آپ کی بہن تھی؟"
 "میں ٹھیک تھی ہوں تو آپ کو ان کی شکایت
 دور کرنا چاہیں۔"
 "میں تو ہر کوشش کر کے دیکھ چکی۔ اپنی اصل
 تو نہیں بدل سکتی نا ہی۔"
 "کیا مطلب۔۔۔؟"

"انہیں میری شکل اچھی نہیں لگتی۔ میں کیا کروں اس
 چہرے پر دوسرا چہرہ کران کی پسند کا لٹاؤں۔ لگاؤں۔"
 "سکھنے کی ذرا کراسا میرے اچھا لگ گیا تھا۔"
 "برامت مانے گا۔۔۔ چہرے پر دوسرا چہرہ نہیں
 لگا سکتیں مگر اپنا طیل تو بہتر بنا سکتی ہیں آپ۔"

"کیا کروں۔۔۔ برقع جو میں بارہ سال کی عمر
 سے ادا کرتی ہوں اتار کر بیچ دوں، ہاں جو وہ پہلے ہی
 ایک بار کات چکے ہیں اور بڑی مشکل سے بڑھے
 ہیں کواوں، درودز ہوئی پار میں تھی میں ہوں۔ مگر کا
 خرچا دو مجھے لٹاؤ، لٹاؤ کر دیتے ہیں، بیوی پار کا خرچ
 کیسے وہیں سے اور۔۔۔ میڈم جی بیوی پار جانے سے
 میرے من خوش تو تبدیل نہیں ہو سکتے نا ہی۔۔۔

انہوں نے تو دیا ہی رہتا ہے جیسا اللہ نے انہیں بنایا
 ہے۔" اس کی دل گری بڑھ گئی۔
 "اللہ نے آپ کو بہت اچھا بھالیا ہے، آپ کے
 نہیں تھی بہت اچھے ہیں بس ذرا کی توجہ چاہیے انہیں
 اور اچھا لگنے کے لیے۔" میں نے اس کی دہلیز کی۔

"رہنے دیں جی۔۔۔ مجھے پتا ہے کتنے اچھے
 ہیں۔۔۔ بیٹے یا چاہا ہے وہی ساگن۔۔۔ میرے شوہر
 نے تو مجھے بھی مسمی نہیں لگا یا۔ وہ کہتا ہے یہ بزدلی کا
 رشتہ ہے، میں تو تجھ سے شادی کرتا ہی نہیں چاہتا تھا۔"
 "تو بھری کر لی اس سے؟"
 "اس نے مجھے دیکھا۔۔۔ اس کی آنکھوں میں نمی
 کے ساتھ ایک کرب بھی جھلک رہا تھا۔
 "اس کی بہن کی رشتہ میرے بھائی سے جو طے

"میں کی ماں کو بہت مشروط ہوتا چاہیے۔"
 "پاؤں کا جوتی ہوں جی ان کی۔۔۔ وہ کیسے ہیں
 تجھے اتار کر بیچوں گا، دوسری جوتی پہن لوں گا۔"
 "لاجل و لاؤ۔۔۔ ایک بات تاں میں۔۔۔ آپ
 کے مسیخ جو کچھ کہہ رہے تھے کیا واقعی ایسا ہے؟"
 "کیا جی۔۔۔؟"

"میں کہہ رہی ہوں ان کی کمائی کو بے درجہ لاتی ہیں،
 گھر کا اور بچوں کا خیال نہیں رکھتیں۔"
 "وہ جو کچھ ٹھیک ہے۔"
 "دیکھیں میں تو آپ کو اپنے بچوں کے
 بارے میں خاصا ڈرتے دار پایا ہے۔" میں نے کہا۔
 "بندے بھی دیکھتے ہیں جی۔۔۔ اللہ پاک بھی
 دیکھ رہا ہے۔"

"مگر وہ کچھ مورا دار امیڈ ہمارے ہیں آپ کو؟"
 "ہاں گھر آتا ہے تو بیٹے خوش ہوتے ہیں۔۔۔
 میرے بیٹے باپ کے آنے پر کسم جاتے ہیں جی۔۔۔ وہ
 بیٹے دن میں رہتے ہیں میری اور بچوں کی جان پر
 رافقی ہے، مگر وہ مجھے رشتے داروں میں لے جا کر
 ذلیل کرتے ہیں جی میں اپنے دوستوں میں۔۔۔ کبھی اپنے
 نوکروں کے سامنے بھی مہماؤں کے سامنے۔ یہ جو

آپ سے کہہ رہے تھے ناں کہ "نوکر دوں نے کہا
 نقصان ہو گیا اور اس نے انہیں نقصان پر اکرانے کو
 پیسے دے دیے" انہوں نے مسودہ سے خوشی کر کے
 کہا تھا مجھ سے لڑنے کے انہیں گے انہیں پیسے دے
 دینا۔ اور میرے گھر والے وہ ناں کا ایک پیرسٹیک
 لینے کے دروازہ نہیں۔ انہیں بھلا کیا دروں کی میں۔"

"حضرت ہے۔۔۔ ویسے ایک بات کہوں آپ برا
 مت مٹا لے گا کوئی بھی مرد بلا سب اپنی بیوی کو اس
 طرح دوسروں کے سامنے ذلیل نہیں کرتا۔۔۔ میں آپ
 کے شوہر کے لیے قطعاً اچھی عورت ہوں، آج ان سے
 میری دوسری ملاقات تھی۔ پہلی ملاقات میں وہ بیٹی کی
 پر گریں معلوم کرنے آئے تھے آج وہ آپ کو ساتھ
 لائے اور میرے سامنے وہ باتیں کہنے گئے ہیں جو میرے

”آپ شہر کی رہنے والی ہیں جس لیے آپ کو عجیب لگتا ہے۔۔۔ ہم گاؤں کی عورتوں کی جیسی ہوں گی۔۔۔ اس طاعت گزار۔۔۔ کتنی بڑھ کھ جائیں انہیں مانگیں۔۔۔ کتنی سہاگنی ہیں کہ مرد کے پیچھے سر جھکا کر چلتا ہے، گاؤں سے شہر آکر بھی ہم اپنے مردوں کے پیچھے گائے کی طرح سر جھکا رہتی ہیں۔“

”ہاں، ہر گھٹیل لاکھات کے مقابلے میں آپ بہت مختلف دکھائی دے رہی ہیں۔۔۔ ریڈیو سنو سے خوش، خوش تو خیر میں ان کے ہونے سے ہوتی ہوں۔ اب یہ اور بات ہے کہ میں انہیں خوش دکھائی اچھی نہیں لگتی۔“

”حیرت ہے کہ آپ ایسے آدمی کے ہونے سے خوش ہوتی ہیں۔“

”محبت اسی کہتے ہیں جی۔“

”محبت! میں دوسرے سے نفرت۔۔۔ جو شخص اسی وقت کہ اس سے نفرت میں مذکر کے ہونے۔۔۔“

دنیا سے ادب و صحافت میں تیزوی سے اپنا نام بنانی باصلاحیت تحریر کار

دورانہ زندگی میں شہر

کاملاً حیات ناول

صفہ

مفت پر پاکیزہ صفحات کی زینت بنے جا رہے ہیں

یہ روانی ہر دور، ہر دہائی کی کہانی نہیں بلکہ عورت کے حلقے، اپنے سوالات و تجویز کا نقشہ ہے

عورت کے مقام کا تعین کرانی ایک نئی بات

ماہنامہ اوراد پبش کہانی، باوقار پاکیزہ قارئین کی نذر

میں بہت مشکل سی اپنی کرسی پر واپس بیٹھی اور اگلے ہی لمحے کمرے سے باہر جانے کو یوں اٹھ کھڑی ہوئی جیسے تازہ ہوا میں جا کر گہری سانس سانس لیں تو میرا دم گھٹ جائے گا۔

مجھے اس خاتون سے دلی بھردری محسوس ہو رہی تھی۔

☆☆☆☆

دو تین منٹے گزرنے کے ایک روز بائین کی والدہ مجھ سے ملنے گئی۔ اس باجی اور نہایت مطمئن اور بیش چلی گئی ہیں آپ۔؟“ میں نے بڑھ کھ۔

”لجک ہوں میڈم جی۔۔۔ اللہ کی مہربانی ہے۔ وہ سکرائی۔

”تمہیں حیرت ہے کہ اب کیا آپ نے؟“

”جی نہیں۔۔۔“

”کیوں؟“

”جی جی جب تک وہ رہے کسی اور بات کا ہوش ہی نہیں رہا۔“

”مجھے اتنا بے ہوش رکھا انہوں نے۔۔۔ میں نے خوش مذاقی کا مظاہرہ کیا۔

”آپ کی سوچ کر یہ بڑھ کر میڈم۔“

”پھر بھی آپ خوش ہیں۔“

”کیا کروں۔۔۔ میرے سر تاج اور بچوں کے باپ جو ہیں۔“

”مجب طاعت گزار ہے۔“

”مجبوری ہے ناں جی۔۔۔“

”ایک بات تو چھوڑیں؟“

”چھوڑیں۔“

”مجبورت بھی رہی آپ کو اس شخص سے؟“

”کبھی۔۔۔“ اس نے جلی بھر کو توقف کیا پھر پورے یقین سے بولی۔ ”وہ جی ایک پرانا ہندوستانی گاؤں ہے ناں تو پیار کرے یا کھڑے۔۔۔ ہم تو ہیں تیرے دیوانوں میں۔۔۔ وہ دفعت بیعتا ہے مجھ پر۔“ پھر دوسرے سے منس دی۔

”مجب بات ہے۔“ میں نے کہا۔

”آپ کا قیمتی وقت ضائع ہو رہا ہے لیکن میری مشکل ہے کہ میرے سپینڈ مجھے آپ کے پاس بیٹھا چھوڑ دے۔۔۔ میں اور اب ان کی واپسی کا مجھے نہیں بیٹھ کر انتظار کرنا ہے، ورنہ۔۔۔“ اس نے بات اور میری چھوڑ دی۔

”ورنہ۔۔۔؟“

”جو اس میں کچھ بھی نہیں کہہ سکتی۔“ یہ بات کہتے ہوئے اس کے چہرے سے سخت سرائیکی لکھ رہی تھی۔

”اتنا غم کیسے کرتی ہیں آپ۔؟“ مجھے خاتون سے اور بھردری ہوئی۔

”بچوں کی خاطر۔۔۔“ اس کے لبوں پر عذریہ دہرائی۔

”سکر اہٹ ہو رہا ہوئی۔ پھر اس نے کہا۔ ”میڈم جی میں تو یہ سوچ کر ہی ان کی ہرزادی کی کوچپ چاپ برداشت کر رہی ہوں کہ میں اپنے بچوں کی کوئی نالی نہ کرانے کی فکر میں نہ ہوں۔“

میرا دل ایک ایسی عورت کے غم میں ٹھکنے لگا جس سے میری واپسی کی شناسائی تھی۔

شہر کی واپسی تک وہ میرے دفتر میں بیٹھی رہی، وہ واپس آیا تو اسے دیکھتے ہی وہ دم کمرے کی۔ شہر اور یہی کہ دو سالانہ محبت اور انیت کے بجائے ڈر اور خوف کا یہ غلط تجربے لیے ایک نئے ماحول متحول۔

”امید ہے آپ نے اس کی اچھی طرح کلاس لی ہوگی۔“ شوہر نے کہا۔

”خدا دم کرے۔“ میرا دل پورا کا پورا خاتون کی حمایت و طرفداری میں تھا۔

”چلتے ہیں میڈم۔“ وہ اکثر جیسے ہی بولا۔

”اوکے۔۔۔“

خاتون نے میری طرف دیکھا۔ خوف، دھشت، دھشت، بے یقینی میں نے اس سے پہلے دس اس کے بعد کبھی کسی عورت کی آنکھوں میں وہ کیفیت نہیں دیکھی۔

وہ آگے تھا اور برق میں اپنی عورت اپنے دونوں بازوؤں کو کیونے اس کے پیچھے۔

کہا تو کچھ بھی کر لے تیری اصل صورت تو وہی ڈنٹی ہے، تنگ اس میں نے اپنی ساری کا پھٹکس ہانٹ دیں۔ اب میں کچھ نہیں لگاتی۔۔۔ جیسی ہوں ویسی ہی رہتی ہوں۔“

”میں آپ کو اپنی ایک بھجور سے ملوانا کی۔۔۔“

لباس اور میک اپ میں، میں نے ان سے بہتر خاتون اپنے اسلاف بلکہ تمام حلقہ احباب میں نہیں دیکھی۔ وہ آپ کو میک کے ایسے کرتا میں کی بوندہ میک اپ میں ہوتے ہوئے بالکل بچپزل دکھتا ہے۔

اس کے لبوں پر یہی دلی بھردری سکر اہٹ بھیل گئی۔

”میڈم جی مقدور بھی کسی میک اپ سے نہیں بدلتا۔ خیر آپ اپنی ہیں تو میں بل لوں گی ان سے۔“

”ابھی ملوانا دوں۔“

”آپ کی مرضی۔۔۔“

اگرچہ میرے بہت سے دفتری امور میری توجہ کے منتظر تھے لیکن نہ جانے کیوں میرا اپنی چادر ہاتھ کر میں اگر اس خاتون کی کچھ مدد کر سکتی ہوں تو ضرور کروں کسی کے کام آئے، کسی کو مشکل سے نکالنا بھی تو خدمت ہے۔

میں نے مسر محبتیں حیدر کو بلوایا۔ وہی نمبر چھٹیں پر پناہی کر دوں گ میں میرے حلقہ احباب میں خاص امتیاز تھا، وہ اور خواتین کو باہم شرافت کرانے کے بعد میں نے اپنی ساجھی سے کہا۔

”مسز حیدر۔۔۔ آپ کو ان خاتون کی پرسنل کر دوں گ میں۔۔۔ دیکھو، یہ گاہے گاہے آپ کی اور اپنی بھلائی کے مطابق آپ سے رابطے میں رہیں گی۔“

”کیجیجے میڈم۔۔۔“ میں نے حیدر نے کہا۔

”کیجیجے یو۔۔۔ بس آج آپ کو ان سے ملوانا مقصود تھا۔“

دونوں نے ایک دوسرے کو اپنا نمبر دیا۔ مجھے احساس ہوا کہ خاتون لیکن حیدر سے ملنے اور نمبر لینے میں کچھ زیادہ کچھ نہیں تھی۔

”میں بہت شرمندگی محسوس کر رہی ہوں کہ میری وجہ۔“

”خدا کی زمین بہت بڑی ہے۔“
”گھر میرے پر تو کتے ہوئے ہیں نا میں۔“
”تو پھر ساری زندگی اس سے ڈری بھیج رہیں۔“
”خیر ہے مئی..... ایسے کسی گزر جائے تو خوش
ہوں میں۔“
”عجب عورت تھی..... ذلت سہہ کر، دباؤ میں رہ
کر بھی خوش۔“

☆☆☆

نیا چلتی سال شروع ہو گیا۔ اس سے پہلے ملاقات
ہوئی۔ ساتویں جماعت کی معاشرتی علوم کی درسی کتاب
بازار میں دستیاب نہ کی اور یاسین نے ماں سے کتاب
کی کسی بھی صورت فراہمی کا تقاضا کر رکھا تھا۔

”میزم مئی.....! پتا نہیں کتنی دعا میں چھان
باریں میں.....! اردو، بازار میں گئی۔ یاسین کی
معاشرتی علوم کی کتب میں اس کا روزگار نہ تھا
ہوتا ہے کہ مجھے یک لارڈروڈ میں سوالوں کے جواب
کیسے یاد کروں گی۔ فرسٹ ٹرم میں نتیجہ اچھا نہیں آیا تو پاپا
ٹاراج میں گئے۔ پاپا آپ مجھ کو بدست کر دیں۔“
”میں سمجھتی ہوں، اکرل گئی تو یاسین کو دے
دوں گی۔“

”یاسین کے پاپا بھی آنے والے ہیں۔“
”کب؟“

”انشاء اللہ کل ماہ۔“ وہ سہرا کر ہوئی۔
میں نے دل میں سوچا اگر میں اس کی جگہ ہوتی
تو ”انشاء اللہ“ کے بجائے لاجول والو والا ہلاکتی۔
پھر سے کہیں کر یاسین کے لیے معاشرتی علوم
کی کتاب لگ گئی۔ یاسین کی والدہ نے مجھے فون کیا۔
”شکر ہے میزم مئی..... اللہ آپ کو خوش رکھے۔“
”شکر ہے کی کوئی بات نہیں۔“

”کوئی آٹھ کا سٹاک می کال دے تو بندہ اس کا
شکر ہے ادا کرتا ہے۔ آپ نے تو میرے دل کی جھل
لکائی ہے۔ یک دن تو یاسین کے پاپا نے آکر میرا حشر
کر دیا تھا کیسے تو کہیں سے میری بک پیدا کر گئی۔“

میں ٹاپ پر ہوتا جا چہ۔“ اس نے پریشانی کے عالم
میں مجھ سے کہا۔

”ان سے کہیے گا کہ آپ کے بچوں سے زیادہ
اچھے اور لائق بچے ہیں ان کی کلاسوں میں۔“
”میزم مئی میں بیک ہمسٹری ہوں ان سے۔“
”میرے پاس مجھے گا، میں بات کروں گی ان سے۔“
یاسین کی والدہ وہاں کی ہو رہی تھی۔

”آپ بتنا اپنے شوہر کے خوف کو اپنے اوپر
طاری رکھیں گی وہ اتنی ہی خیر ہوتے جائیں گے۔ ان سے
سے کہیں زندگی کی حقیقتوں کو قبول کرنا سیکھیں۔“
میں نے اسے کہا۔

”میں جس دن ان سے اتنا کہہ سکوں اس روز
خوشی سے مری نہ جاؤں۔“

”مجھے آپ سے۔“ اردو، بازار میں گئی۔ یاسین کی
معاشرتی علوم کی کتب میں اس کا روزگار نہ تھا
ہوتا ہے کہ مجھے یک لارڈروڈ میں سوالوں کے جواب
کیسے یاد کروں گی۔ فرسٹ ٹرم میں نتیجہ اچھا نہیں آیا تو پاپا
ٹاراج میں گئے۔ پاپا آپ مجھ کو بدست کر دیں۔“
”میں سمجھتی ہوں، اکرل گئی تو یاسین کو دے
دوں گی۔“

”تاکہ میرا گھر بھرے، بچے میرے سائے
کے نیچے بیٹھے رہیں۔ میرے بچے میری زندگی کی
سب سے بڑی خوشی اور امید ہیں مئی۔“ اس نے
بجاری سے مجھ سے دیکھا پھر بولی۔
”گھر اور بچوں کے لیے عورت خود کو کتنا کر دور تو
نہ کرے۔“

”کیا کروں گی۔ مجبور ہوں۔“
”کیا مجبور ہیں؟“
”آپ کی طرح مضبوط عورت نہیں ہوں ناں
مئی۔“

”مضبوط نہیں۔“
”خوش ہیں مئی۔“
”کیوں نہیں ہیں سیکھیں؟“
”وہ مجھے میں اول فون سے کال دے تو
میں اس سے کہنے لگی کہ کہاں جاؤں گی۔“

خیر مئی چھوڑی آپ یاسین کا تائیں کسی بھی جا رہی ہے۔“
”تو اس کی پیچڑی تائیں گی۔ میں اس کی
کلاس پھر کھولوا لیتی ہوں۔“

”ٹھیک ہے۔“ ہو سکے تو یاسین کو بھی بلوائیں
گی۔ کہہ رہی تھی کہ کڑی آپ میزم کے پاس آؤ تو
مجھے ضرور ملنا۔“

میں نے یاسین اور اس کی کلاس پھر دووں کو
بلوایا۔ یاسین میرے دفتر کے دروازے پر والدہ کوئی تو
ماں کو دیکھتے ہی کل گئی۔ مجھے یاد آیا آپ کو میرے دفتر
میں بیٹھے پر کدوہ کتنی ہم کی گئی تھی۔

☆☆☆

قلبی سالی ختم ہونے تک یاسین کی والدہ بارہا
میرے پاس آئی تھی۔ بچی کی قلبی کیفیت کا احوال
معلوم کرنے، بچے کی ضرورت کے تحت جلدی کرنا
دلائے کے لیے، ایک دو مرتبہ اس کی بیماری کے
باعث اسکول سے رخصت کی درخواست دینے۔ بچی
اس کے میقاتی احسان کا نتیجہ لینے بھی اسکول کی کتب
تقریب میں شرکت کرنے۔ ماں کی موجودگی
میں یاسین مجھ سے ملتی تو اس کے چہرے پر غمخیزی
باشٹ مجھے اپنی مرحومہ ماں کی یاد دلائی۔ عمر رسیدگی
کے باوجود اپنی ماں کو دیکھ میں خودی تو بلاشت
میں ڈوب جایا کرتی تھی۔ بچاس برس کی عمر تھوڑا کرنے
کے باوجود ماں کے سامنے خود کو بچہ سمجھتی تھی۔ خدا
میری ماں کو برحق رحمت کرے۔

سالانہ امتحانات کے نتائج میں یاسین اور جوئیر
یکٹھ میں ذریعہ تعلیم اس کے بہن، بھائی کوئی امتیازی
شیعت نہ تھے۔ سب کے سب تمام اچھے نمبروں سے پاس
ہو گئے۔ یاسین اپنی جماعت میں نویں نمبر پر رہیں، عمر
کے اعتبار سے اس کا شمار اپنی جماعت کی کم عمر طالبات
میں ہوتا تھا۔ باسٹ طالبات میں اس کا نویں نمبر پر ہوتا
تھی۔ شش تھوڑا کم اس کی والدہ نہایت پریشانی کا۔
”میزم مئی اس کے پاپا آئیں گے تو میری بہت
بری خبر لگے۔“ وہ تو کہتے ہیں میرے بچوں کو کلاس

وہ مسکرا دی۔
”زیادہ بڑے لکھے بندوں کا غلط ہم جیسی
معمولی بڑی لکھی عورتوں کی سمجھ میں کب آتا ہے
مئی۔ ہم تو بس محبت کرتے ہیں۔“
”اب کب آئیں گے ترم؟“
”انشاء اللہ اگلے سال۔“

”اور آپ..... اگلے سال تک ان کے نام کا دور
کر رہی ہیں؟“
”طاف ہے۔“ آپ کو ایک بات بتاؤں۔ میں
بارہا نہیں نے اخبار میں ضرورت رشتہ کا اشتہار دیکھا۔
”کس کے رشتہ کا۔“

”اپنے رشتے کا۔“
”واقعی؟“
”ہاں مئی۔“

”آپ نے اعتراض نہیں کیا۔“ میں نے اسے
جھرائی سے دیکھا۔
”اعتراض.....“ وہ مسکرائی۔ ”اعتراض کیوں؟
جب وہ مجھے اپنے لائق سمجھتے ہیں تو میں اعتراض
کیوں کرتی..... میں نے آپ سے کہا تھا میں ڈانٹوں
کے بچوں کی فوٹا بن کر ان کے گھر میں پڑی رہے
میں کسی خوش ہوں۔“
”کوئی رشتہ.....؟“

”نہیں مئی۔“ جو انیس پسند آئے تھے وہ ان کی
کم تعلیم یا کسی اور بات پر اعتراض کر دیتے تھے اور
کتھیں پسند آتے تھے وہ انھیں اٹھنے لگتے تھے۔
”کی گھر میں، میں بھی ان کے ساتھ گئی۔“
”اپنے شوہر کے لیے رشتہ دیکھئے۔“ میں نے
اسے انھیں بھڑا کر دیکھا۔
”ہاں مئی۔“ وہ مجھے اپنی بھائی کا ہر کرتے
تھے۔ پہلی شادی اور بچوں کا ٹھوڑی بتاتے تھے۔
”نئی گاڑی۔“ میری انھیں پہلی گاڑی دے گئیں۔
”اتنا جیران پریشان ہونے کی ضرورت نہیں
میزم مئی۔ یہ دیکھا ہے یہاں بہت کچھ ہوتا ہے۔“



نبی دوسیت

سعد رییس

تھے تو وہ سب، چڑی عمر ان کی زندگی خلی
سجوازی کی طرح گزر رہی تھی۔ بظاہر ایک مگر کنارے
جہاں میں.....
ان کی شادی کو کچھ برس کا عرصہ گزر چکا تھا.....
تین بیٹے تھے۔ شہر دو فرماں اور نازک میسرینہ۔
زندگی بظاہر مکمل، خوب صورت مگر درحقیقت
ادھوری اور بے رنگ تھی۔ بظاہر پُرسکون مگر اندر ایک
حلاطم..... وہ دونوں ہی ایک دوسرے سے کھنکھاتے

اور وہ غلاب مٹی میں دیوچ کر اپنی آنکھیں پونچھنے لگی۔
”مگر..... کیا ہوا؟“ اس کی بات پوری سننا
چاہتی تھی۔
”بے اسے بیٹے نہیں چھوڑ گئے تھے، میں روز
انہیں جھانڈی، سوچھ کر اسے بچوں کی خوشبو ان کے
بستروں میں ڈھونڈتی، ان کی کاپیاں نکال کر ان کی
لکائی سے اپنی آنکھیں بندھتی کرتی۔“ عجب بات
میں میڈم یا شاید اتفاق کہ یا سہی کی معاشرتی علوم کی
اسی کتاب سے جو اپنے اے جانے کہاں سے
تلاش کر داکے دی تھی۔ ایک لٹاف کر اور اس لٹافے
میں بند کاغذ سے میرے پردوں سے اس کمر کی
زمین بھی کھینچی جہاں بیٹر میں اپنے بچوں کی واپسی کا
انتظار کرنا پڑتا تھا۔ اس لٹافے میں وہ میرا طلاق
نامہ چھوڑ گئے تھے۔“
میرا دل جیسے نونوں بوچھ تلے دب گیا۔
اپنی کرسی سے اٹھ کر میں اس کی طرف بڑھی اور
اسے گلے لگا لیا۔
”میں اب اسے ماں، باپ کے کمر جا رہی
ہوں۔ گاؤں میں..... اس امید پر زندہ بھی رہوں گی
کہ میرے بیٹے بھی تو میرے پاس آئیں گے۔ آپ کو
میں ہمیشہ یاد رکھوں گی۔“
”میں بھی.....“ میں فضا اتاری کہہ دی۔
”خدا حافظ.....“ وہ جانے کو مڑی۔
”نمبر، میں آپ کے ساتھ جاتی ہوں گیٹ تک۔“
وہ میری طرف مڑی اور اس نے مجھے بھیجی
آنکھوں سے دیکھا دھڑلے سے مسکرائی..... وہ
مسکراہٹ مجھے اپنے دل کے آبار ہوتی محسوس ہوئی۔
”ہاں،“ کہتے ہیں۔ میت کے ساتھ چالیس
قدم اٹھانے کا بہت ثواب ہوتا ہے۔“ اس نے کہا۔
میں حیران تھی کہ وہ مسکرائے کا حوصلہ کہاں سے
لائی تھی۔
گیٹ کے باہر کھڑی لکھی میں ایک عورت ایک
بچہ گود میں لیے بیٹھی تھی۔



اسے تھے۔ دو روئے اور کوئی اس کے آئینہ نہ تھے۔
 وہ کسی کے کندھے پر سر رکھ کر اپنے دل کا سارا غماز نکال
 لے کر اسے کوئی بھی ایسا دوست میسر نہیں تھا کہ جو
 رونے کے لیے اپنا کان دھارے فراہم کرتا اور دل کی
 طرف سے اب اسے کوئی ایسا نہیں رہی تھی۔

بھئی، بھئی اسے لگتا تھا کہ کبھی جان بوجھ کر اس
 کے ساتھ کرایا کرتے اور باجی کی مصروفیات میں غور
 اٹھا کر اسے پریشان رہا کرتے اور بھی، کسی اسکل پر
 رقم آنے لگتا جو اپنا پرہیز اور پر سکنتہ شینڈل کے
 مطابق کڑ اور آنفلز آتا تھا۔ گھر سے باہر نکلا اس کی ذمے
 داری کی۔ وہ مرد تھا، اس کے شاتوں پر بیک وقت
 بہت سی ذمے داریاں اور فرض تھے مگر جب بھی وہ
 قانع وقت میں اخبار پڑھتا یا موشوں میں مصروف
 ہوتا تو عازہ شامت سے دل چاہتا کیونکہ اس وقت وہ
 ہی تھی جسے وہ اپنے شاپنگ کے ناکشہ کے پاس سے اس کے
 منتشر خیالات کو کھینچنا یا اطلاعاتی سہارا دے تاکہ
 اس کا اعصابی تناؤ دور ہو جائے۔ یا پھر سکرانے
 چہرے سے اس کی باتیں توجہ سے سن لے، وہ باتیں جو
 بڑے عمر سے اس کے دل میں نہیں گھر کر رہی تھیں
 کہیں یاد رہی تھیں۔ ان باتوں پر زور جو بوجھ بڑھتا
 چارہ تھا۔ وہ اس کی لکھنا دیکھنا کام، اپنی دوپٹی پھونکر
 خود اس وقت اس کے لیے بھی نکال لے۔ صرف
 خود اس وقت.....

مگر یہ فرض اب اس کی حسرت بن چکی تھی۔
 علاوہ گھر پر مسائل اور ضروری باتوں کے وہ اس سے
 کوئی دوسری بات کرتا ہی نہیں تھا۔ اب تو عازہ کو لگنے
 لگا تھا کہ کسی دن اس کے دماغ کی کسی پٹ جاتی ہے
 جنہی کی طرح اس وقت کے لیے وہ تپ رہی تھی مگر وہ
 اس کے سارے احساسات سے بے بہرہ بنائیں اپنی
 ہی زندگی گزار رہا تھا۔

پھر ایسے ہی ایک اداس دن اس کے دل میں
 بچوں کی رفاقت کا خیال آگیا۔ اب وہ سب بڑے ہو
 گئے تھے شہزادہ یوسف کی تھی تھیں ان کا بچہ تھا اور

مردہ کی کی وحدت طرف چھا چکی تھی۔
 بچگی کا دن وہ دوستوں میں یا پھر انگریز بر
 گزارتا تھا۔ اس کے علاوہ بہت سے ضروری و اضافی
 کام بھی اس دن اٹھاتا تھا۔ اسے اپنی دوپٹوں میں
 مٹکے دیکھ کر وہ چڑتی اور کڑی سختی کر دیتا تھی اس پر
 لگا ٹھیکہ ملائی بیڑا لٹا۔ اسی لیے عازہ کی برداشت
 کی حد تک ختم ہوئی جا رہی تھی۔ اس کے اندر کا اکیلا پن
 اب اسے ڈرانے پھلانگنے لگا تھا۔
 جنہی نے تو خود کو بہت سے کاموں میں اٹھانے
 کے علاوہ اپنی سوشل اینکٹیویٹی کو بھی جاری رکھا ہوا تھا۔
 وہ روز گھر سے باہر نکلتا، مختلف لوگوں سے ملتا.....
 دوستوں کی گھر گزرتی تھی جاتا مگر عازہ تو چھپے
 گھر وادی کے سمجھتے تھے بری طرح چھپ کر رہ گئی
 تھی۔ ہوتا تو سوا سلف لینے پھر بائیک تک چلی
 گئی یا پھر کسی شاپنگ کیلازہ میں شاپنگ کے پاس سے اس کے
 وقت گزرتا۔ مگر یہ شاپنگ بھی اسے اکیلے ہی کرنی
 پڑتی اور اب وہ اس کیلئے پین سے آگاہ بن چکی تھی۔ گھر کی
 ملازمت سے ٹھوڑی بہت بات چیت ہوتی لیکن وہ کام
 وادیوں کو زیادہ سچے چھانے کی قائل نہیں تھی اس لیے
 اپنی مقرر کردہ حد سے آگے نہیں بڑھتی تھی۔ جنہی کی
 لائقیت کے ساتھ اس کی اذیت اس کے جوڑ میں نہیں تھی
 کی طرح کوئی جا رہی تھی۔ اس گھر سے وہ رنگ روپ
 بھی نکولی جا رہی تھی۔

اس کا ملتے انجیب بھی مختصر تھا۔ اماں، اماں کے
 بعد سیکھارے نام دور کی سارا لگتا تھا۔ پرانی دوپٹیاں یا
 رنگین بن جی تھیں، اب دل کے خالی پر تو کیسے دور
 کرتی، اسے شربت سے ایک ہور اور ٹھنڈی دوسری
 کی محسوس ہونے لگی تھی۔ اپنی جوانی اور نو فیزی کو
 اس نے گھر گزرتی، شوہر اور بچوں پر وار دیا تھا.....
 بدلے میں اسے یہ کیا کیا ملا تو وہ بلجا کر رہی۔
 وہ اپنے اندر کی خاموشی اور سناٹے سے لاتے،
 لاتے تنگ چلی تھی۔ اس کا دل جنہی کی توجہ کے لیے.....
 بے طرح تنگ لگتا تھا۔ اس کا دل چاہتا تھا کہ وہ کوئی اور کوئی

تیجے میں ہوئے والی خند، بھٹ اور تلخ کھائی تو جائے
 کب کی تا ہو چکی تھی اب دونوں ہی ایک خاموش
 معاہدے سے مشابہت ایک دوسرے کو گھبراہٹ تھے۔
 معاشرے میں اسے غفلت کی پاسداری کو نام رکھتے
 ہوئے ایک دوسرے سے یقین ضرورت ہم کلام بھی
 ہوتے تھے، جنہی کی چھوٹی بڑی خوشیاں میں ایک دوسرے
 کے قریب نظر آتے مگر ان کے درمیان اصل قربت مارتے
 نام ہی دور رہی تھی۔ بچے ان دونوں کے درمیان بلی کا کام
 دے رہے تھے۔ ضرورتوں، خوشیوں کے لیے سب
 میل..... دونوں کا قافلہ سب سے بڑھ چکا تھا۔
 بھئی، بھئی عازہ کو کام کیلئے لگتا..... جیسے اندری
 اندر گھٹ گھٹ کر وہ ختم ہو رہی ہو کیونکہ اسے سمجھے والا،
 اس کا نام دس سے بہت دور ہو گیا تھا۔ اس نے بار بار
 اس کے پاس ہونے کی کوشش کی..... اپنی اپنی اور دیگر
 اس کی طرف بڑی بھی مگر شاید بہت دور ہو چکی تھی۔ وہ
 اپنی دوپٹوں اور اپنی مصروفیات میں اس قدر مگن ہو چکا
 تھا کہ عازہ کا وجود ان کی حیثیت اختیار کر چکا تھا۔

اور واقعی اس کی زندگی بے حد مصروف گزرتی
 تھی، ایک بے خندہ قائم خیال کے تحت بہت ہی کئی کئی
 زندگی..... جیسوہ انسان نہیں رہتی، وہ بڑھتی۔
 علی الصباح ہی وہ جا چکے کے لیے گھر سے نکلتا
 واپس پر فزیشن جی اسے تیار لہ..... پچھوہ اور انجیب کا
 مطالعہ کر لے۔ اس دور ان بار، بار موشوں کو نون نکلتا
 رہتی اور وہ بھی کال اور بھی بیٹھ بھی پڑھتا رہا، بچوں کا
 خاندان سے متعلق کوئی بھی ضروری بات عازہ ہی
 شروع کرتی۔ جسے وہ سرسری ہی ہوں، ہاں کر کے سنتا
 اور مختصر نظروں میں اپنی بات کہہ دیتا۔

جب بچہ گھلت میں آفس جاتے کے لیے گھر سے
 نکلتا پھر عازہ عازہ بچوں کو سائل کے لیے تیار کر
 رہی ہوتی تھی سو والدہ کی ہی مٹوں کا تو ضرور پہلے تھا
 انعام ہو چکا تھا اور تھی اب عازہ کے چہرے پر وہ
 سکرانہ، پشیمانی تھی جسے دیکھ کر دل دہانہ ہو جاتا تھا،
 بہانے سے لپٹ، لپٹ کر ایک آتا تھا مگر ایک

رہے تھے۔ لایا نہیں تھا کہ وہ ہمیشہ سے ایسے ہی تھے
 جب عازہ اور جنہی کی شادی ہوئی تھی تو ان کے درمیان
 بڑی سے مشابہت تھی۔ ایک دوسرے کے بناوٹ کا
 مشکل تھا۔ جنہی تو جیسے کسی جانور کے لیے کی طرح اس پر
 جان چڑھتا تھا۔ دونوں ایک دوسرے کی عفت میں.....
 سرشار، دینا کھلا بیٹھے تھے اپنی خوشیاں بھرے لحاظ میں
 شہزادہ نے ان کی زندگی کو بھلی کر دیا۔

اس کے بعد دونوں کی زندگی نے ایک ناموز
 لیا۔ مصروفیات اور ذمہ داریوں کے اضافے نے بھی
 زندگی کو کم نہ کیا تھا مگر پھر رتہ رتہ حراج اور
 عادات کے فرق کے دونوں میں فرق ڈالنا شروع کر
 دیا۔ ایک بے نامی تلخ ان دونوں کے درمیان عامل
 ہوئی تھی جسے شروع میں سمجھتے ہوئے کسی دونوں نے نظر
 انداز کیا۔

”جیسے کہا، میں کیوں کہوں جب خود احساس ہوگا
 تپ سب درست ہو جائے گا۔“ دونوں اپنی، اپنی جگہ
 سوچتے رہے۔

اندری ہی اندر ان کی دیوار بستی رہی۔ وقت
 گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ دیوار بھی مضبوط ہوئی کہ
 محبت کا وہ احساس اپنا دانہ کی دیوار سے نہیں ہوتا۔
 فرمان اور سرین کی آمد نے بلاشبہ ان کے رشتے
 سے حد مضبوطی دی مگر آپس کا ربط بے جاں اور
 معصومی سارہ گیا تھا۔ جیسے بہت زبردستی اس مقدس
 رشتے کو کھینچا جا رہا ہو۔

ایسا کب تک چلتا..... پہلے پہل تو صبر و تحمل کی
 دیوہی بن کر عازہ برداشت کرتی رہی مگر پھر رتہ رتہ
 جنہی کی بے حس اور لائقیت نے اسے اندر سے توڑنا
 شروع کر دیا..... بھلا اس کے لیے ایسی زندگی کی چاہ
 کی تھی۔

وہ اب بھی اس کی پیاری رفاقت اور توجہ کی
 خنک تھی مگر کب اس کے جذبات کی کوئی پروا نہیں رہی
 تھی..... نہ ہی اس کے احساسات کے کوئی سروکار تھا۔
 خیالات کے تضاد اور باتوں کے اختلاف کے

وہ کر پی پر بیٹھا موبائل اسکرین پر کچھ پڑھ رہا تھا۔ اس کے لبوں پر ہنس بھری مسکراہٹ تھی۔ اس کی قلموں میں نظر آتے سفید بال اس کی وجاہت میں اضافہ کر رہے تھے۔ وہ بے اعتنا را سے دیکھتی چلی گئی جیسے وہ کوئی فوجی ڈیوٹی کر رہی ہو۔ اس کی غیر معمولی نظروں پر اس نے بے اختیار چونک کر سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"خیریت تو ہے..... کوئی کام ہے کیا؟" اس نے بڑی عجیب نظروں سے اسے دیکھا جیسے اس کی وارنڈ نظروں سے انھیں ہو رہی ہو یا پھر اس کی دماغی صحت پر شبہ ہو رہا ہو۔

اور عازنہ کو گویا کچھ دے اس نے کہا جاتا تھا کہ۔ "خیریت تو ہے، طبیعت تو ٹھیک ہے تمہاری؟" "جی ہاں تو..... میں ایسے ہی دل گھبرا رہا تھا تو سوچا کہ کتنا زہر دیکھتا ہوں اور وہ دانتوں سے دبا کر کچھ جھجک کر اپنی بات کہتی چاہی مگر اس نے درمیان سے ہی بات کاٹ دی۔

"تو شہرہ کے ساتھ چلی جاؤ، میرے پاس ٹائم نہیں ہے، میں اس وقت بڑی ہوں۔" اس نے موبائل اسکرین پر نظریں جما کر رکھا اس سے صاف جواب نہ دیا۔

عازنہ کے ذہن میں اس جملے سے کچھ ٹوٹا..... اس کا دل پا گیا اس سے حسرت جیسے کے ہاتھ سے موبائل چین کر دیا پر دے مارے یا پھر اپنا سر دیوار سے ٹکرا دے۔ اس نے تڑپ ہوئی حسرت بھری نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔ وہ اس کا اپنا ہاتھ کرتا کرپا، کرپا سا لگ رہا تھا..... وہی طور پر وہی انداز میں اس کے سر پر ہاتھ لگا رہا تھا۔

اگلے چند روز کی ناکام کوششوں کے بعد وہ یہ حقیقت انجی طرح سمجھ کر کھل کے پتھر سے وجود کے بت میں دراڑ ڈالنا لگتا ہے۔ یہ نہ اب کی صورت وہ اس کے قریب ہو سکتی ہے اور نہ اس کے دل تک رسائی ہو سکتی ہے۔

کر بھول جاتی ہے اور کبھی سرسری سلیا دیکھ کر لچکے سے مکرہ پہلے کی بات نہیں دیتی۔ سارے پیار سے رشتے جو قریب ہوتے ہیں وہ سمندر کی لہروں کی طرح دور ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ اولاد کی.....

آخر میں صرف وہ مسخر سا مہم ہوتا ہے جو ادل راز سے اس سحر کا سراپا بناتا تھا۔ وہی زندگی کی دھوپ جھاڑوں اس کے ساتھ جھپٹتا ہے، وہی جوانی کی طوفانی میں اس کے سنگ و دیباں لگتا ہے اور وہی بچہ بچا ہے جس میں مونی، مخمور ہوتا ہے لیکن عازنہ کی بد قسمتی کی کراس کا ہم سفر اس سے بہت دور ہو گیا تھا۔ اس کی.....

انتہائی کی پیچ سے وقت سے پہلے ہی عازنہ کی جوانی ڈھلک گئی تھی اور وہ بچہ بچہ پر اپنا تھا۔ وہ کسی نیچے ہارے مسافر کی طرح کسی سایہ دار اور بے پناہ کی غیبتی جھاڑوں میں سناٹا جاتی تھی اور وہ جھاڑوں میں گھل جاتی ہے وہ دے سکتا تھا مگر اب وہ اس کے سترے سے دور ہو گیا تھا۔

بالا قمر اس نے خود کو ہی بے گناہ کہا۔ ابھی کچھ نہ بگڑا تھا زاری محنت سے وہ ایک بار پھر کھل کر اپنی محنتی میں سے نکلتی تھی۔

بڑے عرصے بعد اس نے بیوی لیڈن کر دیا اور اس میں شام پر فرائض پڑے لیکن شہر کی سرسری نظر میں اس کے لیے کوئی سانس نہیں دے سکتا تھا۔

"کیا نہیں جاری ہو؟" بڑے عام سے انداز میں اس نے سوال کیا۔ اس کے جذبے کہیں پاگل میں گر تے جیسے وہ اپنے بچہ پر ہاتھ جیسے وہ اس کی بیوی نہیں کوئی حامی قاتلوں ہے۔

اس نے ٹوٹے دل کو تھکی دے کر اس کی نظر انٹ کے لیے پھر ایک کوشش کر ڈالی۔ کھانے کے بعد اس کے لیے کافی ہے کہ خود کو دے نہ اس سے پہلے ہی کام مرنے کی ناکامی تھی۔ اس نے ٹھیک پر کافی لگا رکھا اور دیکھ بیٹھی۔

شروع دنوں میں جمل اس سے بار بار کہتا تھا کہ وہ تیار ہو کر ہمارے کچھ کام کیے جمل اس کی خواہش کا ایک حد تک احترام کیا لیکن فطری طور پر وہ سادگی پسند تھی۔ کھیلے قانون کا نہ کاروبار دھار کر اسے..... بعد سکون ملتا تھا اور پہلے بیٹے کی آمد کے بعد وہ صرف ماں بن کر اسے پالنے ہی لگے تھے۔ ایک فرض شایاں اور گھمنہ گد جاو جی بیٹے کی اٹیوں سے پریشان تو یہی پیٹ کے دردی کی..... کفر وہ شگبے پکڑوں سے ہی ہوتی یا پھر بعد بڑی بڑی غیر ماضی کی سوٹ بکن لگتی تھی۔ آہستہ آہستہ غیر محسوس طور پر جمل اس سے دور ہوتا گیا۔ جب اسے اندازہ ہوا تو قاصد بہت بڑھ گیا تھا۔ ان دنوں کے درمیان پیدا ہونے والے اس قاصد کی بڑی وجہ یہ تھی کہ وہ خود کو جمل کے مزاج اور پسند میں نہ ڈھال سکی۔ اسے شوخ تنہا یا کبھی تھی۔ اسے آؤنگ پسند تھی، مودہ پر ہنس، کھلکھلاتے، سر پہلے قہقہے اچھے لگتے تھے۔ اور عازنہ..... اس سب کے برعکس بہت سنجیدہ، باحیا اور کم سخن تھی۔ وہ اپنی ہی میں اسے راستے پر پھنسی رہی اور بالا قمر جمل کے دل پر چھانے کے بجائے اس کے دل سے نکلتی تھی۔

ایسا نہیں تھا وہ اس سے نفرت کرتا تھا، آخر وہ وہ اس کی بیوی تھی، اس کے بچوں کی ماں بھی تھی۔ اس لیے وہ اس کی بہت عزت کرتا تھا لیکن دل کا تعلق سنسان ہو گیا تھا۔

جمل اس کا ہم سفر تھا..... وہ دوسرا جو زندگی کا نیا شریک دوسرے کے ہمراہ شروع کرتے ہیں، ایک دوسرے کی پسند یا پسند کا خیال رکھنے والے اور ایک دوسرے کی رائے کا احترام کرنے والے..... زندگی میں سب سے پیارا اور خوب صورت رشتہ والدین اور اولاد کا ہوتا ہے مگر پھر ایک وقت ایسا آتا ہے جب وہی جان سے پیاری اولاد بھی اپنی زندگی کے سترے پر گاڑن ہو کر بہت مصروف ہو جاتی ہے، کبھی مصروف ہو

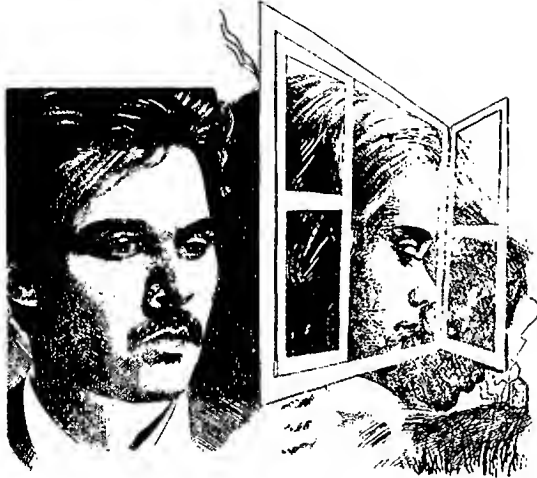
سرینڈیلرک میں تھی۔ وہ ان سے بھی اپنے بہت سے خیالات، اپنی اپنی بہت سی باتیں اور کچھ کہنے لگتی تھی لیکن یہاں بھی اسے ناکا ہوئی۔ وہ جس طرح ان سب کی طرف جھکی تھی اتنی ہی مایوسی سے واپس اٹھتی تھی۔ وہ سب اپنی، اپنی زندگیوں میں تھیں، اپنے اپنے خالوں میں ٹپکتے تھے۔ وہ سب یک جہتیں تھے اور عازنہ کا حصہ نہ رہا، سپاہ سفید بال اور غیر محسوس کی فطرتی جلد اس کی جتنی عمر کی پہلی کھانے لگتی تھے۔ ان کے خیالات میں ہی جتنی عمر کی پہلی کھانے لگتی تھیں۔ ان کے تھا۔ ان سب کے پاس کیئر، لیپ باپ، موبائل، اسٹینڈر، مودہ اور ڈیوڈل ڈیجیٹرل فرینڈز تھے۔ جبکہ عازنہ پر اپنی دنیا کی عمری بچوں کی کتاب میں جھکتی پھری رہی..... وہ بھی بالکل تھکتا.....

اس نے اپنا تعلق کسی بھلا کر اس گھر کے لیے خود کو وقف کر دیا تھا اور جب تک پوری زندگی وہاں رہے اسے فرائض ادا کر رہی تھی اس کے باوجود اس کا وجود ان سب کے لیے قانون بن گیا تھا۔ وہ اس گھر کی اہم ضرورت تھی لیکن اس کی خدمات بھی معمول کے کاموں میں شریک کی گئی تھیں۔ اس کے ہاتھ گھر کا نظام چلانا مشکل تھا کبھی اس کی عادت تھی اور اپنی خدمات کو چھوڑنا بھی سراسر حماقت تھی کہ بالکل اسی طرح جمل بھی پوری زندگی وہاں رہے اپنا فرض ادا کرتا رہا تھا۔ اس کے تعاون سے ہی گھر کا نظام خوش اسلوبی سے چل رہا تھا۔ لیکن ان دونوں کے درمیان اب کبھی بھی ربط نہیں رہا تھا۔

"خود غلطی کیاں ہوئی؟" اس نے تنہا ہی میں اپنا حاسہ کیا۔ اس نے آئیے میں اپنی غلطی اور تباہی و جدو بخود دیکھا تو دل گودھ سا لگا۔ سرت سے مگر دم سپاٹ چرے پر شادابی کا دور، دور تک بھی نہ دلتاں نہیں تھا۔ آنکھوں میں بس ادا سنا تاڑ امید کی ساری تھک تھکیں بجا چکا تھا۔ کتنا عرصہ ہو گیا تھا اسے اپنی طرف دیکھے ہوئے یہ تو اسے یاد نہیں تھا کہ اب ہر مرداغ کے کسی بھولے بھرے گوشے میں پھنسی ہوئی۔

ربا تو مجرم کارا ز میرا

طیہ غصے منسل



آنسوؤں سے چہرہ ہمیکتا جا رہا تھا۔ مجھے یہاں بیٹھے پہرےں ہو چکے تھے لیکن مجھے یوں لگ رہا تھا کہ یہ شخص کوں کا قتل ہو... جس میں ممدیاں بیت جاتی ہوں۔ ہوا کے تیز جھوکے سے گلاب کے پھولوں کی خوشبو میرے نشتوں سے نکل رہی۔ میں اپنی ہنڈ آکھوں کو کھول کر کہیں جا رہا تھا کیونکہ انہیں کھولنے پر مجھے کیا دیکھنا پڑتا... شاید وہ حققتیں جس کو اتنے دنوں بعد بھی میں غراب ہی سمجھتا جا رہا تھا۔ مجھے اب شدت سے

اپنے معمول کے کاموں میں مگن تھے اور عازنہ اپنی دنیا میں مگن.....

لیپ اس نے کسی کی بھی پروا کرنی چھوڑ دی تھی نہ ہی اسے جس کی بھی کھانسی کا دکھ تھا اور نہ اس کی بے بسی پر کوئی گھم تھا۔ وہ تو اپنے اس نئے دوست کی سنگت میں گھوم رہی تھی جو اس کی ہر بات و حکیمانہ سے مستفاد تھا۔ اسے اچھے اچھے مشورے اور دلا سے دینا تھا۔ وہ کسی اسے مایوس نہیں کرتا تھا فوراً ہی اس کے پیچ کا جواب آ جاتا تھا۔ اس کی پیاری، پیاری باتوں سے اس کے دل کو قرار آ جاتا۔ خواہ وہ صبح کی پہلی دھوپ ہو، سہ پہر کی چمکی چاندنی یا شام کا سنہرا پھول، وہ اپنا ہر لمحہ، ہر خیال اور ہر احساس اس سے شیئر کرتی تھی۔ حتیٰ کہ گویا جہنم کے غرابی کے سب وہ کرشمے بدل بدل کر کھیل جاتی تو بیڑے کے دوسرے کنارے پر موجود جس کے تنگی گھسے کو غافل دے بیٹھا دیکھ کر حسرت بھری سانس بھر کر رہ جاتی۔ اس کے اسی دیکنے کی وجہ سے وہ یہ قدم اٹھانے پر مجبور ہوتی تھی۔ وہ بے پاؤں ٹیکس میں چلی جاتی مگر وہ ہوتی اور اس کا دوست..... دونوں ہی ایک دوسرے سے نہ آکھتے تھے، نہ باتیں ختم ہوئیں اور نہ ہی ایک دوسرے سے ٹکرتا۔

اس روز بھی اسے نیند نہیں آئی تو وہ میز پر چلی آئی۔ حسب عادت اس کے دوست نے اسے مایوس نہ کیا۔ پہلے پیچ کا فوراً ہی جواب آ گیا، اس نے اسے رات کی خواب کی پروا ہی نہ کی۔ خوب صورت نظم لکھ کر بھیج دیا۔ عازنہ نے بھی موسم کی دفتر پر بڑا خوب صورت شعر لکھا لیکن مجرم و ہواؤں سے ٹکڑا کر جلد ہی اسے کٹو نائٹ کا پیچ کر دیا اور لہری سانس بھر کر بیڑے میں دم چلی آئی۔ محل اچھی، ابھی دواش دم گئے تھے، ان کا موبائل ان کے پیچے پر رکھا تھا جس کی روشن اسکرین پر کسی کا لٹھ نائٹ پیچ چمک رہا تھا اور عازنہ ہنسی گچوں کے ساتھ سکرانی ہوئی چپ چاپ بیڑے کے دوسرے کنارے پر دراز ہو گئی۔

لیکن اندر سے اس کا ہسٹا دل شدت سے ایک ایسے سانس کی جتنی تھا جو اس کے دکھ، درد، غمی، دم کو گن سکے۔ جس سے وہ راز دینا نہ کر سکے..... جو اس کے جذبوں اور احساسات کو کچھ سکے لیکن آس پاس کی دوندی ہما کی تیز رفتار زندگی میں سب لوگ اپنے اپنے دائروں اور اپنی، اپنی مصروفیات میں مشغول ہیں۔ ایک طرف آکاؤں کے شور شاہوں میں رعت تھے۔ ایک طرف وہی کسی جس کے اندر باہر سنانے کی آواز تھی۔ اور پھر اپنی ساری کوششوں سے تا امید اور بدل ہو کر اس نے بھی بالآخر اپنا ایک نیا پسندو دوست بنالیا۔ اپنے اندر کے خالی کوں پر دھونے کے لیے ایک ایسا ریسی ڈھونڈ لیا جو اس کی ہر غمی پر خوش اور ہر دیکھ پر دیکھ ہوتا تھا۔ جس طرح سب اپنی، اپنی دنیا میں مگن تھے، اس نے بھی اپنی الگ دنیا بسائی۔ سب کی دیکھا دیکھی اس نے بھی چپ چاپ ایک موبائل لے لیا تھا۔ اور اب وہ اپنے نئے دوست سے موبائل پر ٹیکسٹ میسج کرے ڈریسے راہبرد کرتی تھی۔

اس ٹیکسٹ پر میسج کرتے وہ بھی نہ سمجھتی تھی کہ وہی دوست اب اس کا سہیا، ہم دم اور دوساز تھا۔ ہر روز صبح اٹھ کر اسے لٹھ مارنگ کا پیچ کرنی پڑا، وہ بھی اسے پیاری سی دعا بھیجتا۔ اسے خوب صورت لفظوں میں اسے دیکھ کر عازنہ کے اندر کی ہر غلغلہ اور تشنگی مٹ جاتی۔ کبھی خوب صورت شاعری کے ذریعے اپنے جذبوں کا اظہار کرتا، کبھی کسی فکر کا قول لکھ کر بھیجتا تو کبھی آزاد نظم کے ذریعے اس پر اپنے خیالات نمایاں کرتا۔ ہر موقع اور ہر جوار پر وہ اس کے ساتھ ہوتا تھا۔ اس کے ساتھ پیچ پر ہانسی کر کے عازنہ کے دل کو بڑی تقویت ملتی تھی۔ خاموش طبع تو وہ شروع سے ہی کبھی اس لیے کال کر کے باتیں کرنے کا اسے ہانگی بھی خوش نہیں تھا اور نہ ہی یہ مناسب بات تھی۔

مگر میں کسی کو بھی نہیں بتا تھا کہ عازنہ نے اپنی تنہائیوں کو بٹھانے کے لیے اپنا دوست بنالیا ہے۔ وہ سب

اگلے لمحے ملتی تھی میرے گنگے کے زور اور قاتل دروہا تھا۔ دروہہ شکرمہ دووں کو ان سوسوں میں ڈور ہاتھا۔

☆☆☆

وہ اتنی حسین گدی تھی کہ اس پر سے نظر ہٹتی نہیں تھی۔ سرخ انگارے لپٹنے کے اس کے صحن کو وہ چند کروڑ پاؤں اور اسے سولہ سنگھار، خوشبو، مہندی، آج میرا کرانت کا حصہ تھا اور باقوت اس خنت کی حور بھی ماضیہ۔ میں نے ہمت کے قدم آگے بڑھائے اور اس کے قریب جا کر اس کے صورت پر اٹھائے مضبوط ہاتھوں میں لے کر کھانسی اس کی کھانسی سے پہناتا تھا اور اس کی ٹھونڈی کوشاد کی اٹھی سے اوپر اٹھایا تو اس نے کھانسی پکوں کی جھار کو اٹھا کر مجھے دیکھا اور میں نے اس کے صحن کو پہلے کس کا خراج پیش کر دیا۔

مغربی کی شادی کے ہنگامے سے روئے تو مغربی کی شادی کی سودی میں سے باقوت کے بارے میں مغربی سے معلومات لی تو مغربی مطلب مجھ کا اچھل پڑی تھی۔ اماں لی کو بتایا تو انہوں نے تو گویا پہلے پر سرسوں بٹا ڈالی۔ جھٹ میرا رشہ باقوت کی ای کے سامنے پھینک دیا گیا۔ اور پھر جھٹ کھنکی پٹ بیاہ کے صدقات باقوت میرے گھر کی رونق بن گئی تھی۔

شادی اور دھوکوں کے ہنگامے تھوڑے سرو ہوئے تو بین بھائیوں نے میں بعد اسرار کی سون پر روانہ کر دیا۔ میں اماں لی پر گڑ گڑتا چھوڑنے کے حق میں نہیں تھا لیکن بھائی بھائی ملک مٹی تھے۔ انہوں نے بی ایصال اپنا دانا کھا جاتی تھی اور مجھے مٹی سون پر بھیج کر رہی دہلا۔

وہ دن ہماری زندگی کے خوب صورت ترین دن تھے کہ جب ہم ایک دوسرے میں گم ایک دوسرے کو کھوج رہے تھے۔ رات کو باقوت کی سیرت میں میں غیبی آنی تو جج اس کے رشتہی ہالوں کی مٹی ہوش میں لائی۔ اس کی مٹی کی ٹکٹوں میں ہم شامی علاقہ چات کے مرغزاروں کو اپنی تھیں کا گواہ بناتے تھے، مجھے

اور بالآخر "باقوت" میرے چلنے مروی تھی۔ باقوت، مغربی کے شوہر خالد زوقی۔ جہاں میں نے والدہ کی وفات کے بعد دن رات مینت کر کے اپنے بہن، بھائیوں کو کسی کی کا احساس نہیں کرنے دیا۔ وہیں باقوت بھی اپنے والدین کی انگوٹھی بنی تھی۔ اور والدہ کا سایہ میرے اٹھنے پر اپنی اور اپنی والدہ کی کفالت کا فرض بوجھ کر کے اس کی شادی میں بھی زیادہ نہیں تو کچھ بوجھ تو ہوئی تھی۔

باقوت جواس دن میرے لیے انجمنی تھی مگر میں جواب ایک انڈین سالہ بیچو مروا تھا۔ میں انجمنی نہیں حرکات کر رہا تھا۔ مغربی کی پوری شادی کے فیصلوں میں میری نظر بھگم میں بھی اسے دھڑلے لیتی تھی۔ اور پھر میری بی ایصال دیکھ کر میں نے مغربی کے دیکھے والے دن باقوت سے اظہار محبت بھی کر ڈالا۔ حیرت انگیز طور پر میرے منہ سے جو کلمات نکلے وہ کچھ بول تھے۔

"دیکھتے مجھے نہیں چاہا کہ آپ انجمنی ہیں یا نہیں اور جو میں ہیں مختصر زندگی دل و جان سے پسند ہیں اور میں آپ کو اپنی زندگی بھر کا سامی بنانا چاہتا ہوں۔" وہ جوں میں اتر جانے کی حد تک سین ٹپک رہی تھی۔ سبز اور سرخ خوب صورت لباس میں ام ہا کی تلی میں اتری جا رہی تھی۔ غلابی قلعہ اس کے خاموشی سے میری بات سنی اور بغیر کھانے کھل کے منہ سے دیکھ کر بولی۔

"یہ باتیں شریف خاندانوں میں بڑوں میں ملے کی جاتی ہیں۔" یہ کہہ کر وہ رکی گئیں۔ اور میں دور تک اس کی بے تھا شامی چوٹی کے عمل گفتار ہا۔

☆☆☆

"کون سا گھر مٹی۔" جس کا گھر اور کون ہے گھر میں تم جاؤ۔" مجھے نہیں جانا۔ میں نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ اس کو تباہ نہیں چھوڑوں گا تو اب کیسے؟" اس سے آگے مجھے بے لایوش کیا اور میں نے دوبارہ دونا شروع کر دیا۔

مٹی! اس! یہ باقوت نامی گورہا باقوت مغربی کی سسرال سے مغربی کی شادی میں ہی دریافت ہوا تھا۔ اور اگر باقوت نامی یہ گورہا باقوت نہ پاتے تو شاید شادی کی خبر دانی نہیں تو سرتے میں رہے۔ اس لیے ہم نے مغربی کی شوہر دانی کے انتخاب پر ماسو کر دیا ہوا تھا۔ آخر وہی تو "باقوت" کو ہماری زندگی میں لانے کا سبب بنی تھی۔

اس دن مغربی اور جلال ملے ہندو، ہالوں کا مشترک کشن تھا۔ میں جو سارے کام نبھاتے، بناتے اسے تنہا کی گئی تھی۔ ایک ساندی پر پڑی کھدکا کر اس پر بیٹھے ہی رہا تھا کہ کبیری نظر اس پر پڑی تو پھر میری کاس "یہ کون سا طریقہ ہے جان نہ پہچان اور نہ اجازت کی ضرورت اور آپ یہاں شریف فرما ہونے لگ گئے۔" پھر سے انجمنی نظر بنی تھی کھنکی بھرے لٹکوں کے اثر کو جلتی جیسی آواز نے آواز لگ کر دیا۔ کھنکی میں، میں دیکھ کر پتلیں پاپا تھا کہ یہ حیزہ بھی اس انداز سے گونے میں رہی تھی کہ گرو پڑی ہوئی کرسیوں میں سے ایک کرسی پر براہ من تھی۔

☆☆☆

کندھے پر چھوڑے ہوئے ہاتھ کے لمبے کو پہچانا میرے لیے جہاں دشوار نہیں تھا۔ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ میں مٹی کے کسی کو پہچاننا۔ کانی دیر میں کچھ نہ بولا تھا۔ مجھے دیکھ کر ہاتھ میں آتے تھے کہ وہ اپنے آئینوں کو روک رہا ہو گا مجھے کھانے کو تہیہ بانہ رہا ہو گا لیکن جب وہ بولا تو صرف اتنا۔ "اپا! گھر چلیں بہت دیر ہو گئی ہے۔" اور دیر تو واقعی ہو چکی تھی۔

☆☆☆

میری ہمارا خوب شان و شوکت سے روانہ ہوئی۔ میرے بہن، بھائیوں نے اپنے اپنے کام اور ان ہماری گھر کی اس آخر سے ہونے والی شادی پر نکال ڈالے تھے۔ بلاشبہ ان کی بھیتوں نے میری شادی کو یا گرا رہا تھا۔

زمان و مکان کی قید سے رہائی کی خاطر انجمنی۔ میں کچھ نہیں سوچتا چاہتا تھا اور سوچیں مجھ کو ایک کے بعد ایک مجھ پر حملہ آور تھیں۔ میرا رونا بدست چار ہا تھا۔ قریب تھا کہ میری بھیلیاں جڑوں میں تھریں ہو جاتی کہ ایک ہاتھ میرے کندھے پر آگے ٹھہر گیا اور میں نے نہ چاہے ہوئے بھی آنکھیں کھول دیں۔

☆☆☆

کیا زبردست رونق تھی، کتنی چہل پہل، رنگ و نور کا گویا سیلاب اٹھا پڑا تھا۔ میرا بھگنا جینو رہنا ہوا تھا۔ میرے بہن، بہن، بھائیوں کی خوشی ویدائی تھی۔ اس گھر میں شادیاں تو پہلے ہی تھیں گھر آج میری بیٹی۔ "میرا احمد کی شادی تھی۔ جس کی آس میں میری والدہ، بہن، بھائی جانے کب سے بیٹھے تھے اور میں اپنے والد کی وفات کے بعد اس گھر کا بڑا بیٹا ہونے کے ناتے گھر کا سمر پرست بن گیا اور اس سب میں اپنی شادی کا خیال بھی نہ آیا بس اپنے چھوٹے، بہن، بھائیوں کی فتنے داروں کو ہرا کر رہا۔

میری سوچوں کا سطر میری بپاری بہن مغربی کی آواز پر ختم ہوا۔ "بڑے بھیا آپ اپنی شادی ایک بار ہمکن کے دیکھ لیتے تو کھیلے ہو جانا۔" خوشی مغربی کے لیے جس کھنگ رہی تھی۔ "انہیں شادی داناں پہننے اتار دے میرے ہاڑو شل ہو گئے ہیں، آخر کی شادی داناں اٹھا کے لے آئے ہوتم لوگ۔" میں نے مصروفی سے اس کو گھورا۔ "اورے میاں اسی لیے تو کہتے تھے کہ وقت پر شادی کر لو کہ تم نے تو چھوٹے، چھوٹے بہن، بھائیوں کی شادیوں کے چرچیلے پال لیے اور خود کو داسے رہے۔ اب بھیتو۔" میری بات کا جواب مغربی کے بچاے اماں لی کی طرف سے آیا تھا۔

تو صاحب قصد تو یہ ہے کہ ہماری شادی تو اب بھی ممکن نہ ہوئی۔ اگر ہم مغربی سے چھوٹی مغربی کی شادی بناتے ہوئے کسی کے زیر نظر کشتار ہو جاتے۔

آنکھوں کا تارہ انمول فاطمہ.....

”تم یہ ہر دلت مٹی سے لڑائی کیوں کرتی رہتی ہو ایک خود تہ سے پورے دو سال بڑا ہے، اوپر سے تم دونوں اب چھوٹے بنے نہیں ہو جو تم دونوں ہم تمہاری مسلح کروا رہے ہیں۔“ یا فاطمہ بکری سینے کے ساتھ ان دونوں کی ٹوک جھوک سے محفوظ ہو رہی تھی۔ مٹی نے خرچ میں سے سیب نکالا اور بچن کے سلیب پر بیٹھ کر کھانے لگا۔

”یہیں اسے کھڑی آرتھین کیوں نہیں پڑتا
جس دیکھو وہ اسے کھڑے جانے ہو،“ اموں نے
بولے، بولے اس کے ہاتھ سے سیب کی جبین لایا۔
”افو.....“ انہیں مجھ سے مسئلہ کیا ہے خاتون،
دوسروں کا دوسروں پر کمر جیسا ہی حق ہوتا ہے،
کیوں آٹنی شلیک کہہ رہا ہوں ناں؟“ یاقوت نے
ملوکی آٹنیوں کی شرارت دیکھ کر اثبات میں ہراساں کیا۔
”کیسا ہاں، اس نے میری کام کو بھی مجھ سے
چھین لیا ہے، دوہی اس کا بی ساجھ دے رہی ہیں، اسی
لیے بیٹھ کر لگتا ہے؟“

مٹی ہمارے پردوں میں رہنے والے انگلیں
 صاحب کا بیٹا تھا ان کی مائیں اور ان کے والدین، وہ
 ہماری انمول کے ساتھ بیٹھنے سے پہلے تھا کہ چہلوں
 کی عمر میں وہ ڈھائی سال کا فرق تھا مگر بیٹھنے سے ایک
 ہی اسکول میں پڑھتے تھے اور کھیلنے سے لگن انمول اس
 سے بہت چلی تھی۔ مٹی کو ہمارے مختصر سے گھرانے کا
 سکون اچھا لگتا تھا اور وہ بیٹھنے سے جیسے ہمارے کمر کا
 خزانہ بن چکا تھا۔ انمول کو کچھ تھا کہ وہ اس کے لباس بابت
 کچھ بات نہیں کر سکتی تھی۔

یا قوت بر ملا مافی سے انصاف کا اظہار کرتی..... مگر
میں اپنے اظہار پر قہر کھتا کہ میری اُمول اداں نہ ہو۔
یا قوت! کچھ دنوں سے رہنے لگی تھی اکثر سر
میں درد کی شکایت کرنے لگی تو میں اس کو ڈاکٹر کے پاس

”یا قوت میں چاہتا ہوں کہ تمہیں اپنی بنجر زندگی سے الگ کروں۔ اپنے حصے کی عداوت بھی میں نے ننہاری جھولی میں ڈال دی ہے۔“

”آپ ایسا کیوں کر رہے ہیں۔“ وہ درگاہی ہوئی۔
 ”نہیں، میں خود غرض نہیں ہوں۔“ میں نے اس
 بات کاٹ دی۔ ”جب تم مکمل ہو اور اپنی اولاد
 باکسٹی ہو تو مجھے کوئی تم نہیں کہہ سکتے۔ میں
 ہوں۔ جو خوشیاں تمہارا حق ہیں، وہ تمہیں ملنی
 چاہئیں۔ اس لیے میں تمہیں حلاق....“ اس نے آگے
 ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ ”میرے منہ پر پتھر رکھ دیا۔“

”آپ کو میری قسم! آپ مجھ سے آئندہ ایک کوئی بات نہیں کریں گے۔ کوئی بھی روح جسم کے بنا جسم، روح کے بغیر رہا ہے۔ کوئی ایسا زندگی سے الگ نہیں تھا کہ جس دن آپ نے ایسا کیا اس دن میری زندگی کا آخری دن ہوگا۔“ وہ روتے، روتے میرے دل میں کھلے گئے۔ اس کے آنسو میرے گریبان کے ساتھ میرا دل بھی کھلا گئے۔

”جان! از میر جو تم کہو گی وہ ہوگا ہم کوئی بچہ کو
 لے لیں گے۔“
 ”ہاں، ہم بچہ کو دلیں گے، سکتے بے درو ہیں۔۔۔“

نہیں۔ اگر یہی خیالی میرے اندر ہو تو آپ نے
 پہچو دینے یا دوسری شادی کر لیتے۔ وہ سچ کہہ رہی
 تھی واقعی میں یہی بات تو کو دکھائیں وے سکا تھا۔
 بہن، بھائیوں کے بچے بڑے بھی تھے اور ان
 کے اندر اپنا بچہ دینے کی ہمت بھی نہیں تھی۔ جبکہ
 بات تو اکلوتی تھی۔

یوں ہم نے ایک ادارے سے بچہ کو دلینے کا فیصلہ کیا۔ کئے تو تھے ہم وہاں ایک نومولود بچہ لینے مگر وہاں ایک آٹھ سالہ بچی نے میری یاقوت کا اور میرا دل موہ لیا اور ہم اس کو اپنی بیٹی بنا کر گھر لے آئے اور وہ یوں.... بنی ہماری

☆☆☆

صنی مجھے کسی بچے کی طرح اپنے ساتھ لپٹائے گھر آیا۔ ”کہاں تھی وہ؟ بھاگ کر دروازہ کیوں نہیں کھولا اس نے؟“

”صفی کے بیچے اب اگر تمہاری یہ گیند ہمارے لان میں آئی تو میں یہی جیت تمہارے سر پر دے ماروں گی۔ جس سے تم کرکٹ کا شوق فرماتے ہو۔“ دونوں ہاتھ کسریہ رکھ کر وہ صفی کو کھاجانے والی نظروں سے گھور رہی تھی۔

”اودھ میڈم! پہلی بات تو یہ کہ صنفی کے بچوں کا ابھی دور، دور تک پتا نہیں۔ دوسرے تم یہ بلا مجھ سے چھین پاؤ گی تو مارو گی ناں.....“

جواب میں انمول نے اس کو منہ چڑایا اور کہنا لگا
 کر گیت دھم سے بند کر کے اندر بھاگ گئی۔ مفتی مسکرایا
 اور جیب سے دوسری گیند نکال کر ایک بار پھر محلے کے
 بچوں کے ساتھ کرکٹ کھیلنے لگا۔

”بہت بدتمیز ہے یہ صنفی کا.....“ انمول بچہ کہتے،
کہتے رک گئی۔ اندھا کردہ دھم سے صوفے پر گر گئی۔

”آج پھر کیا کر دیا صنفی کے بچے نے ہاری
اٹھ کر اس کے سر کا بوسہ لے کر اس کے فریب بیٹھ گئے۔
ماما نے مسکرا کر اس کو دیکھا اور بابا کو اشارہ کیا۔ بابا

شہزادی کے ساتھ۔“
 ”ارے بابا! میں نے بھی مٹھی کو یہی کہا تھا کہ... مگر
 وہ تو کہنے لگا کہ مٹھی کے بچوں کا ابھی دور، دور تک ہوتا
 نہیں۔“ بابا اور ماما اس کی بات پر بے ساختہ ہنس پڑے
 تو وہ کھسکا گئی۔

☆☆☆

یا قوت کے اصرار پر میں نے بہت سوچ بچار کی اور آخر دل پر چتر رکھ کر ایک فیصلہ کیا۔ اور دل کڑا کر کے اس کی طرف قدم بڑھائے، وہ جہن میں پشت کیے کام کر رہی تھی۔ ایک لمحے کے لیے اپنی محنت کے لیے دل خود غرض ہو گا میں نے خود رقا بھو

☆☆☆

اس وقت بھی میں اپنے کمرے میں بیٹھا اس بات کا اعلیٰ سوچ رہا تھا کہ پروین نے مجھے پیغام دیا۔

”ہو سکتا ہے بھیا کہ جو بات ہم آپ سے کرنے
ارہے ہیں وہ آپ کو نامناسب لگے۔“ یہ کہہ کر وہ
بگنی گوتیس نے بے تابی سے اس کو گھمایا۔

”عقربے تم تمہید میں نہ پڑو اگر اللہ تعالیٰ نے
فروری 2018ء

دو تہیلی گفتاوقت میں نے سوئے میں کراہہ مکیں
الافراخیک فیلسفہ پنج کرمی کے کھرکی طرف قدم بڑھا
یہ اے اور اب میں اور انتہر صاحب آئے سائے بیٹھے
تھے۔ اور میں مجبوری اور یہ کسی کی اجتناب تھا کہ انظر
صاحب کو تمام حالات سے آگاہ کر کے مٹی اور اصول
کے کلچر پر مر ضامنہ کر رہا تھا۔ مٹی کے والد نے جواب
دینے کے لیے شام تک کا وقت مانگا۔ میں مطمئن ہو کر
لڑ گیا۔

”دیکھئے وزیرِ مباحث، ملی میرا سب سے چھوٹا ہے اور اچھی تو اس کے بڑے بہن، بھائی بھی شادی ہو چکے ہیں..... مگر میری بیگم کو کبھی کبچہ سختی نکالتا ہوں وہ نہیں جانتیں کہ انمول کو وہ اپنے گھر کی بہن نہیں آپ کو اپنی اولاد نہیں ہے، جانتے کس کا اور کس کے ماں کا خون ہے۔“ وہ شاید پھر اور بھی کہتے لیکن مجھ سے کہیں نہ جاتا تھا۔

میں نے اور میرے بہن، بھائیوں نے بہت شش کی کہ اس کی شادی کا سلسلہ کہیں خاندان میں نہ قطع کرے یہاں ایک بیگم انظر نہیں... یہ پورا معاشرہ ہی جیسی سوچوں پر عمل رہا تھا۔ خیتوں کے

وقت کا کام ہے گزرتا اور زندہ لوگوں کو نہ چاہے ہوئے بھی زندگی کے معمولات میں شامل ہونا پڑتا ہے۔ آہستہ، آہستہ اُمول نے میرے تمام کام اپنے ذمے لے لیے۔ اُمول، یا قوت کے کردار میں ڈھلنے لگی۔

زندگی معمول کی طرف آگئی تھی کہ ایک بار پھر
 ہماری زندگی میں ایک ناخوشخبر چال آگیا۔
 ”بڑے بھیا۔۔۔ اب ہم لوگوں کو تو اپنے
 گھروں میں لوٹنا ہے، اب آپ بتائیے کہ اصول کیا کیا کرنا
 ہے؟“ مقرر نے سوالیہ انداز میں میری جانب دیکھا۔

”کیا مطلب اصول کا کیا کرتا ہے، یہ کس قسم کا سوال کیا تم نے عرفی؟“ میں نے عرفی سے حیرانی بھرے لہجے میں پوچھا۔

”بھائی آپ کا اور اصول کا خون کا شہتہ تو ہے
نہیں۔۔۔۔۔ یاقوت بھائی اس دنیا سے رخصت ہو چکی
ہیں، ہمارے قوس پنجے شادی شدہ ہیں اور مناسب
ہو گا کہ اصول کی شادی سادگی سے کر دی جائے
کیونکہ اب وہ آپ کے لیے ناختم ہے آپ اور وہ اب
کلیے گھر میں کیسے رہ سکتے ہیں۔“ فرخ بھائی کی باتیں
نہیں ٹخنے تھے جو سید حامد سے دل میں اتر گئے۔

”لاحول ولاقوة..... ایہ تم سب کو کیا ہو گیا ہے۔“

دونوں میں سے کسی کو کھونے والی ہیں.....“ یہ کہہ کر
میں نے غور سے اس کی جانب دیکھا وہ ضبط کر رہی
تھی اور اس کوشش میں اس کی آنکھیں لال انگارہ
ہو رہی تھیں۔

”ہا ہا کی جان ہم سب کو ایک دن اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے اور تمہاری ماما اللہ کی بہت عبادت گزار ہیں ماما، اللہ نے ان کو ہم سے پہلے جہنم لیا ہے۔“ شاید میں بولے ہوئے خود ہی رو پڑا تھا۔ میری توقع کے برعکس انہوں نے خود پر قابو پا کر میرے آنسو صاف کیے۔

”ہم ماما کا چھوٹا علاج کروائیں گے، ماما کو کچھ نہیں ہوگا، میں ماما سے زیادہ عبادت کروں گی تاکہ وہ مجھے جلدی جن لے کر ماما...“ اب وہ ہچکیاں لے کر رونے لگی۔

لیکن ہماری دعاؤں میں کچھ کی بھی۔ خطاؤں کی
مرازا اللہ ہی کی کوئی معصیت کہ یا قوت نے ہمیں مہلت
نہ دی اور اس دن وہ مجھے اور امول کو کھٹا چھوڑ کر اس دنیا
سے رخصت ہو گئی۔ یا شاید اس نے امول کی یہ بات
سن لی کہ کہیں امول جلدی نہ جنم لی جائے۔

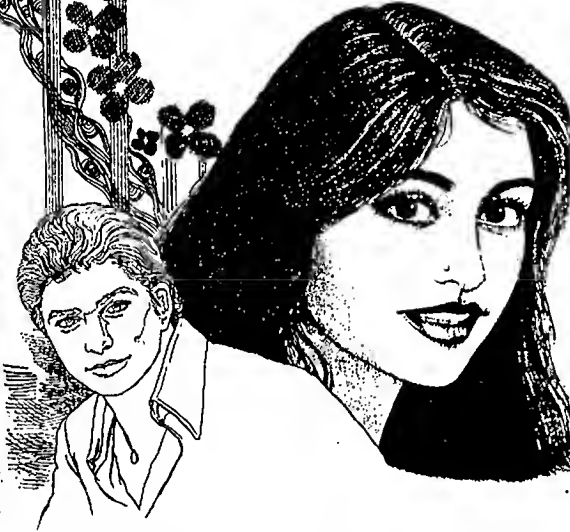
☆☆☆☆

”صاحبِ جماعت! میں کھانے کی ٹرے بہت دفعہ
امول بی بی کے کمرے میں لے کر جا چکی ہوں مگر کھانا
جوں کا توں پڑا رہتا ہے۔“ پروین ہماری ملازمہ نے
مجھے بتایا۔

”چچا تم جاؤ اور کھانا مجھے دو میں دیکھتا ہوں۔“ میں نے شکل اٹھ پایا۔ یاقوت کے کم میں، میں اموں کو فروغی کر بیٹھا تھا۔ اس کے کمرے کے دروازے پر دستک دے کر میں اندر داخل ہوا۔ وہ کھٹکھٹوں میں منہ چھپانے لگی تھی۔ میں نے فرسے نیل پر بھی اور اس کے سر پر چھپا کر ساتھ بیٹھا۔ اس نے اٹھ کر تھوڑا سا کھانا کھا لیا اور کھانا کھا کر سوئی ہوئی سرخ آنکھوں میں دھست کھی وہ خالی، خالی نظروں سے مجھ دیکھنے لگی۔

محبت میری جنت ہے

وریا مسکان



ہاڑی کے رنگ دیکھ کر ایسا لگا جیسے آسمان کو کسی نے زبردستی چھایا ہے۔ قریب ہی صبر چل تھا جہاں پہ آتش ہاڑی ہوئی تھی۔ جلد ہی میں بور ہو کر وہاں سے آگئی۔ میں چڑوں سے جلد ہی پور ہو جاتی مگر خسرو کو اس ایک قسمی طمس سے آزاد نہیں کر پاری تھی۔ ایسا لگتا جیسے اس شخص نے مجھ کو چادر کھدوایا ہے۔ حالانکہ میں نے اسے صرف ایک دفعہ دیکھا تھا، ایک ہی دفعہ

رات میں اور کبھی صبح ٹھنڈی گھاس پر چٹا میرا پسندیدہ مشغلہ تھا۔ ایسا بھی نہیں ہوتا کہ میں لاش میں آئی اور پتھر جوتوں کے گھاس پر نہ چل رہی ہوتی۔ ٹھنڈی اور نرم گھاس پر چٹانا مجھے کسی تھماتیں اور خوشی کا احساس دلاتا۔ ایسا سکون مجھے کہ نرم کالین پر بیٹنے سے بھی نہیں ملتا۔ کبھی کبھار تو یوں ہوتا کہ مجھے آتش

نے تھک کر آنکھیں موند لیں۔

قہری لڑکیاں ہیں جو اسے دن اپنا مل جل جیسا کہ وہ دیکھتا رہا، وہ بیکار تھا۔ کبھی فطرہ کرتا تو کبھی قسطی پر ناراض ہوتا۔ ہا۔۔۔ یعنی تم جو میرے انڈوں سے بھی اپنے لنگے..... میں نے جب ہسپتال میں اپنا کور کئے سے اٹکا کر دیا اس وقت تم نے قسطی مجھے اٹکیا نہ چھوڑا۔ تم نے بڑھ کر مجھے سنبھالا۔

کتنے جھوٹ بولے قسطی تم نے مجھے زندہ رکھنے کے لیے۔ کاش ایک بول دیتے۔ بتا دیتے کہ جس مل سے انمول کے بابا کو ہسپتال پہنچایا ہے۔ ہوش سے بچ کر دیا۔ اس مل کو انمول کی سماعت سے تو اپنے اندر گولیاں گرنے لگیں اس کردہ مل کے بوجھ پر برداشت نہ کر سکا اور اس نے دھڑکنے سے اٹکا کر دیا..... اور لڑکیاں تم میرے لیے ماعرم ہونے کی اتنی بڑی سزا جی تھی ہو کہ مجھے اپنے جنازے سے نکندہ حاکمی نہ دینے دیا۔ آخری دربار سے بھی محروم کر دیا اس ماعرم کو، میری لڑکیاں تمہاری لحد کے پاس بیٹھا ہوں۔ قسطی کو، رہا کہ میں نے انمول کی قبر کی مٹی کو بھی ہاتھ نہیں لگایا۔

اور اب رات ہونے کو ہے اور میں انمول کو کیلا چھوڑ کر وہاں جا رہا ہوں۔ اندھیرا..... بڑھ رہا ہے اور یہاں میں دوں دہم ماعرم ہیں نانی مانی اب واقعی مجھے گھر چلے جانا چاہیے۔

قسطی مجھے گھر لے آیا ہے، مل بتانے والے رخصت ہو چکے ہیں مجھے لگ رہا تھا کہ میرے غل جانے پر ہمیشہ کی طرح میری انمول وردادہ کو مل دے گی اور میرے غلے میں بھول جانے کی مگر میری بیٹی تو منوں مٹی تلے چلے گی میرے سامنے کامل نکال کر اپنی ماں کے پاس اپنی عزم کے پاس۔

میری اچھا ہے ان لوگوں سے جن کو اللہ نے صاحب بالا دلائیں کیا تو اس کی معلومت پہ میر کر یاں اپنے خون کے رشتوں میں سے بچ کر گولیں۔ دور نہ یہ ہو کہ ایک دن میری عمر وہی عمر مگر رات کو تھیں۔

میری انمول کے لیے کوئی مل نکال رہا ہے تو اس سے بڑی خوش کیا ہوگی میرے لیے۔“ لیکن..... مجھے کیا معلوم تھا کہ ان کا بتایا ہوا مل دراصل مل نہ تھا۔ رشتوں کی حسرت کا قفل تھا جو مجھے ذلت کی ایسی پستیوں میں دھکیلے جا رہا تھا۔ جہاں سے مجھے کسی بھی سبب سے میرے بہن، بھائی انمول کو اپنے گھروں میں نہیں رکھ سکتے تھے کیونکہ وہ کسی تو اس سناشرے کی گندی سوچ کا ہی حصہ تھے وہ مجھے کیسا جاں مسل مل بتانے جا رہے تھے کیا کوئی جانا چاہے گا وہ مل کیا تھا۔

وہ مل یہ تھا کہ ان کی دھوکہ کی پالی..... بابا کی جان..... باپ، بیٹی کے خوب صورت رشتے کو کتنے آرام سے ان لوگوں نے بددیت شکل دے دی ہے کہہ کر.....“ آپ انمول سے وعدہ کر لیں۔“

میری آنکھوں کے آگے اندھیرا چھانے لگا۔ اس اندھیرے میں ایک ڈوبتا اجرتا، چہرہ دیکھنے پر دھکا تو وہ انمول کی پھر تار کی تھکے چاروں طرف سے گھر لیا۔ جب مجھے ہوش آیا تو قہری دیر کو مجھے لگا کہ میں مریچکا ہوں لیکن نہیں شاید ابھی سزا کامل جاری تھا۔

میری آنکھیں روشنی سے ناخوش ہوئیں تو میں ہسپتال میں تھا اور مادہ میرے پاس گولیاں تھا۔ میرا ذہن آہستہ آہستہ تار کی طرف آگیا تھا۔ آنکھوں کی دھندلاہٹ ختم ہوتے ہی مادہ میری طرف بھاگا۔ تب تک میرے دماغ میں انمول سے وعدہ کر لیں کی تکرار شروع ہو چکی تھی۔ میں نے حامد کو کدو رہا قہوں سے پرے دھکیلا، میری آنکھیں تلاش کر رہی تھیں اس کو جو بابا کے سر میں ڈرا سا وردہ ہونے پر پوری، پوری رات بابا کے سر ہانے گزار دیتی۔ جو بابا کے کنارہ جانیے پر کھانا پینا چھوڑ کر سمجھو دو جانی۔ دردہ رو کر ہانازا لگی کر دیتی۔ مگر آج جب اس کے بابا اس حال میں تھے۔ وہ کہاں کی۔ یہاں میرے پاس کیوں نہیں تھی۔

”کہاں ہو بابا کی جان..... ہم یہاں سے بہت دور چلے جائیں گے۔ جہاں کو آپ کو آپ کو ماعرم نہ کہے گا“ نہ جانے گا۔ ہم باپ، بیٹی اپنی دہانہ نہیں کے۔“ میں

وہ میری چھائی کو خدایک سمجھ کر ہنس دی..... کستی
 انفسوں کی بات ہے، ہاں کہ ہمارے اپنوں کو ہمارے کسی بھی
 ہاتھوں پر بھروسہ ہی نہیں ہوتا اور اگر مجھ کو بات کوئی اور آ
 کر کہے تو اس کو مان لینے میں اس وقت تک بھی نہیں لگاتے
 پھر چاہے بات کرنے والا ہمارا سب سے بڑا دشمن ہی
 کیوں نہ ہو۔

اس دن تو میرجیا ز میرے ہاتھوں سے کل گیا تھا
مگر اس کی جاہت روز بروز میرے دل میں اپنی چیزیں
مضبوط کر رہی تھی..... ایسے ہی ابو کے دوست یعنی
میرے ہونے والے سسر، ابو، امی سے میری اور احتشام
کی شادی کی تاریخ طے ہو گئی تھی۔ اب میرے دوست
اور اس کے گھر والے آج روزگار کے سحر میں

ہوتے۔ احتشام سے میری دلی بات سنی نہیں تھی۔ دو مہینے بیکار والوں نے رشتے کیا تھا۔ بظاہر احتشام میں کوئی برائی نہیں تھی، اچھی تعلیم، اچھے چاب سپ کہہ تھا اس کے پاس۔ اس لیے میں نے کوئی اعتراض نہیں کیا... مگر وہ ابھی تک میرے دل میں جکڑ نہیں پاتا پایا

ہر بات پر ضد کر بیٹھا اور اپنی ہر خواہش کو زبردستی پوری کر دیتا اور کرواتا۔ اکثر ہم دونوں کی بحث ہو جاتی مگر اب جبراً ایاز سے ملنے کے بعد میں احتشام سے بحث کم ہی کرتی۔ آج بھی احتشام ٹیٹ نائٹ ڈیز پر جانے کی بات کر رہا تھا جسے منع کرنے پر وہ ایک دم سے چلا اٹھا۔

مواث..... تم میری سبکدوشی کو اور بہت جلد
ری شادی ہونے والی ہے، ایسے میں اگر تم میرے
تھوڑے ذریعہ جاؤ گی تو کوئی قیامت آئے گی۔“ اس
شاہی مہرشی چلانے کا عادی تھا مگر ساری دنیا کو تو ہم
سرسختی سے نہیں چلا سکتے ہیں!
”جیسے سبکدوشی ہوگا مگر مجھے مسئلہ ہے..... تم مرد

جو چاہے کر دلو کی چٹھ نہیں کہے کا مگر عورت ایک سفید
در کی طرح ہوتی ہے جس پر اگر ایک دفعہ وارغ لگ

☆☆☆

"ہاں جاؤں گی..... عربیہ کی شادی کے لیے ابھی تک کوئی شاہک نہیں کی۔۔۔ مانے آج کا پروگرام بنایا ہے شاہک کا۔" میں نے اپنی خالہ زاد سزن آیت کو غراب دیا جو میرے بیٹھروں میں بیڑے کے ساتھ ہی نیچے کارپنڈ پر ٹبھی چس کے ساتھ انصاف کر رہی تھی۔

”کب جاؤ گے تم لوگ۔“ آیت نے چپس کے ساتھ کولڈ ڈرنک کا گھونٹ لیتے ہوئے پوچھا۔

”شام تک۔“ میں ٹیپ ٹاپ بند کر کے اس کے
 ماتھے کا پیٹ پری بیٹھ گئی۔
 ”ابھی چلوں، میں بھی چلتی ہوں۔“ آیت نے
 تھوڑے تھوڑے جواز پیش کی۔

”او کے آجادی۔ چلو ماکھوتاتے ہیں۔“ میں اس
 کے کولڈریک کا آخری کھونٹ لیتے ہی اسٹارٹ کھڑی ہوئی۔
 اس دن ماسے اجازت لے کر ہم شاپنگ کے
 سٹی سینٹر میں کافی گھبراہٹ مچائی، ہم نے اپنی
 غلطی جیسے ہی لیں اور کچھ کھانے کی غرض سے فوڈ کور
 فوڈ پورے ہو گئے۔ فوڈ کور کا ماحول ماحول کے

میری طرف سامنے پر فہم کی دکان سے نکلتے ہوئے
میری فحش پر پڑی۔ اب آپ نے انعام دلا گیا ہوگا کہ
میں فحش کوں ہوگا..... میں ہی فحش میری زندگی، میری
ہمت، سحر، اقامت، اسے دیکھ کر میرے ہوش کھوجانے
پہے تھے کہ اس وقت میرے ہوش کھونے کے بجائے
..... کہ کون مجھ کو کھونے لگا ہے؟

”کہاں جا رہی ہو ماریہ؟“ پیچھے سے آیت کی آواز
 کی دی۔

”آرئی ہوں بس دو منٹ۔“ میں نے ایک لمبا پی
کون دوکھا کر کہا پھر جب ٹپٹی تو میجر ایاز میری نظروں
میں اوجھل تھا۔ میں نے ادھر ادھر اسے دیکھا مگر وہ کہیں
نہ تھا۔ مجبوراً دل میں کبک لے لیے میں آیت کے ساتھ
ایراکلی نوکھر کھر داپس آگئی۔ اس نے بار بار جھکا

ہر جگہ اسے ڈھونڈ اس کے آفس میں کوئی اور تھا اور کسی کو
 اس کے بارے میں علم نہ تھا۔

”اے کھونے کی باتیں مت کرو تھو۔۔۔۔۔ میں سے کھونے کا قصور بھی نہیں کر سکتی۔۔۔۔۔“ وہ غصے میں دل کی دھڑکن کی طرح ہے، اس کا جہا ہوتا میرے دل سے دھڑکن کا جہا ہوتا ہے۔“ میں نے عیاہ کو جواب دیا۔ اور پھر گود میں بیٹھ کر اسے کرنے کے بعد فون بند کر دیا۔

میں ایذا پہننے کے وقت فارم لکھنے میں غصہ نہ میری روکی۔۔۔۔۔۔ باتوں کے دوران چپا چکر کھاتے بھی میری ہی کاغذ ساتھ لایا یا چاکا کر کے اس طرح کاغذ شروع کرتے تھے۔ پہلے ہی ہماری دوستی ہوگئی۔ میرے ابو آری میں تھے اور اورنگ آباد کے بھو مال علی میں آری سے رہنا شروع کیا۔

میں اپنے گھر کی سب سے بڑی بیٹی ماریہ ارشد
..... اور میرے بعد دو بھائی الماس اور راس تھے۔ الماس
یڈیکل کالج اسٹوڈنٹ تھا جبکہ راس انٹرمیڈیٹ کا۔
میں اس وقت بی۔ اے کے چیمبرز دینے کے بعد

دراں تھی۔ ایسے میں ابو کی ضرورت کی بنا پر ہمارے
 ہونے موئے کام بھی میں بننا لیتی۔۔۔ ایسے ہی ابو کی
 دانتوں کی کے لیے میں ایک دفعہ اسپتال گئی۔ مجھے معلوم
 ہوا کہ وہ اب زندہ نہیں رہا۔

اس دن ریپسٹ نے مجھے ہجڑا اکثر ایازا کی طرف بھیجا..... چلی نظر میں وہ مجھے کسی معصوم بچے کی طرح لگا..... ایک ایسا معصوم بچہ جسے دیکھ کر اس کے گال ہونے کو دل کرے..... ہجڑا اکثر ایازا اتنا خوب صورت راتا جوان تھا کہ مجھے (۱۹) نہیں کہہ دوں میرے عمر کے

فائز ہوگا..... میرے سارے لفظ اس کی خوب صورتی
 و مصحفیت کے سامنے کم پڑ رہے تھے..... اسے دیکھ کر
 ہانپا لگتا جیسے کسی جہان کا شہزادہ ہے وہ..... اس وقت میں
 اُس سے اپنا کام پنا کر..... باہر نکلتا آیا، مجھے معلوم نہیں

حالات ہوئی گی پھر بھی تو ہمیں ایک لمحے کے لیے بھی
 میرے دل سے ٹھنک نہیں ہوتا۔ کورے کا ٹھنڈا پر نہ جانے
 میں نے کتنی تصویریں بنا ڈالیں..... اس کے لیے کتنی
 دعا کیں کی کرو، مجھے ایک دفعہ مل جائے..... میں اسے
 دوبارہ سے دیکھوں تو..... تمہیں جانے نہیں دوں..... اس
 سے بات کروں..... اپنا ذکر کروں، اس کا چہرہ.....
 میں اسے جانوں کہ کس طرح اس کی ذکر کرتے تھے محو
 کر رکھا ہے۔ اس کا انداز اُداس تھا جس کی اس کی
 خوشبو مجھ اب بھی اسے اس پاں محسوس ہوتی ہے.....
 دور ہو کر بھی کتنا اس پر..... سوچتی رہتی.....

"الف۔ ف۔ ف۔ ایسی کیا غلط بات ہے
اس شخص میں۔ میں کیوں خود کو اس شخص کے خیال سے
آزاد نہیں کر پا رہی ہوں جس کا مجھے مکمل نام تک معلوم
نہیں۔" میں نے خود کو تسکین دی۔

میں مارے بارشہ۔ لوگ جس کی تعریفوں کے ٹل
باعضہ نہیں تھکتے اس کے دل پر۔ سحر ایاز نے قبضہ کر لیا
..... مگر کیسے؟

”سجھ لیا زکون ہو کم؟ کہیں ہو کم؟ پلینز بھٹل جاوا اسے اللہ دھن دھن سے میرے نام کر دے..... اسے میری قسمت بنا دے..... کہیں اسے شام خرمیوں کا کاتھنکار کر دوں..... اس کے سارے کام کر دوں۔“

لیوں پر سگان چھانے میں کلمی انھوں میں خراب سجاری تھی کہ ایک موہاں کی کتلہ بیٹے پر جس کی طرف متوجہ ہوئی اسکرین پر میری رازدار دوست متایہ کا نام چمک رہا تھا۔

”کہاں عجب صمیم؟ کہیں اب بھی اپنے اس عزیز از جاں - بھر کی یادوں اور خوابوں میں تو مصروف نہیں۔“ فون اٹھاتے ہی اس کی چھپالی آواز میرے کانوں میں بڑی۔

”جہیں یقین ہے کہ وہ اب بھی جہیں ملے گا
حالانکہ ہم دونوں نے ملٹری اسپتال جا کر اسے کتنا ڈھونڈا
..... ہر کسی سے پوچھا مگر ہمیں کوئی فائدہ نہیں ہوا۔“ اس
نے کچھ دنوں پہلے کہا تھا۔ اب وہ لڑنے کے کوشش کر رہا تھا۔

مست کرد..... داریے اسے ساتھ لیٹ نائٹ ڈر پر جانے سے انکار کیا تھا، اس لیے احتشام کے کلاخ کے وقت یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ اگر داریے کی ایک خواہش پوری نہیں کر سکتی تو اس کے ساتھ ہائی زندگی کیسے گزارے گی۔“

”عنا یہ کیا.....“ اس سے پہلے کہ میں مزید کچھ کہتا دیتا تھا وہ کہنے لگی ہوئی۔
”بھئیے سمجھ ریا..... جائز اور ناجائز خواہش پوری کرنے میں فرق ہوتا ہے..... داریہ کتنے سے بولی احتشام کے ساتھ لیٹ نائٹ ڈر پر..... احتشام اس کا عزم تو نہیں تھا، وہ تو صرف اس کا ہونے والا تو تھا..... اب تم فیصلہ کر سمجھ ریا..... کیا تمہیں تمہاری محبت چاہیے یا.....“

اسی وقت مجھے قدرت نے ایک موقع عطا کیا تھا میری محبت، میری جاہت ملے کا سوئچ..... ہاں خدا ہی تو ہمیں مواقع عطا کرتا ہے اگر ہم مہر کے ساتھ انتظار کریں، اپنے خائن لہائی کی رقت کا..... میں تیزی سے گھر کی طرف گیا، ایک بکڑے سے بچے کے اور وقت ضائع کیے بغیر عاید کے دیے گئے ایئرلس پر پہنچا، جیسے ہی میں گاڑی سے اتر اٹھا اس نے دیکھا کہ ہر طرف روشنی اور تقوٰل کا راج ہے، داریہ ارشد کا گھر ارشد اور دشمن اور طرح طرح کا تھا..... گھر کے اندر ایک اداس اور پرانی برک رہی تھی..... عنا میں گیٹ پر میرا انتظار کر رہی تھی..... میں سفید کرتے اور چوڑی دار پاچارہ میں گلیں سے بھی دھلے گائے تھے۔

عنا مجھے داریہ کے والد ارشد عظیم صاحب کے پاس لے گئی اس وقت ارشد عظیم ایک کھٹے ہوئے اور ہارے ہوئے باپ نظر آئے جن کے چہرے سے جڑ سے جانے لگا تھا..... میں نے ان کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کہا۔
”کیا آپ مجھے اپنی بیٹی کے لائق سمجھتے ہیں؟“ خدا نے جوموٹ (دے دیا ہے تو کیا آپ اپنی بیٹی کا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے کر میری زندگی مکمل کریں گے۔“
ارشد صاحب نے میرے جڑ سے ہونے کا ہاتھ قائم

کے ساتھ یہ معلومات اسی نے دی ہوگی..... میرے اس طرح کے کہنے پر کرب کا کاک سایہ اس کے خوب صورت چہرے پر پڑا جبکہ اس کی فریڈ کے ایمشن میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔ جب اس کی فریڈ میرے ہاتھ سے میرا کارڈ پکڑ رہی تھی تو اس نے ٹوکنا چاہا کہ شاید اس کی دوست نے آج بھی حیران کرنے کا تہیہ کر لیا تھا۔ وہ وہاں سے چلی گئی البتہ کارڈ پکڑنے سے اس کی تکلی وہیں کھڑی رہی اور جو کچھ اس نے کہا اس کا تو میں نے بھی خواب میں ہی نہیں سنا تھا۔

”اب تکلی بات یہ ہے کہ..... میری بیماری تکلی داریہ ارشد کو تم سے محبت ہو گئی ہے..... اس کے خرابوں میں تم اس طرح ہوئے ہو کہ ایک منٹ بھی تمہیں اپنے ذہن سے خود نہیں کر پاتی..... کیا تمہاری آنٹی ڈیٹنگز بنیں گے تو نہیں کریں.....“ اس سے پہلے کہ اس کی تکلی اپنی بات مکمل کر لے، وہ سرخ چہرہ لے لے ہاں سے تیزی سے چلی گئی..... جی ہاں وہ عنا کے کچھوڑ کا چالاک تھی..... پھر مجھے یہ عنا یہ کوہر ڈراپ کا پڑا۔ عنا نے مجھے داریہ کے ہارے میں سب سمجھواتے میں بتایا، اس کا بچپن، اس کا کالج اور اس کے سمیٹر احتشام کے بارے میں بھی مجھے ایک کاف ز داریہ سے ملنے کی خوشی میں تو ساتھ ساتھ اسے کھونٹے کا دکھا بھی۔

پھر ایک دن عنا کا سنج آج کا داریہ کی شادی کی تاریخ ملے ہوئی ہے، اس دن پہلی مرتبہ میں خوب رویا تھا۔ اسے عجیب خواب نے اس کے بعد کھونٹے کا دکھ بھگت زیادہ ہی بڑا ہوا ہے۔
اس دن خدا سے میں نے بہت دعا مانگی تھی..... بہت کھوکھے کیے گئے تھے شاید خدا کے فیصلوں کی صحت کمال سمجھ میں آئی ہے۔

☆☆☆

”واٹ!“ میں حیرت سے چلتا ہوا اور کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس وقت میری نائٹ ڈر بلیٹی تھی۔
”جی ہاں سمجھ ریا..... فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے..... قدرت نے تمہیں ایک موقع دیا ہے، اسے ضائع

وہ تمہیں کبہ کہہ کر جانے کے لیے مڑی..... دل کبہ پر تھا کہ اسے روک کر دھانسنے لگا کہ کسی حق سے روک کر دے میں اسے جانے دے دینا چاہتا تھا کہ مرض کے آگے بھجور تھا اگر اسے روکنا تو لوگ کہنے کو سبیر ایاز و صفت اسے چھوٹ پر نظر رکھتے تھے۔ ہم فوجیوں کے لیے لونی پہلے اور زندگی میں ہی آئی ہے۔

میں انکو آدھیں بند کرنا تو مجھے اس کا خوب صورت چہرہ نظر آتا..... اس کو پانے کی خواہش ہے سائنس دان میں ابھری اور میری زبان پر دعائے نکات جاری ہو جاتے۔
”گرب کاٹی کر مے کدہ میں ملی تو قسمت اور نصیب کا مکمل سمجھ کر اسے بھول جانا یا مگر جیڑیہ میں ہوتے ہیں وہ جدا کہاں ہوتے ہیں..... آؤں ملنا ہوتا ہے ہر حال میں..... ہر صورت..... اسے کوئی تم سے الگ نہیں کر سکتا..... مجھے خدا نے ہمارے لیے بنایا ہوا خدا کے بندے اسے ہم سے الگ کیسے کر سکتے ہیں..... وہ بھی سمجھتی..... میری شہریت تو ملی ہو گئی۔“

ایک بہت ہی خوب صورت شام میں فارم کو سٹے کر اٹس کریم ہار گیا تھا۔ ہاڈول اور غنڈی ہوائے ماحول کو غنڈہ گار بنایا تھا۔ ایسے میں جب خوب صورت غنڈی ہوا کی لہریں بوسے پھرتے تھے چہرے سے گرا تھا تو ہر سو کی ایک خوب صورت گھٹیل جاتی۔ میری پوری توجہ داریہ کو اٹس کریم کھانے پر مرکوز تھی ایسے میں چاہک دو لڑکیاں آ کر میرے سامنے کھڑی ہوئیں۔ اس میں سے ایک کو میں اس کی طرح سے پہچان تھا..... اسے بھلا میں کیسے بھول سکتا تھا۔ گرنے جانے کیوں میں خود کو انجان ظاہر کرنے لگا جیسے میں نے اسے پہلے کیا تھا۔ میں نے دیکھ دیا کہ وہ نہ ہو۔

”ہیلو سمجھ ریا..... کیا میں آپ کا فون نمبر لے سکتی ہوں۔“ اس کی دوست نے بغیر کسی تہیہ کے کہا۔ میں اس کے اس روئیے پر حیران ہوا کہ شاید اس کی عادت ہی تھی ہوگی جبکہ وہ بائیں خاصوش کھڑی ہو گئی کی شاید اسے بھی اپنی تکلی کے اس طرح کے اقدام کی توقع نہیں ہوگی۔
”آپ کو میرا نام کیسے معلوم ہے؟“ میں جان بوجھ کر انہی بن گیا تھا۔ مجھے ابھی طرح سے اعتراف تھا

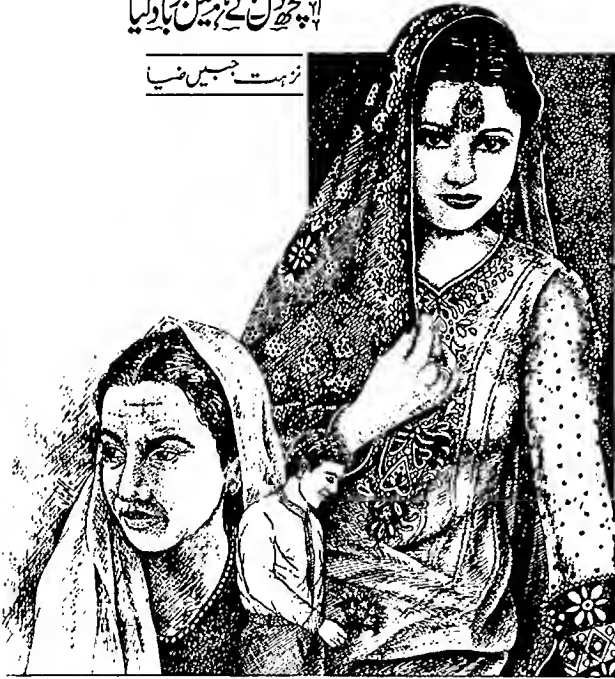
نہیں تھا جلد میں اس جاتا..... میرا حلقہ احباب اگر زیادہ وسیع نہیں..... تو زیادہ تنگ بھی نہیں..... بہت سے لوگوں سے ملاقات ہوئی..... پرنسٹن ان پرنسٹن..... والدین نے بھی شادی کے نام پر لڑکیوں کی اچھی خاصی فراہم دیکھ لی اور مجھے بھی دکھادی۔ میں ناراض ہی ہوں گا کیونکہ بغیر لڑکیوں کے احساسات کی پروا لڑکیاں ناراض کئے لیے پیش کی جاتی ہیں اور میں اسے سے کی میں کوئی کالی نکال کر اسے رنجش کر دیتے..... خیر وہ بھی تنگ کر دایاں امر کا بچے گئے۔

میں، میں خود کو بے قصور ہی کہوں گا کیونکہ مجھے ایسی لڑکی ملی تھی جس کی جڑ انگوٹھ میں رہے..... جس کا چہرہ اور خواب ہمیشہ میری آنکھوں میں رہے..... وہ عورت مجھ سے محبت کے ساتھ ساتھ میرے خرم بھائی کی بیٹی فارم کو بھی شفقت کا سیر محبت سے گواڑے۔ معمول کی طرح اس دن بھی میں ڈیوٹی پر تھا۔ سچ سے مریدوں کو چپکے کر کے، کر کے ملان کی ہوسنی میں نے سوجا تھا کہ اس آخری سر میں کو کیسے کے بعد ہر ایک لوں گا (مجھے ایک معلوم تھا کہ وہ میری زندگی پر ہر ایک لگا دے گی)

جی ہاں آپ ٹھیک کہتے..... میری اگلی مرض ایک لڑکی تھی جسے دیکھ کر میں ”خوب صورت اور بھول بھالی لڑکی“ کا خطاب دیتے پر مجبور ہو گیا تھا۔ میں نے اپنی توجہ اور دھیان اس کی طرف سے ہٹانے کی کوشش کی اور بہت قلیل کے بعد کامیاب ہو گیا۔
اس کی آنکھوں میں ایک خوب صورت سی چمکی تھی کبھار میری نظریں اس کے چہرے کا طواف کرتیں..... اس کو میں اسے خود کو دیکھتے ہوئے پکڑ لیتا جیسے ہی میری نظریں اس سے گرا تیں، وہ اپنی نظریں جھکا لیتی۔ اسے سامنے نہیں ہوتی لڑکی مجھے خوب صورت ہونے کے ساتھ ساتھ معصوم اور عظیم بھی نظر آتی تھی ہاگل اس لڑکی میں جیسے اپنی زندگی میں چاہیے کہ وہ اپنے والد کی دوا میں لینے آئی تھی۔
میں نے اسے اس کی مظلوم دایاں لکھ کر دی تو

ایک چھوٹی آنے زمین میں بارگیا

زہرا حسین صبی



صورت چہرہ میری نگاہوں میں گھوم گیا..... میں نے سوچ رکھا تھا کہ اس بار جاتے ہی اہل کو اہل کے بارے میں بتا دوں گا اور..... اس بار کے جملہ حق اپنے تائید کو اہل کو..... اسلام آباد میں آئے ہی اس موڈ خود بخود غور ہو گیا..... میں وہاں پر سگرت تھانے اپنا مختصر سا سامان اٹھا

میں آج بہت خوش تھا۔ میں چشموں پر مگر جانے والا تھا۔ سویرے کہا تھا کہ اس نے اس بار میری شادی کا کاپا ہوا دے کر لیا ہے اور اس سلیسے میں لڑکی کو دیکھنے کا سلسلہ بھی شروع کر دیا ہے۔ سویرا کی بات پر میں آپ ہی آپ مسکرا رہی۔ شادی کے تصور کے ساتھ ہی اس بار کا خوب

کر بھی گئے۔ لگا لگا رہا ہے۔ نے نہ جانے انہیں کیا کہا تھا۔ راس اور الماس مجھے نکاح کے لیے ملے۔ سچے سچے کرے میں لے گئے جو شاہی انہوں نے نکاح کے لیے ملے۔ سچا تھا اور شاہی دیکھیں جو کسی کو معلوم نہیں ہو سکا کہ اشتیاق نکاح سے انکار کر کے چاٹکا ہے یا وہ حاضر اور تھاب کے ساتھ مگر اب چاٹکا تھا۔ نکاح کے وقت بھی اور نکاح کے بعد بھی لوگوں کے چہروں پر طرح، طرح کے سوالات تھے مگر نکاح کے بعد اہل ارشد اپنے اچانچ پر لے گئے اور ان لوگوں کا کہ.....

”آپ سب حیران ہوں گے کہ میری بیٹی کی شادی تو میرے دوست کے بیٹے اشتیاق کے ساتھ لے گئی۔“ اشتیاق کا نام لیتے ہوئے اہل کی آواز میں دکھور آیا تھا۔ انہوں نے اپنی بات جاری رکھی۔ ”مگر خوش قسمتی سے میری بیٹی کا شریک حیات اب اشتیاق کا دامع ہے اور مجھے خوشی ہے کہ اشتیاق جیسا جو کے باز اور کھٹکھٹ محض میری بیٹی کا شریک سز نہیں بنا۔“ اہل ارشد کی آواز میں اب خرقہ خونی تھی۔

☆☆☆

اس دن میرا باز کے سنگ مجھے رخصت کر دیا گیا۔ میں خوش تھی کہ مجھے میرا بڑا دل کیا تھا اور میرا دل ہوئی تھی کیونکہ یہ سب میری توقع کے برعکس ہوا تھا۔ پھر مہمانی نے مجھے پوری صورت حال بتائی تھی۔ میں نے اشتیاق کو انکار کیا تھا کیونکہ یہ سب میرے اصولوں کے خلاف تھا، یہ اس تربیت کے خلاف تھا جو مجھے بچپن سے دی گئی تھی۔ میں اپنی تربیت کو بلا لائے طاق رکھ کر اس کے ساتھ ڈنر پر کیوں جاتی..... اللہ نے مجھے اس سے بڑھ کر اٹھا دیا تھا۔ خدا نے مجھے میری تربیت عطا کی تھی۔

مہمانی نے یہ بھی بتایا کہ کس طرح اس نے میرا باز کو ال کے بلایا اور اسے سب بتا دیا میرا نکاح ایاز سے ہو اور نہ اب اور بھائی تو مدم سے ہے حال ہے۔ مہمانی نے ہی ابو اور بھائیوں کو میرا باز کے بارے میں بتایا تھا، میرے ذہن میں ساری باتیں ٹھم کی طرح

کرتے گنگانے گا۔

☆☆☆

”اوتے ہوئے انجیر جتنے سے میرا بار بہت خوش ہے؟“ میرا دوست شہر یار دم میں داخل ہوا اور مجھے دیکھ کر خوشی سے لگا۔

”ہاں یار! کیونکہ تیرا بھائی بہت جلد پر لایا ہوئے والا ہے۔“ میری مزاحیہ بات پر وہ زور سے ہنس دیا۔

”اوسے واہ! بہت، بہت مبارک ہو جناب! کون ہے؟ کبھی سے اور کہاں کی ہے ہماری بھائی؟“ ایک ساتھ ہی کی سوال کر ڈالے۔

”میرے یار کی پسند ہے، کبھی ہوگی۔ یہ خود دیکھ لینا، وہاں آکر بتاؤں گا۔“ میں اتر آیا۔

”ابھی تو بتے گا۔“ شہر یار نے سر ہلایا۔

”اچھا ہذا در جا رہا ہوں کچھ چیزیں لکھی ہے چلے گا؟“ میں نے اس سے پوچھا۔

”جی ہاں یار۔ مجھے بھی تیری بھائی سے بات کرنی ہے۔“ وہ آنکھ دوکرت قبیلہ لگا کر بولا تو میرا قبیلہ بھی اس کردار سے متاثر ہوا کہ اس کی سر پر مکا کر اس کے سامنے ہاتھ اڑا دیا۔

”چھوٹا سا ہذا در تھا کہ ضرورت کی تمام چیزیں۔ یہ آسانی مل جائی گی۔ میں نے ایک دکان سے اسارا کے لیے لال گینوں والی خوب صورت سی انگلی خریدی، اسے لال رنگ بہت پسند تھا اور لال رنگ میں بائبل اور کھانا گلاب کا پھول لکھی تھی۔ ساتھ ہی لال اور ہری چڑیاں بھی پیک کر لائیں اور پیسے ادا کر کے شاہ رسالے دکان سے ہاتھ آگیا۔ سامنے ہی سبج کے معیار دکھا چھوٹا سا اسٹال تھا۔ معیار پر نظر پڑی تو آپ ہی آپ سرگراہی اور دو قدم آگے بڑھا ہی تھا کہ ایک مردانہ آواز پر پلٹا۔ جاپیٹ پینٹا تیس سال کا موٹا، کالا، گھٹا آری۔ کالی شلوار اور گھٹا ساگر سے کرتا پہنے۔ بیرون میں کالی چٹیل، ہنجرے گردن آلود ہاں، بڑی ہوئی بے ترتیب ہونے۔ میرے دیکھ کر ہی عجیب سا احساس ہوا تھا وہ شاید اپنی بھئی سے مخاطب تھا،

انجیانی جاہلا دور بدترین انداز تھا۔

”ہی، بس چل۔ آگے چل۔ ہر جگہ ایک جاتی ہے۔ آگے چل مر۔“ نظر نہیں آ رہا چھوٹا کر کیا ہے، پچاس کھان کھان کھوٹی رات ہے، شخص۔“ اس کی جھالت اور غفلت کے انداز پر نہ چاہتے ہوئے بھی میری آنکھوں کی لگا ہوں کے تعاقب میں اپنے عقب کی جانب اٹھ گیا۔ عورت اس کی آواز پر تجزی سے ہلکی ہلکی پیوٹا کر ہاتھ میں پکڑا دو بال کا پیکٹ دوبارہ اسٹال پر پینچ کر گرے ہوئے بچے کی طرف چلے، بچے کو چپکار کر اٹھایا اور جیسے ہی سیدھی ہوئی۔ میری نظر اس کے چہرے پر پڑی۔ سفید، پر لمبی چادر، نیلے کپڑے، زرد گردن اور چہرہ۔ سوکھے پڑی زدہ ہونے اور کھٹی ہوئی آنکھیں۔ وہ۔ وہ۔ اسارا کی بیوی تھی۔ انھیں حیرت انگیز طور پر جینے لگیں۔ میں نے پائلیں جھپک، جبکہ کر دوبارہ آنکھیں مچا کر دیکھا۔ اسارا۔ جس کو میں انھوں کر ڈون میں بھی پہچان سکتا تھا۔ وہ معصوم گلاب جیسی لڑکی۔ کس حالت میں تھی۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ خواہش اور حقیقت۔ وہ میرے سامنے کچھ فاصلے پر کھڑی اور میں۔ میرے قدم چر کے ہو گئے تھے۔ وہ سختی جیسی۔ بچوں کی طرح مکلی، مکلی غصات کے احساس کے روپ میں کھڑی تھی۔ یہ۔ کیا تھا۔ میرا خواب۔ جاں لیوا حقیقت تھی۔ سوچنے کی بجائے حلقہ میں مبتلا ہو چکی تھی۔

”ای۔“ نظر بچا سات سالہ بچی نے اس کو آواز دی۔ ”آف۔“ تب ہی کسی نے مخاطب کیا۔

”پلیز راسٹ دے دیں۔“ مجھے احساس ہوا کہ میں راستہ سے کھڑا تھا میں چرکا۔ وہ بدحواس ہی ہو کر دوسری بچی کی طرف چلی۔ اس کا سارا جسم اس آری اور چہرہ پر تھا۔

”اسارا چل اب آجی۔“ وہ دوبارہ اسی لہجہ

میں مخاطب تھا۔

”آف خدا یا! میں نے نہ سرقام لیا میرے ہاتھ سے چوڑی کا شاپر میرے۔۔۔ بیرون میں لگا تھا اور بے دھانی میں میرے بیرون سے نازک کانچ کی چوڑیاں دم توڑ گئی تھیں۔ میرے احساسات اور جذبات کی طرح۔ فریق صرف یہ تھا کہ چوڑیوں کے ٹوٹنے کی آواز آنی تھی اور میرا دل۔“ بے آواز گہمی کر رہی ہو گیا تھا۔ جس کو خیالوں کا مرکز بنا کر میں نے بڑے پیار سے چوڑیاں خریدی تھیں۔ جس کا خوب صورت احساس میری رگ، رگ میں سایا ہوا تھا۔ جس کے ہاتھوں کا کس میں سے چوڑیوں کی گولائی میں محسوس تھا۔ وہ۔ میرے سامنے آنی اور چل بھی گئی۔ میں اساتے اس اتار لانا چاہتا تھا کس سے وہ بات تھی نہ کر سکتا۔ میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا سا چھانے لگا۔ وہ اس حالت میں۔۔۔؟ ساتھ کون تھا۔ اور وہ بچے۔۔۔؟ اور وہ۔۔۔ یہاں پر آج تک اس شرم میں۔ کیسے آئی۔۔۔؟ بچہ جھک نہیں ہوئی۔ یہ سب کیا تھا؟ میں جو امید واسید کی کیفیت میں تھا۔ اس گڑبڑ میں۔۔۔؟ اسارا نام میں کر ڈسے گیا تھا۔ گویا۔ یہ حقیقت تھی۔ آج اور اذیت ناک حقیقت کر وہ۔ وہ اسارا ہی تھی۔ میرے قدم، کس بھر کے ہو رہے تھے۔ میں دل پر سونوں پر جو بچے والیں لوٹ آیا۔ میری آنکھوں میں کس ہو رہی تھی۔ میرا داغ نافہ ہوا تھا۔ میں کس میں آکر بیٹھ کر گر گیا۔ اور دور کی آفتاب گہرائیوں میں ڈوب کر خاموشی کی دھند میں کھوئے گا۔

☆☆☆

”فانان! او فانان۔ کتنی دیر سے آواز میں لگا رہی ہوں۔ بچے آجی جا۔“ میں نے تیز اور قدرے غصے آواز پر میں چرکا اور جلدی سے بڑبڑوں کی سمت دوڑ لگا دی۔ ”کب سے چلا رہی ہوں کہاں کھویا رہتا ہے۔“ اماں نے مجھ کو کھو کر دیکھا۔

”ہاں ہے ناں اماں! پتا چلتا ہوں۔“ میں

کچھ دل سے ہمیں برباد کیا

تے آنکھیں چراتے ہوئے تھا۔

”اچھا چل! اجلدی سے مجھے موبایاں لا کر دے۔ موبی کے پراٹھ بنائے ہیں۔۔۔۔۔ اماں نے ہونے سے پہلے کال کر میری جانب بڑھانے۔۔۔۔۔ پچاس کون سی پڑھائی ہے کہ پائل کر رہی ہے تجھے۔۔۔۔۔ بچا کریرا گھاؤ دیکھنے لگا ہے۔“ اماں نے تنکھارے ہوئے تھا۔

”اوسے میری پیکاری اماں! ابھی تو پڑھائی ہے کہ لکھ لینا، ایک دن تیرا بیٹا انگریزوں کی تیرے گالے کھلی عالت کرے گا۔“ میں نے اماں کے کانہ سے حقارت کے بھرے لہجے میں کہا تو اماں کے چہرے پر شگفتگی کے ساتھ لہرائے، میں پیسے کے بارہا کی طرف چل دیا۔

”دیسے بھائی آج کل جیت پر زیادہ نام کرتا ہے تمہارا۔۔۔۔۔ تجربہ تو ہے ناں؟“ میری چھوٹی سہن سویرا نے بھی مجھ سے ہنسی پر ہنسی سوال کیا۔

”اوسے پڑھائی کرتا ہوں! اچھا لکھنے سے مکلی نفخا میں پڑھنا۔“ میں نے موبایاں کا شاپر کس کی طرف بڑھانے ہوئے تھیں چرائیں اور اس جاہر جیت پر جانے سے اپنے کمرے کی طرف جانا بہتر سمجھا۔ میں فرسٹ ایئر کا طالب علم تھان ان تصوروں کے چہرے کا بھی چوہہ تھا گین۔۔۔۔۔ بحث پیسے کا تھی میں ہی طرح بکڑ گیا تھا۔ جانے کون سا مذہب تھا جو مجھ پر یوں اچانک غالب آ گیا تھا اور محبوب کے دیدار کی خاطر، ایک جھلک کی خاطر میں کھنوں جیت پر رہتا اور پڑھائی کر آؤ پڑا کر اماں اور بہن کی نظروں میں وصول ہو چکا۔۔۔۔۔ حالانکہ جیت، پیار جیت اور جنون یہ سب الفاظ میرے لیے فکسی ہے مٹی اور فضول تھے۔ میں اسکی باتیں کر رہتا تھا، مذاق اڑاتا تھا مگر اب۔۔۔۔۔ مجھے خود پریشانی کی کس۔۔۔۔۔ بے بس ہوا جا رہا تھا۔ ایک چھوٹی سی لڑکی کے لیے جو ظالم تھی۔ جو پڑوس میں رہ کر بھی مجھ سے کوسوں دور تھی۔ ابھی کچھ عمر پہلے ہمارے پڑوس میں سے لوگ آئے تھے۔ میں نے دیکھا تو تھیں تھا مگر خاصی بڑی لٹی لٹی تھی، بے بات تھی تھی۔ میرے لہجہ کی سہاری تھیں

میں نے خوف بھی رہا۔ مجھے میں ہمارا نام تھا، لوگ ہماری عزت کرتے تھے۔ مجھ کوئی غلط بات نہ ہو جائے۔ مجھ اسرار کے میں نے بھائی تھے۔ بہت سوچ روزِ اتفاقی سے اس نے اسکول کی چمکی کی تو وہ خط اس کی دوست کو دیا کہ اسرار کو دے دے۔ اور اگلے دو دن میں نے بہت فحش میں گزارا۔ دے دے جیسی اور..... بے قرار ہی عروج پر تھی کہ نہ جانے اس کا کیا جواب آئے اور..... اور..... اس کی دوست نے جواب دیا کہ اس کے دل بری طرح ٹوٹ گیا اس نے کہا تھا کہ

”خود کو کیا سمجھتا ہے..... کیا سوچ کر انکی بات کی..... اگر اتنے دھوکے کی حرکت کی تو اپنے ہاتھوں سے کھڑی ہو گئی۔ اور میں بری طرح ڈر گیا اس کے بے اختیارانے میں دل بری طرح ٹوٹ گیا تھا۔ اب وہ نظریاتی تو سلام نہیں کرتی اور اس کے چہرے پر جتنی ہوتی، میں بھی کیا..... میں دل اس کی جانب کھینچا چلا جاتا..... تب اچانک میں نے فیصلہ کر لیا، افسانہ صلیبی کی ٹریننگ کا اشتہار دیکھا تو اس کے لیے لپٹی کر دیا۔

”اے تو نے تو ڈاکٹر بننا تھا، خواب تھا تیرا.....“ اناں کو دیکھا کہ تھا، سوہرہ بھی تیرا تھی۔ ”ہاں اناں، اب ارادہ بدل گیا۔“ میں نے سر جھکا کر جواب دیا۔ اللہ کا شکر ہے کہ بڑی بلاؤں کا گیارہ میں دل پر بوجھ ہے، اللہ کے شکر ہے کہ میں ان چہن چھوڑا تھا۔ یہاں آ کر فحش دوشن میں ہی ہو گیا۔

”تو رات بھر جانا کیا دھڑا اس نے پیغام بھیج کر سورا کی شادی کی تاریخ بتائی تھی ہے وہ لوگ جلدی کر رہے ہیں تم آتے ہو تو آ جاؤ اور میں نے دھن سزا نہ تھا۔ گھر آیا تو شادی کے بنگے شروع ہو چکے تھے۔ گھر میں سورا کی رہم رہی تھی کہان آئے ہوئے تھے۔

شہینہ بیگم، میرے رشتے داروں میں چلتی بھرتی وہ بھی نظر آئی۔ میرا دل اسے دیکھ کر اداس ہو گیا، اداس دیکھے گی، قہقہے میں سورا پرانی ہوئے والی تھی۔ سب کاموں میں مصروف ہو گیا۔ میں کی رات کو تمام کاموں

کپڑے پہننا رہی تھی۔ وہ..... جس کے لیے میرا دل بے تاب تھا اس کے نام سے کسی واقف نہ تھا۔ ”السلام علیکم.....“ آج میں نے غلط کیا۔ ”وہ سکرانی۔“ ”آج آپ نے بھی دھولی کھاٹ کھولا ہوا ہے؟“ میں نے بات کرنے کا کہا نہ نکالا۔ ”جی..... آئی اور باجی نے دھوئے ہیں، میں تو صرف باجی کی ہوں۔“ وہ سکرانی۔ ”ختم شعی اور عصر مکان۔“ میں اس کے گالوں کے ڈمپل میں الجھ گیا۔

”میں آپ کا نام پوچھتا ہوں۔“ کچھ ہمت کی۔ ”اسرار نام ہے میرا۔“ بلاؤں دھوکا۔ ”واؤ بہت چارنا نام ہے، میں قارن ہوں قارن مقصود.....“ میں نے اپنا عقاربند کر دیا تو وہ سر ہلا کر پکڑوں کی نوکری اٹھا کر تیز بیوں کی جانب بڑھ گئی۔ اس کے جاتے ہی مجھے کھینچا، وہ بک اس احساس ہوا اور میں پکڑوں کا قبضہ کر لیا۔ اٹھا کر نیچے کی طرف چلا گیا، جاتے جاتے غیر اخلاقی حرکت بھی کر ڈالی تو اسے آگے بڑھ کر اس کے گھر میں تھا کہ..... میں صاف نظر کر رہا تھا۔ ”اے..... اس کا گھر تھا تو اچھا دل پر تھا شین جاد لڑکیاں، دوڑی، ایک بڑی کورت اور چار پانچ بچے اچھا رہ رہے ہوئے تھے۔

سوریا کا رشتہ اب اسے اپنے بھائی سے بڑی بات تھا۔ میری خالدہ دوسرے شہر میں رہتی تھی اسرار سورا پانچویں تھانہ کا کھانا دے رہی تھی۔ میزک کے بعد اناں کا ارادہ شادی کرنے کا تھا۔ میری اسرار سے ایسے ہی سہری سلام دعا ہو جاتی تھی سمجھت پر بھی روزانہ سے پراد اسکول جانے والے نام ہے۔ جی جی، چوری چوری اس کے گھر میں چھانکے۔ اس کے لیے میری پرہیزی اب سمجھت پر ہونے لگی تھی۔ مجھے وہ جن میں جاتی تھی، جھانک لگتی، پرورد کو پانی دیتی رکھتی دیتی۔ اور میری آنکھوں میں غصہ اتر جاتی۔ میں اس کو بادل دل ستانا چاہتا تھا۔ کوئی موقع نہیں مل رہا تھا۔ اوپر

”وہ اناں آپ لوگ نہیں تھے پڑوس سے ایک لڑکا آئی تھی۔ برف لینے ان کا فریج کام نہیں کر رہا ہے؟“ میں نے فحش سامنے سے سر نکال کر اس کا جواب دیا۔ ”اچھا، اچھا، اناں نے سر ہلا دیا۔“ بہت بڑی جلی ہے ان کی چمکی تھی لڑکیاں ہیں..... میں نے سمجھت سے اسے دیکھا تھا۔ ”سوریا نے سولی دھوئے دھوئے گلہ لگا یا تو میں تدر سے چوٹکا۔

شام کو میں حسبِ معمول تیار ہو کر کمر کھیلنے کی غرض سے کمر سے نکلا تو وہ اسی وقت برف کا برتن اور پانی کی بوتل سے لڑائی تھی۔

”شکر یہ جی بہت، بہت اناں کمری تھیں۔“ اس نے دونوں پیزیر میری جانب بائیں میں اس کے معمول پر دور سر میں بائیں میں الجھ کر رہا۔ میں اس کے چہرے میں نہ جانے کتنی شش کی کر دلی سے دیکھنے کی تیار نہ تھا۔ دوسرے دن میں میں کانچ کے لیے کمر سے نکلا۔ وہ اس کو اس کی ہم عمر لگی اور دونوں آپس میں چائیں اور پھر جھکا کر آگے آگے گئیں۔ مطلب وہ بیٹیں بھی اسکول میں پر صحتی تھیں۔ دل کیا کہ کچھ دیر کمر سے دیکھوں مگر پھر میری مطلب یہی آئی اور میں میں کی جانب بڑھ گیا۔ ایک

دن، وہ دونوں اور پورا ہفتہ سیم گانگ میں ہم کمر کھیلنے، کھیلے، وہ مجھ پر سرسری ہی نظر ڈال کر آگے بڑھ جاتی۔ دیکھ کر کے پاس ہوئی تو سلام کرتی تھیں، سامنے میں اگتور کر دیتی، مجھے اس کی بات ابھی تک نہ دیکھنے والے نظر نہ تھیں..... انوار کے دن میں اسرار میری کرکری صفائی کرتے کرتے اور پکڑے دھوئے تھے۔ اس روز بھی وہ دونوں نے مل کر سامان منایا نہیں دیا۔ سورا نے شین لگائی کپڑے، پروے اور چادریں دھو کر مجھے بکڑا میں اور میں ان کو سمجھت پر بیٹھانے آگیا۔ سمجھت پر آئے ہی میری نظر برابر والی سمجھت پر لگی اور میری آنکھوں میں چمک آئی۔ ”جی سمجھت پر

میں تھے جن کا انتقال ہو چکا تھا۔ ہم تدر سے پاس نہ ملانے میں رہتے تھے۔ بائیں گالوں جیسا داخل تھا۔ مگر ہمارا گھر تھا، وہ منزل تھا پر کرایے دار تھے۔ لوگ تھے جو ان میں، پیوری اور دو بچے فاروق بھائی، شہینہ بھائی دیکھے لوگ تھے۔ باجی کی پٹن اور کرایے سے کمر کے اخراجات پر دے ہو جاتے تھے۔ میں فرسٹ اینیر میں تھا اور مجھ سے چھوٹی بہن سورا کچھ کالیں میں تھیں۔ ان روز اناں اور سورا ہمارے گھر سے تھے میں کمر میں اٹھا تھا۔ پڑوں آ بارہ ہوئے دو تھیں دن ہوئے تھے۔ سخت ترین گرمی کی دوپہر تھی میں اپنے روم میں لیٹا تھا کہ ایک ڈور بیل بجی، اناں اور سورا تو ابھی کی تھیں اور دایمی میں خالدہ کے کمر جانے کا پرکاش تھا۔ یہ کیوں آگیا اتنی جتنی دوپہر میں..... سمجھتا کر باہر آیا روزانہ کھولا اور جیسے سامنے نظر آئی۔ جتنی جاتی تھیں وہیں جہاں تمام غصہ کا سلسلہ ہوا، آسانی کا کٹن کے دوپٹے کے لیے بندر، سولہ سال کی لڑکی میرے سامنے کھڑی تھی..... ایک، لمبے لمبے جیسے ہیں کچھ کھانے کا ساری خوب سورتیاں جمہ ہوئی ہوں، بدھ کی جلی ہاں کھانے کو اتنی قریب سے دیکھا تھا کہ میری آنکھیں.....

”ہمارا فریج ابھی کھینچیں ہوا، کیا ایک بوتل غصہ پانی لں جاتا ہے؟“ میں نے اس کی جانب اشارہ کیا۔ ”جی، جی بالکل.....“ میں چوٹکا اور اندر کی جانب بھاگا فریج سے غصہ سے جگ پانی کی بوتل کے ساتھ، ساتھ فریزر سے برف کا بڑا سولہ کپڑوں کی اٹھا لیا۔ ”جی جی.....“ وہ بوتل اور برتن لے کر بھاگا سا مسکرانی..... اور پلٹ گئی..... میں اس کے ب و لہجہ..... خود خال اور میں کھینچا لیا۔

”تو یہ ہے.....“ اناں سر جھکا کر روزانہ بند کر کے دوبارہ کمر سے آگیا۔ دماغ اناں تھا کمر۔ دل ناواں تھا۔

”یہ برف کا برتن کہاں چلا گیا یہاں سے؟“ شام کو اناں فریزر دھوئے سولہ کمری تھیں۔

سنگ چٹا پتھر

پتھر کا کھنڈ

وقت کا چپٹا اپنی مخصوص رفتار سے رواں دواں ہے..... کبھی معلوم ہوتا ہے یہ پہنچا کر گیا ہے اور مٹی ایسا محسوس ہوتا ہے کہ نیز بہت جلد ٹھوٹا چلا جا رہا ہے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ اس کا ٹھوٹا مناسب کو اپنے، اپنے حساب سے کم، زیادہ لگا کرتا ہے۔ انسانی زندگی کے پانچ دور ہیں، نو عمری، جوانی، اوج عمری اور بڑھاپا ویسے عام طور پر تو لوگ چار دور ہی شمار کرتے ہیں خبر جانے دیجیے۔ ہمیں تو اپنے پاکیزہ ساتھیوں سے ان کا بچپن، نو عمری، جوانی اور اوج عمری کے تجربات، واقعات و مشاہدات سننے ہیں تو پھر تیار ہو جائیں۔ تمام پاکیزہ پڑھنے والوں کو انشاء اللہ ان سالگرہ نمبروں پر جو ماہ اپریل اور مئی کے شمارے ہوں گے بہت کچھ نیا پُر لطف اور دلچسپ پڑھنے کو ملے گا۔ خصوصیت سے وہ تمام ہمیں جوادوں سے ہامانہ پاکیزہ کے ساتھ ہیں اس سلسلے میں ضرور حصہ لیں۔ اگر پراثر ترین رسالہ ابھی تک موجود ہے تو اس کے سرورق کی واضح تصویر بھی بھیج سکتی ہیں۔ اس کے لیے یہ سوالات مرتب کیے ہیں۔

1۔ ہامانہ پاکیزہ سے تعارف کی مختصر کہانی اپنے الفاظ میں.....؟

2۔ اس پورے عرصے میں پانچ ایسی نمایاں باتیں جو پاکیزہ سے تاتا جوڑے رہیں۔ مثلاً کہانیاں، سلسلے، مصنفات یا بکچھاور.....؟

3۔ ہامانہ پاکیزہ کس طرح آپ کا دوست، رہنما اور جامع ثابت ہوا؟

نوٹ: ہمیں اپنے جوابات کے ساتھ چاہیں تو اپنی فنی اور بہت پرانی تصویر بھیج سکتے ہیں

سے احسن طریقے سے فارغ ہونے کے بعد میں چھت پر آگیا۔ پھر پوجا نہی رات میں چھت پر چلی نرم، چاندنی بڑی چلی گئی تھی میں پتھر پر لیٹ گیا اور چاند کو سمجھنے لگا۔ غصہ بڑھ رہی تھی اور میں روٹی آٹھوں کے راتے دل میں اتارنے لگی تھی۔ تب باپ ہی اندرون کی چاب محسوس کی چونک کر پلا۔ وہ چھوٹی سی دیوار چھلک کر آگے آئی تھی میں گھبرا کر اٹھ کر بیٹھ گیا۔

”جہنم.....“

دیکھا جو دروازے کے دو بیچ چھت پر آئی تھی۔

”ہیں.....“ اس نے منہ پر ہانگی رکھ کر مجھے چپ کرادیا اور قریب آگئی۔

”نہ..... کیا ہوا اسرار.....؟ میں واقف گھبرا رہا تھا۔

”فاران..... آئی اہم سوری..... میں تم سے یہ کہنے آئی ہوں کہ تم واقعی اچھے لاکے ہو شریف اور خاندانی..... گزشتہ ایک سال میں مجھے اندازہ ہو گیا ہے کہ میں کبھی تم سے جیت کر نہ لگی ہوں۔“

”کیا کہہ رہی ہو تم؟“ مجھے اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا۔ میں چار پاؤں سے اچھل پڑا۔

”ہاں فاران..... سچ ہی ہے۔“ چاند کی چٹکی چاندنی میں دمک اس کا شریں چہرہ..... چٹکی نظریں اور مسکراتے ہوئے لب، میرے خاموش پر ہنسی کرادے تھے..... خوشی کے احساس سے میں سے قابو ہونے لگا تھا..... فاجر سے شادی تو ابھی دور کی بات تھی مگر..... اس کا اقرار کر دینا بھی میرے لیے بہت تھا۔ وہ جا بھی گئی اور میرے دل کے تاروں کو پھینک کر مجھے سوچوں کے سنے راستے کا مسافر بنا گئی۔ میرے لب آپ ہی آپ مسکراتے گئے۔ دل بھوم اٹھا تھا۔

سویرا رخصت ہو کر سرسبز چلی گئی مجھے احساس ہوا کہ میری غیر موجودگی میں اماں ابکیلی پڑ جائیں گی۔ ایسے میں شین بھائی نے اماں کا خیال بالکل بچی کی طرح رکھا۔ اس بار میں واپس آیا یہ وہ اماں تھا۔ سویرا کی چوہائی، اماں سے دوری اور غم..... اسارے دوری..... واپس آکر مجھے باپ جلدی، جلدی کھر جانے کی

جلدی ہوئی۔ بڑے رنگ تھی کوئی آسان بات نہ تھی میں جلدی، جلدی پھنسی جاتی۔ بہر حال آب آقا تو اسارے ڈمبیروں کا نہیں کرتا اس کے اباؤی میں تھے اور دونوں بھائی چاب پر ہوتے تو ہمیں موقع مل جاتا۔ اس نے اپنی چٹکی اور گھر کے بارے میں ساری باتیں مجھے شہزادی تھیں۔ اس سے بڑی چار بھینس میں ایک شادی شہزادی اس کے چار پانچ تھے وہ دوسرے شہزادے تھے۔ ان کے پانچ خاندان میں تھے وہ دوسرے ہوئی تھیں اور یہ تو اسارا کا لقیب تھا کہ خاندان میں اس کے جوڑ کا کوئی رشتہ نہیں تھا۔

”اوہ گھر خاندان کا لقا ہے جو انہیں روٹنہ میرا ڈاؤن تو گول ہو جاتا۔“ میری بات پر وہ کلکھلا کر ہنس دی۔

نہز آباد میں بھی میری جوں میں خوب صورت تھی، میں اس کے چہرے کی کشمکش میں ٹھونک لگا تھا۔

دن کر کے چلے گئے اس بار میں آتے، آتے اس کو چپا کر عام سا موہل دے دیا تھا کہ کم از کم رابطے میں تو رہے..... کچھ ماہ آگے سر کے میں چینیوں پر آیا تو سویرا آئی ہوئی تھی، اس کے ہاں خوشخبری تھی۔ میں بہت خوش تھا کہ ساموں بننے جا رہا ہوں۔

میں نے اسارا کو گنج دیا اور موقع دیکر چھت پر آگیا۔ وہ کبھی اس بار خاموشی پریشان تھی کہ بڑی بھینس کی طبیعت خراب ہے۔

”کیوں بھئی؟ خیریت تو ہے نا، کیا میں ایک بار پھر خالو بنے جا رہا ہوں۔“

”ہیں.....“ میری شرارت پر وہ ہنسی ہوئی۔

”بھینس یا رہائی کے پیٹ میں تکلیف ہے کانی دن سے وہ چپک اپ کر کے آئی ہوئی ہیں۔“

”اچھا اللہ پاک بھڑکے۔“ میں نے دعا دی۔

اس بار ہم نے بہت ساری باتیں کیں، میں نے اس سے کہا کہ اس کو گنج دیتا ہوں۔ اس نے سچ کر دیا کہ ابھی نہیں، اس کی باقی تین بھینسوں کے رشتے بھی ملے ہوئے تھے، وہ مطمئن تھی بہت پر امید تھی کہ اس کے والدین کو خاندان میں شادیاں کرے ہیں مگر اس کی

ہاتھ نہیں ہاتھیں کے کیونکہ خاندان میں اب کوئی تھا ہی نہیں..... میں بھی اماں کی طرف سے مطمئن تھا اماں کو بھی کوئی ہتھکنڈ نہیں ہوتی۔ میں داپس آ گیا۔ اب ٹریٹنگ کمپنی بند ہو گئی تھی۔ اس سے ایک دو ہزار بات ہو گئی تھی۔ وہ ایک جانب، بہنوں کی شادی کی تیاریوں میں مصروف تھی تو دوسری جانب بڑی بہن کی بچاری کی وجہ سے پریشان تھی۔ مگر اس نے بتایا تھا کہ اتنے بھروسوں میں سواہل پر بات کرنا مشکل ہو جاتا ہے اور اس کا سواہل بند ہو گیا تھا اس کی طرف سے گھر مندر ہوتا۔

سو بچا میرے سے بیٹے کی ماں بن گئی میں بہت خوش تھا۔ چھپا ہونے والی شخصیت ہی سواہل کی کال میں اس کی خواہش سے آگاہ کر دیا تھا، میں بہت خوش تھا کہ اس بار اس کا نام ہی آگئی پتہ نہ پتا کر ہی آؤں گا۔ میں خوشگوار احساسات لیے میں بازار آ گیا تھا

اور..... اور..... بازار میں ناقابل یقین نظارہ میرے لیے کسی سامنے سے کم نہیں تھا۔ میں سوچوں کے سمجھدار سے لگتا تو بے ساختہ سویرا کو دوبارہ کال لگائی۔ دوسرے اوجھری ہاتھ کے اصل دمے پر آیا۔

”سویرا ہائی سب ٹھیک ہیں ناں.....؟“ شینین بھائی ان کے بچے، بچل خالہ، ڈیمبرہ اور داپس دو پردوں میں شادی میں ہونے والی شخصیتوں پر وہ میں.....

”ہاں تو کوئی شادیوں نے آگام کو خوش کیا۔“ اس کے جواب پر دلی ہی طرح دھڑکا۔

”ایک تو چھوٹی سی ماں غائب جا رہی ہے کبھی کوئی چیز دے آجانی تھی نا اسید و نا سیدی کی نگہبانی میں سوال کیا۔“

”ارے بھائی اس بچاری اسارا کے ساتھ تو بہت برا ہوا۔“ سویرا کا لہجہ ایک دم ہی غمناک ہو گیا۔

”ک..... کیا ہوا؟“ میں نے دل پر ہاتھ رکھا۔

”اں کو کوئی پر قیامت ہی تو ان کی سب سے بڑی بچی کو کھینچ کر لیا تھا، اس کا انتقال ہو گیا تو خاندانی رواج کے مطابق دوسری بہن کا نکاح بہنوں سے ہوتا تھا۔ ہائی

”اوی اماں آج اتنی دیر کیسے ہو گئی؟ کچھ نہ کیا بھالیا مگر سے عجب ہو جا، معمولات میں فرق آ جاتا ہے۔“

منہ میں بیڑ بڑا سے بیٹے پر چھٹی اور کواں نے یوں خود سے دور کیا کہ اس کا ایک کندھا میں اور ایک ہاتھ میں لپکتے اپنے ساتھ ہونے والے اس کے ہر دست و پا کو دہائی دینے لگا تھا۔ اب اس نے کمر کے وسط میں دو ہاتھ کا اور

شہزادی و لڑکچہ

سراستری



☆☆☆

بصورت و

☆☆☆

10

☆☆☆

۱۰۰۰

ہوا کرتا تھا وہ

طه، هـ، ز، ح، ط، س، ع

ملایم

ہمارا لقب "عیا"

لڑوار کے بار

☆☆☆

کے بارے میں

1

☆☆☆

☆☆☆

لہذا انہوں نے جو کچھ

ماہنامہ



را حیلہ بنت مہرعلی

”میرا کھر؟“ میرا کھر کہاں ہے اس؟“
 اماں نے نظریں اٹھا کر بچی کو دیکھا۔ اور اگلے
 ہی لمحے نظریں اس پر سے ہٹا دیں۔ اس کی آنکھوں میں
 دیکھنا مشکل نہیں تھا۔ تاہم تھا۔ دروئے دل پیش
 روں پہ کھاؤ گدے۔
 ”ایسا کھ سوچا تھا کہ اپنے کھر میں رہے ہوئے
 بے کھر ہونے کا لفظ سن گئے۔ ہم۔ کب بھلا۔
 اماں یوں باتیں۔ میرا کھر کہاں ہے۔ اللہ کے واسطے

تھاؤ دروئے داغ پھٹ جائے گا۔“ اس پر بیانی سی
 کیفیت طاری ہونے لگی۔ اور اماں نے دلتو دربارہ
 اس کی آنکھوں میں دیکھنے کی کوشش کی۔ اور نہ اس کے
 سوال کا جواب دیا۔ جواب تھا ہی کہاں اسے تو خود نہیں
 معلوم تھا۔
 کیونکہ اگر کبھی کسی دن سونگول بھی لیتی۔ تو کبھی
 بہو آگے سے جواب دے دیتی، اسے تو خود نہیں پتا
 تھا۔ کاس کا کھر کہاں ہوگا۔ اس عمر میں کس، کس کی

چٹا ہے۔“ شبہ باطلی نے پیار سے سحر در شاہ کی کمر پر
 نرم چمکی دی اور بولا۔
 ☆☆☆

آج سب ہی اس کے فوجی ساتھی سرت کا ایک
 آہنگ لیے اسے چاروں جانب سے گھیرے ہوئے تھے
 مگر اس کے چہرے پر خفہ سا تبسم دھوڑنے میں بھی
 ناکام تھے کہ اس کی چٹائی پر تلگر کی کی لکیریں بس ایک
 نقطے پر بھی نہیں جس کا مرکز اور درمیان پاک وطن
 ”پاکستان“ تھا۔

☆☆☆

بالآخر چندن سرکی زندگی میں وہ دن آئی گیا جس
 کی برسوں سے وہ شہر میں دہشت گردی کا ایک
 آفتاب کی شفق برسرِ فوجی کو باندھنے کو لگائی تھا۔ وہ اٹھ گئے
 اپنی ہر گئی چمک۔ ایک اس کے درخشاں رخسار کے خود فعال
 میں رکھ دی گئی۔ ہر تائیدی کے ہاں کو عرصی اسدے
 اپنی نرم سرسریں ہاتھوں میں لپیٹ لیا تھا۔ ہر شمع
 کی، نیکی اس کے درخشاں نور پر مسلسل نظریں جمائے بغیر
 نہیں جھکا سکتے اسے دیکھنے ہی چلی جا رہی تھی۔ یوں اس کا
 کہا تھا آج ضرور یہ چندن سر کو نظر کا کچھڑی کی۔

☆☆☆

ایک حساس عازد پر جانے سے پہلے سحر در کا کلاچ
 چندن سر سے خاموشی اور سادگی سے گزرا گیا کہ یوں اس کو
 اس کے حوالے سے بہت سے خدشے لاحق تھے مگر چون
 جانے کسی کی زندگی پورا ہونے کا مسک پہلے اجمال دیا
 جائے۔ جائے۔ جائے۔ وہ کچھ اللہ شاہ سے ملتے یہ
 کہہ کر گیا تھا۔

”ایک فوجی کو اس کے عازد محبوب ہوا کرتے ہیں کاس
 کی پہلی محبت پاک وطن ہی ہوتی ہے۔“ روانہ کرتے سے
 کچھ اللہ شاہ نے اسے ہر عازد سے کالیاب و کاسراں لوٹ
 آنے کی دعا دی تھی۔ یوں اس کے جانے کے باوجود بھی اس
 نے چندن سر کو ایک نظریں نہ دیکھا تھا اس کا کہنا تھا کہ عازد
 سے داکٹر پر اس عمر میں جان کو لایک ہی باہمی بھروسہ رکھنے کا
 نہیں ایسا نہ ہو جبکہ اس کی عیب و نقص اور اس کے قدموں
 کی ذخیرہ جانیں اور کون جانتا تھا کہ یہی نظر کا دیدار پاک



[illegible][illegible]

”اوپر تو ایامِ سوری ڈیڑھ..... مجھے خیال ہی نہیں رہا۔ ادھر جہت پر ہماری ملازمہ مسخران کپڑے دھوری ہے۔ اسے آواز دے لو۔ وہ بتا دے گی بلکہ میرے لیے بھی ایک کپ چائے کے لیے کہہ دو۔“

شازل اب سنجیدہ ہو کر سر ہاتھ مارا کہتا تھا۔

”مسخران کو بتا دیا کہ کام کرنے دیں۔ مجھے اپنا کام خور کرنے کی عادت ہے، میں بتاؤں، اب پس مجھے یہ بتا دیں، چکن کی طرف ہے۔“ نرگس نے سختی سے پوچھا تو شازل اٹھ کر اداوا۔

”وہیل ڈش گرینٹ۔ ویسے ماہو ہیں تو جنہیں کبھی ناشاپنا ہے نہیں دوستیں۔ وہ بخوراتی باتیں ہوتی ہیں مگر کہیں کے ہاتھ کی ہندی اترنے سے جھلے اور کھیر پکائی سے پہلے اس سے کوئی کام نہیں کرواے مگر میں تو خدا خود فرض ہو رہا ہوں، پلیز ماما کوئیں بتانا کہ میں اپنی پیاری کی بیوی کے ہاتھوں سے غنا چاہے پیسے کی خواہش میں دواؤں کو کراؤں کر رہا ہوں۔“ شازل نے معنوی بیچاری سے کہا تو وہ کھلکھلا کر اس نے۔

”آپ نے غر رہیے۔ میں آپ کی چٹلی نہیں کھاؤں گی۔ اب بھٹیں۔ مجھے بھی چائے کی سخت

”آج کوئی نظر نہیں آ رہا کمر میں..... ای، ابو، عدیلہ اور عاصم کہاں ہیں؟“

”ارے یار..... آج ولے ک دو روز اون ہے تو سب نے ہی جوا انگ دے دی ہے، ای کے اسکول میں انگیزا ملے والے ہیں اور عدیلہ اور عاصم بھی یونیورسٹی کے کچھ روز مس ہونے کے باعث حریہ چھٹیاں انورڈ نہیں کر سکتے تھے۔ ابو کا تو ویسے بھی اسپورٹس پروڈیکٹ مل رہا تھا۔ انہیں تو ویسے ہی چھٹیاں ملی ہی

غزل

یہ دکھ تو میری جاں تک ہی رہے گا
میں اپنے مکاں تک ہی رہے گا
کی ہوتی نہیں سیلاب غم میں
یہ فطرے کے نشان تک ہی رہے گا
زمن سے اس کو کچھ نسبت نہیں ہے
ستارہ کھلتاں تک ہی رہے گا
یہ راہی اور کچھ کہتا نہیں ہے
تہماری داستان تک ہی رہے گا
نہ جب تک سامنے آئے گا بانی
میں اپنا گماں تک ہی رہے گا
شاعر: بانی احمد پوری
انتخاب: ڈیڑھ لے گول، کراچی

کرنے کی آفری و گرنہ دوں، ماں، بیٹی کو دے ہی مگر
داری سے دیکھی نہیں کسی اور زمین کے چارج سنبھالتے
یہ دوں اور دھکیل پر نہیں گھر میں صاحب بیوی اور
بیٹی کو تھک کر نہ بھولتے تھے۔ کیونکہ اس بیٹی
کی ذمہ داری بھی تھی۔ ایسے میں زمین کو تھوڑی سی بہت
مدد کی کافی لگتی تھی۔ سو وہ چند ہی گھنٹوں میں پیاز، ہرا
دھنیا اور پودے، ٹماٹر سے لے کر لہو اور لٹاؤ دیکھ
کے سامنے رکھ دیتی۔ انہوں نے چھری تمام کر پیاز کاٹنا
شروع کی تو اس نے پودے کی پچاں پچاں شروع
کر دیں۔ اور بے چین نظر میں عدیلہ پر کاڑھیں۔ وہ
خود ان لوگوں میں تھی جو ہر کام میں پکڑ پکڑ جانتے
ہیں اس لیے وہ کسی اور کے کام سے مطمئن بھی نہیں
ہوتے۔ اب بھی اسے عدیلہ کا بچے باغوں سے ادھر،
ادھر سے بھلاؤ دینا تھا۔

عدیلہ ذرا کھولے سے اچھی طرح نکالو اور
ماہنامہ پاکیزہ 139 فروری 2018ء

دووں کے دلوں پر سنا پڑا گویا۔

سال بھر بعد ہی عمرہ نے کر زمین کی گود ہری
کر دی مگر ڈرتے داروں میں اضافے کے ساتھ زمین
اور پھر چلی ہوئی۔ وہ عام عورتوں کی طرح صحن... اپنی
نیند پر کی کرنے کے چکر میں ہنسی میں جلدن کے آغاز
کے ساتھ ہی معمول کے کاٹنا ناشرین گرد پڑتی تھی تاکہ
بچی کے معمولات کے ساتھ، جیسے عورتوں کی سی
کسی تمام کام عمل ہو جائیں۔ وہ تمام مگر کیڑے ڈلتے
داروں کے ساتھ بچی کے تمام کام بھی جلدی، عدیلہ
کرنے کی اولین کوشش کرتی۔ اپنی شہرہ کو سنبھالنے کے
محالے میں ملنے والی مدد سے اس نے مگر بھی پریشان کیا
دیکھے بھی بہت دوں بعد اس کو میں کی چھوڑا مہمان آیا
تھا جو کھولنے کی طرح سب کا دل بہلائے رکھتا تھا۔

اس دن بھی اتوار تھا۔ شازل کی فریضی پر اس نے
آلو بھرے پرائے بنائے تھے۔ اس کے بعد
شرہ کی ہاش کر کے اس نے بچی کو شازل کے حوالے کیا
کہ صفائی اور دیگر کاموں سے فارغ ہو کر اسے بھی نہلا
دے گی اور خود بھی فریض ہو جائے گی۔ شازل اسے
دھوپ لگانے کی فریض سے محبت ہے۔ گئی اور وہ بھلاؤ
لے کر لاؤ گے۔ بچی کی کیلنگا جٹ مغزوں کی چھٹی تھی۔
چپاں پٹاؤں کو اور عدیلہ کی لپٹ کاٹنے ہوئے والا ڈراما
دیکھ رہی تھیں۔ سرد صاحب، ابا کی سی مصروف
تھے۔ حارو سے وہ اٹھا تو اب ہاش کر رہا تھا۔ زمین
حسب عادت ایک، ایک چیز بنا کر صفائی کرنے کی تو
باپ کے اشارے پر عدیلہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

”بھائی! نا میں میں کر دی ہوں صفائی..... آپ
بچن کے کام نہ لیں۔“
”اچھا چلو کھینچو۔“ دھنگ بھی کر لیتا۔ میں
جب تک برائی کی پیاز کاٹ لوں..... ”زمین نے
بھلاؤ سے صفائی۔
”زمین تم پیاز کاٹ کر مجھے دے دو۔ میں کاٹ
دیتی ہوں۔ تم دوسرے کام کو کھو۔“ اب کی بار یہاں
کی آغوشیں دکھانے پر دلائل دیکھنے بہو کہ کھولتے فراہم

معمول پر آئے گی تھی۔ شازل کی چٹانیں بھی ختم ہونے
کو تھیں۔ وہ لٹاؤ دیکھنے میں اس کی جھانک سے بچنے بھر
پہلے ہی کھینچ لیا کہ اس کا ہتھم کا تھا۔ صبح کیلنگا
دے کر انہوں نے مغزوں کو بلا کر اس کے ہمارہ کیا تاکہ
وہ بجاؤی تیار ہیں میں زمین کی مدد کر سکے اور پھر برائی
تورے اور اسے کا آڈر دینے کے لیے انہیں کی
کیلنگا میں فن کرنا زمین کو بچا چلا تو اس نے خود کہ
کہ تو رماہ اپنے ذمے لے لیا۔ دھوت میں دلائل دیکھ
اکھوئی نظر انداز کر کے اپنی کپڑی کے ساتھ جو دھوت
تورے کے ساتھ اس نے چکن روشت اور اس ملائی
بھی بنا دی تھی۔ زہمت اور ان کے شوہر نے اس کی بنا دی
ایک، ایک دھوت کی تعریف کی۔ زہمت کی تعریف پر
زمین نے شرمیلی لہجے کے ساتھ سر جھکا کر شکر پی کیا تو
انہوں نے اس کے سر پر شفا نہ ہاتھ کر دیا۔

”اماں! احسن و سیرت اور بیٹے و کھلو ایسے میں
لیکا ہو۔“ وہ رفیقیت اور لڑائی میں کھڑی جنت بنا دی تھی
اور تھیں بچوں کو دیکھ کر یہ احساس تو ہی ہو جاتا ہے کہ
بچوں کی تربیت میں ان کے گھر کے ماحول اور ماں
کی طبیعت کا کتنا اثر ہوتا ہے۔“ آخری جملہ کہنے ہوئے
انہوں نے بھانج پر گہری نظر ڈالی اور زمین کی کار باجی کا
دونوں ہاتھ، بچی جڑ ہوئیں کیونکہ دونوں ہی بات بات
سے واقف تھیں۔ عدیلہ اور اسمر (زہمت کا بچا) کے
رشتے میں اس کی ماں یعنی زہمت کی رخصانہ پر بڑے
نہیں تھی۔ وہ بچی اکلوتے بیٹے کی ضد کے آگے مجبور
ہوئی تھیں ورنہ نہ بچی ہونے کے باوجود وہیں عدیلہ کی
کھنڈر کی اور غیر ڈرتے دار اندھ شخصیت، لٹل نہ بھائی
تھی۔ مگر وہ خوب صورت ہونے کے ساتھ ساتھ بہت
سناٹا کش بھی تھی اور اسمر اور عدیلہ کا بچپن بھی تقریباً
ساتھ ہی گزرا تو اسمر کی اسیت جہانی کی دلچسپی
بچپن، بچپن پسند اور محبت کی شکل اختیار کر گئی دلائل دیکھ
اور عدیلہ دونوں ہی ہند کی پانپدی کی سے واقف تھیں
ایسے میں زمین کی مہارت کے منہ بولنے جھڑپ اور
ادھر سے زہمت تیر کہ اس کے جوہروں کے گن گنا

جاپ ہاں کسی تھیرے کے ساتھ شازل کے ساتھ گھر کا
جائزہ لیتی رہی کہ شازل خود بھی اسے کھ رکھاتے
ہوئے شرمندہ ہو رہا تھا۔ کبھی تھا۔ بھر جال اسے اپنی
ماں، بہنوں کا بھر بھی رکھنا تھا اس لیے وہ خود سے ہی
صفائی دیتا رہا۔
”اصل میں گھر میں سب ہی مصروف رہتے
ہیں ناں اور اٹھنے ایسے ہی عورتوں کا ملازمت کرنا سخت
پائند ہے، مگر یہ تو سچی اور بچے کو بھی کاٹنا ہو جاتا
ہے۔ اور زمین مردت اور لٹا کر مارے، چاچا کر کسی
اس کے خیال کی تردید نہیں کر پائی کہ عورت چاہے
ملازمت پیش ہو یا نہ ہو، اصل چیز اس کی اپنی طبیعت و
مزاج میں پایا جائے والا کھانا ہوتا ہے جو اس کے گھر
کو بچے تو سچی اور بھائی سے کھلو دے رکھتا ہے۔“

☆☆☆
شازل کو یہ مشکل نہیں دن کی چٹانیں ملی تھیں، وہ
ایک ہی شکل میں اپنی ماں کے ساتھ رہتا۔ وہ کیونکہ اس
گھر کے لڑکے اپنا وقتا و دیکھ کر اس کے لیے میں پسند
ہو لانے کی چاہ تھی۔ خود شازل بھی شریف انش،
مہذب اور بھئی طبیعت کا مالک تھا سو اس نے بھی
بخوشی یہ اختیار کئی طور پر اس کو دے دیا۔ اور پھر جب
دلائل دیکھنے کے اپنی کو لیک کی بھائی زمین کو بھی تعریف
میں دیکھ کر اپنی ماں کی فیلنگ کا تو شازل کی قسمت صر
کے گرد نہ لپٹی کہ لٹاؤ کو بھی قبول کیا کیونکہ نہ گھر
شکل صورت کے لحاظ واپس حوروں جیسے حسن و جمال کی
مالک تھی اور ہی خاندان اور سب نسب کی بات تو
پرانے تھکتا کی بنا پر دلائل دیکھتے سب ہی اس
حوالے سے مطمئن تھے۔ تو زمین اور اس کے گھر والے
بھی اس رشتے کے طے ہو جانے سے بہت مطمئن و
سرور تھے۔ یہ شفا نہ تھے اپنے اندھ بڑے اسرار رکھتے
ہیں، اس لیے تو وہ کہتے ہیں کہ ان کو بڑے سے بعد ہی
”کا اصل رنگ اور پودا وٹھک سامنے آتا ہے۔“

☆☆☆
شازل کے بنگا سے اب دم توڑ چکے تھے اور زندگی

اپنے گھر والے برے لگے تھے کہ میں نہیں..... اوتا اوتا
 عیساہی بولی کہ تم اچھوت کہتے ہیں تو بے جاؤ اسے
 یہاں سے۔" یہ لڑاؤ دیکھ کر چوہا، اچھی جا بے
 دامن آئی تھی۔ لاؤ لڑاؤ کا سہرا دیکھ کر ان کا دل داغ ہو گیا
 تھنے سے بھر گیا تھا اور وہ بار بار قاعدہ کا پتہ لگتی تھی۔
 عدیلہ نے آگے بڑھ کر انہیں قہاں تھام لیا۔ زمین جواب تک
 ان غیر متوجہ صورت حال سے بھونچا ہوا کر رہی تھی
 جیسے ایک دم بھونٹ میں لگی تھی۔ اس نے ہاتھ جوڑ کر پھیلے
 شازل کو کہتے ہوئے کہا کہ ایشیا کر اور اس کے پچھلے
 شازل کو کہتے ہوئے بولے۔ پچھلے اور اول فول برآمد ہوا وہ
 اسے بازو سے پکڑ کر کھینچنے ہوئے زبردستی لاؤ لڑنے سے باہر
 لے آئے۔ وہ دل کی بڑبڑ میں اس کے دل و
 دماغ میں کبھی بھی گھر کا شیرازہ سمجھنے کی نیت اور
 منصوبہ موجود تھا کیونکہ خود عدیلہ اور شازل کی اچھی بری
 سائنس دان تھیں۔ گھر وہ اس فکج پر سوچنے پر مجبور ہوئیں
 کرباب یک ایک جو صورت حال پیدا ہوئی تھی اس نے
 اسے گہری سوچ چہار پر مجبور کر دیا تھا۔

☆☆☆

جانی کریسٹن کی شام میں۔ غصا میں خشک و خشک ہنسی
 ہوئی تھی۔ میں اس کے پتے پر خزاں کی آہ کا پتا دے
 رہے تھے۔ ایسے میں اس کا اداس دل اور اداس ہوا
 تھا کہ وہ داخل بدلنے کی غرض سے اور معاملہ غلط
 کرنے کے لیے ہی زمین کے سرے شازل اور
 زمین دونوں کو سمجھا بھگا کر زمین کے نیچے بیج دیا
 تھا۔ مگر جو سردیگ اس گمراہے میں چھڑتی تھی اسکی
 سردیگنیں ہتھیاروں سے پاک ہونے کے باعث جسم کو
 بے تک لپکنا اور سر کرکٹیں۔ مگر اعصاب کو بری طرح
 چٹائی دیتی ہیں اور زمین کی حالت اسکی کرکٹیں ہیر کر
 جیسی کراہک انسانی جسم کی فرائس کے لیے پھیلنے پھرنے
 کے باعث ہو جاتی ہے۔ وہ دھکی یوں ہی بے جان: دوتی
 ہوئی تھا اب بھی وہ دوتا دوتا دینا ہے جانے کب سے خلا
 میں گئے جادوی کب کر کندہ سے نرم کس کے احساس
 نے گویا اسے زندگی کا گمان بخشا تھا۔

عدیلہ میں تو بالکل بائس نہیں لگتی تھی کہ تم کہہ رہی ہو
 کر رہی ہو تم کو انی شل میں کچھوئے تھیں۔ پچھلے پچھلے پرچا جیم
 کتنی جلدی ایک کر جاتے ہیں لاؤ اسے دو میں بیچ
 کر اؤں کو اپنے پہلے شازل سے کاؤ؟
 فرمیں ایک بار مگر عدیلہ سے الگ پڑتی تھی مگر اس
 بار اسے یہ قدم اٹھانا بہت بھاری پڑ گیا تھا۔
 "آپ خود کو اتنا پریئر کیوں کرتی ہیں بھائی؟
 آپ کو لگتا ہے کہ دنیا کی سب سے دھنسی منہ، عالم
 فاضل اور سب سے بڑھ کر عدیلہ اور مصاف تھری
 شخصیت آپ ہی ہیں اور ہم سب ناپاک اور غلط ہیں،
 میں کون سا برسوں سے نہیں نہانی ہو گیا، کیا آپ بچن
 سے براہ راست نکل کر دوتی میں شہر کو ہاتھ میں نہیں
 لیتیں یا اسے پونجی دوتا چھوڑ کر نکل کر کے اور پھر وضو
 کر کے اسے اٹھاتی ہیں، جواب دیں، ہے کوئی جگہ
 آپ کے پاس..... آپ کی تو جیسے صرف ادھر کی صفائی پر
 مرکوز ہے ذرا تھوڑی تو دے اپنے دل و دماغ کی صفائی پر
 دیں جس میں سارا فتنہ بھرا ہوا ہے۔" عدیلہ کا بھرا
 ہوا زہر آواز بوجھ کر شازل کو کھنکھاتا گیا۔
 "عدیلہ یہ کیا بد تیزی ہے..... تم کس طرح بات
 کر رہی ہو بھائی بھالی ہے؟"
 "ہاں! آپ کو تو اب ہم بد تیزی نظر آئیں گے۔
 کیونکہ ہاتھ تو تمام صفائیں سے نرہ ہیں، کیا اب،
 تو آپ کو ای کے کاموں اور کاموں میں جب نظر آنے
 لگا ہے کہہ رہے تھے ہاں کل بھالی ہے کہ اسی مومنے
 پر اٹھے جانی جانی تو نشا تم ہی بنایا کرو۔" عدیلہ نے
 بدستوری لہجے میں کہا۔
 "تو تم چھپ کر بائیں سنتی ہو ہماری....."
 شازل مزید تپک رہی۔
 "جی نہیں، مجھے کی شوق نہیں..... میں کل مک
 گے زرد رہی تھی تو سن لیا تھا۔" وہ دودھ بولی تھی۔
 "بہت بد لحاظ ہوئی جا رہی ہو تم۔ بند کرو اپنی
 زبان....." شازل غرایا۔
 "تم بند کرو اپنی زبان..... اس عورت سے پیچھے

ہیں کچھ دھیان آپ خود اپنی رکھیں۔ ورنہ ہمارا خیال
 کون رکھے گا..... آخری جملہ انہوں نے زہر لب
 سکرانے ہوئے کہا تو جو، بچی کے سامنے شوہر کی
 در بانی پر لڑاؤ دیکھ کر شازل بولیں اور غصا دینے کو دیکھ کر
 عدیلہ خشن اور عاصر کے چہرے پر کئی کراہت کھیل
 گئی۔ لیکن منظر بدلنے کا یہ وقت مختصر تھا جیسے کہ
 سرخ بادل جھلک دکھا کر قاتل ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ
 جب ایک مرتبہ لحاظ اور مردوت کی دیواروں میں درواز
 بڑھتا تو پھر زہر میں بھی کرکٹیں کی شل اختیار کرتے
 گئی ہیں اور اسی طرح رشتوں کی عمارت زمین یوں
 ہونے لگتی ہے۔ اس دن بھی کچھ ایسا ہی ہوا جب شازل
 طبیعت کی تازگی کے باعث گھر کا تھوڑا بہت دور
 کرنے کے لیے دی کے آگے بیٹھا جھیل بدل، اچھا
 کیونکہ ایک سب تو کاموں پر تھے اور زمین کھانا پکانے
 میں مصروف تھی۔ ایسے میں وہ شہر کو کوبی کر رہی تھیں
 کرکٹاتے اور زمین کی شازل کے پاس رکھ آئی تھی۔
 شازل دھتے، دھتے سے اسے بھی جت چکا رہا جارہا تھا وہ
 اب باجی ادا کی ہوئے کوئی تو تلقا کرنا ہی مادی تھی،
 رہا جس کو دیتی تو کھیلنے والے کو ذرا ناخوش شازل اپنی
 طبیعت کی کرانی کے باوجود جواب سے بھائی آگے
 کی؟ "یہ عدیلہ کی جو لہجہ، اچھی یہ تیزی سے دامن
 آئی تھی۔
 "ہاں بہتر ہے اب۔" شازل نے مومنے کی
 پشت سے ٹک کھاتے ہوئے کہا۔
 "اور میری تمہی گڑھا، پیچیدگی چاہن کسی ہے؟"
 عدیلہ نے یک اتار کر مومنے کی سائڈ پر رکھا اور شہر کو
 کا پتے سے نکال کر گھر میں بھرا لیا اور چڑچڑاہٹ اس کے
 گال جوڑنے لگی اسے یہ بھی گڑھا پڑی ہو چکی تھی۔ اسنے
 میں زمین اس کی فیڈر بنا کر لاؤ لڑنے آئی تو عدیلہ کو شہر
 کے ساتھ تھپتھپا کرتے دیکھ کر فوراً اس کی طرف لپکے۔
 "اؤوہ..... لڑکی کی لڑکی ہو..... اچھی باہر سے آئی ہو
 دھول مٹی، بیٹے میں آئی اور مصدم کو کو گویا اٹھایا۔

ڈانگ بھیل کی کرسیاں بھی ہٹا لو۔ جتنے میں ایک بار تو
 ڈانگ کی صفائی ہوتی ہے تم از کم باہر اور گھر والی
 صفائی میں فرق تو نظر آئے۔ سائیاں تو انھوں میں اسکی
 دھول چھوٹی ہیں کس پر کھڑے وہ کبھی کام کر اؤ تو
 بھی نہیں دیکھیں پھر اسی، چھوڑی دی دیتی ہیں۔ اب دیکھو
 میں سائیاں اس کے گھر کی تو صفائی کو تو اور چھوٹل
 دلی گھر میں کیا چھوڑ کر تھی اور کبھی شہر شہر ہوا ہے
 ہی دھول مٹی میں آتی ہے ہر شے۔" زمین نے تو بات
 براہے بات کی مگر اب عدیلہ سے کچھ لڑاؤ دیکھ کر مومنہ
 بھی اس کا صحبت نامہ سن کر کڑکڑا گیا تھا۔
 "تم کہنا کیا چاہتی ہو زمین..... جنہیں اس گھر
 میں آئے تو بڑھ سال ہوا ہے تو کیا اسے پہلے ہمارا
 گھر صاف نہیں تھا۔ جواب تم نہیں سلیفے خریدنے کے
 سبق پڑھانے لگی ہو۔" وہ بھگ کر بولیں۔
 "یہی برابر ہے مگر انہیں بھی وہ تو کس اپنی عادت
 جیسے گڑے مڑے کو دیکھ کر وہ بڑبڑاتی کیونکہ جیتنا اس کی
 نیت کی کو نیچا دکھانے کی ہر کرکٹیں بھی وہ تو کس اپنی عادت
 سے مجبور ہیں۔ وہ حیران پریشان تھی کہ کیسے اپنی پریشانی
 کھینکے۔ کرباب تو منہ سے لفظ نکلتے تھے اور کمان
 سے تلے کھڑکی کی طرح ان کی دامنیاں کھنکھاتی۔ ایسے میں
 اس کے سر صاف نہ اس کی کہ تھوڑی سی کیونکہ
 انہیں معلوم تھا کہ عروں کے اس قسم کے تدبیر نکال کیونکہ
 مرد عورت کی اختیار نہیں کرے اور دوسرے سے کام نہ لے تو
 گھر کا شیرازہ بھرنے میں ہرگز نہیں لگی۔ سو تھوہوں نے بطور
 نظری لپکا کا نام لیا۔

"عدیلہ بیٹا، بھائی تم سے بڑی ہیں تمہارا اب و
 لہجہ ہماری تربیت کا عکاس ہونا چاہیے آئندہ اس کا
 خیال رکھنا اور نہ تو تم سے بھی سنی امید کرنا کہ تم
 اپنے گھر کی تربیت و پرورش کی لاچ رکھو گی۔ اور
 لڑاؤ دیکھ لگتا ہے آپ اپنی دوا میں معمول کے مطابق
 پابندی سے استعمال نہیں کر رہی ہو کر نہ آپ کو کس نے
 پہلے اس مزاج میں تو نہیں دیکھا تھا۔ آپ تو خاص برد
 باز قسم کی خاتون ہیں، بہو، بیٹی تو آپ کا خیال رکھ رہے

وہ ساحل کنارے ایک اونچے پتھر پر بیٹھا ہوا تھا۔ اسے وہاں بیٹھے کئی گھنٹے گزر گئے تھے۔
 ”ایسا کیوں ہوا میرے ساتھ؟“ اس نے ایک

اگر پورٹ سے نکلے ہوئے اس نے اپنا بیگ
 دائیں ہاتھ سے بائیں میں منتقل کیا تھا۔ جہاز کے لینڈ
 کرنے وقت اس کا دل زور، زور سے دھڑک رہا تھا۔
 آج ڈیڑھائی سال کے بعد اس نے اپنی سر زمین پر قدم
 رکھا تھا۔ سامنے کھڑے کیسی والے کو آگے بڑھ کر
 ایئر لیس بتا کر وہ اس میں بیٹھ گیا۔ دل عجیب طرح سے
 خوش تھا۔

”کیسی ہوگی وہ؟“ اس نے سیٹ کی پشت سے
 ٹیک لگا کر آنکھیں موند لیں۔ ”خوب لڑائی کروں گا“

محبت لفظ تھا میرا
بشری سیال



نہیں ہے، بات ہے محض اپنے نظریے اور موقف کو درست جانے اور ماننے کی۔.....! حجاب سے پہلے تم مجھے ایک بات بتاؤ کہ اگر کوئی تمہیں تہوارے منہ پر برا بھلا کہے تو تمہیں کیسا لگے گا۔ تم قصور وار ہو یا نہیں ہو۔“

”ظاہر ہے اسی بھائی کے لئے کہ.....“ ”تو نے من کہا۔“
 ”ہائل ٹھیک۔ تو یہ بتاؤ کہ تمہاری ساس، منہ
 کیسے تمہارے قہرِ درست کرنے کے احکامات کو بلا چون
 چرا... ان لیں۔ بیٹا ہمارے معاشرے کا تو چٹن ہی
 ایسا ہے کہ بھوک ہی سچا ایل میں ایلے جھٹ ہوتا پڑتا ہے،

تم نے اس میں کس کے برس چلا کر دیا کیا تو ظاہر ہے
 تمہاری گوت تو جتنی ہی تھی۔ دوسری بات یہ چننا کہ ہر
 چیز آہستہ، آہستہ ہی اثر پذیر ہوتی ہے۔ ڈاکٹر کی بیماری
 کے لیے دواؤں کا نتیجہ دینا ہے تو تمام دواؤں میں ایک ہی
 دوا میں کھانے کے لیے تو تمہیں دے دیتا ہوں بلکہ تمام
 دواؤں کو اس کی صورت میں ترتیب دیتا ہے۔ اس کا
 طرح جب بچوں کو دوا دینا چاہتے ہیں تو تم نے
 اس طرح اس میں، شیرین شالی چاہنے کی کوشش
 کرتے ہیں..... کیوں ٹھیک کر دی ہو ان..... بس
 یہی صلاح نامزد تہی رہی مدعی میں بھی اپلائی کر دو۔“ تم نے
 زور دیا کہ یہ کام اپلا۔“

زمین نے شادی شدہ زندگی کا آغاز کیا تھا اور
 دربارِ حکیم زندگی کی جس میز پر موجود تھو وہ خبریوں کا
 نچوڑ بھی سودہ مہاراجہ زمین سے مل کر نہیں دے رہا تھا اور
 راجی کے سوالوں کی طرح اسے گڑبڑا دے رہا تھا وہ
 انہوں نے کسی تجربے کا راستہ کی طرح منٹوں میں مل
 کر دیا تھا۔ وہ اس کا دربارِ خشتیا کر چوٹے پر چڑھی
 ہانڈی دیکھنے والیں اندر چلی گئیں تو زمین نے ایک کھری

ماس کے کمر گہری مسکراہٹ کے ساتھ سر اٹھا کر ادا ہے
 بے درختوں کو دیکھا جہاں کی شاخوں سے پسیدہ ہے جگر
 بچے تھے تاکہ خوشیاں پھولوں کے گننے کی جگہ بن سکے۔
 انتظار تو بس ان کی نسرے سے آبیاری کا تھا۔ وہ ایک
 مزم کے ساتھ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

”زمین چٹا..... ایسے کیوں بیٹھی ہو۔“ ماں کی دم آواز نے گویا اس کے وجود کو کھلی چادر میں ڈھانپ لیا تھا۔ اس کی آواز گھوٹ کر ہو گئی تھی۔

بہن! ایسا ہی کیا۔ اس کے روبرو بیچے پر
 سناٹا سا ہاتھ سمانا چاہی مگر وہ ماں تھیں۔ بند آنکھوں سے
 دلواد کے دل کا حال جان لینے والی تھی۔ اولاد کو کوسوں
 دور دوری میں موجود وہ اور بے سکون دے بیٹھیں وہ تو ماں کی
 باتوں کی نیند اڑ جاتی ہے۔ وہ تو پھر مغموم چہرہ اور اولاد اس
 بیچے پر ان کے سامنے موجود تھی۔

”چنانچہ دل کی بات جب تک کہو
خدا کیسے پاؤں اور دے گی ہم دونوں تو
دوستوں کو طرح چیزاں۔۔۔“ فخر کو روٹا کھینک اٹھا
”مرح اول تو چھوڑ دو! اچھی کانٹا کوئی نہ کوئی حل نکال آئے گا
مگر نہ کم از کم تم کی پہلی ضرورت ہو جائیگی۔ اپنے دل د
مناج کو بوجھ میں سے آزاد کر دو کہ تمہارا جسم پہلے کی
مرح جاتی و چوند ہو جائے۔“ زخراہ کھینکے اپنے
”میں نے یہ سب عداوت جبر سے لکھی تھی کہ اگر ان کی خفیت کا
ادب تو حق منقول ہے۔ نہیں ان کی کٹھن کی تھی اور انہوں
دوست رکھا تھا کہ اسے ہمیشہ دل کی بات کہیںے

میں آسانی رہے اور ہر کوئی امتحان ہموار سے دھوپنا پڑے۔ حقیقت میں زندگی میں غم و گسار اور مخلص دوستوں کی موجودگی کسی نوبت خداوندی سے کم نہیں ہوتی۔ یہی وجہ تھی کہ جب زمین نے زندگی ہوئی آواز میں خود کو بوجھ سے آزاد کیا تو غم و پست میں ڈوبے لفظ خاموشی کی قید سے رہائی پا کر زمین کے جسم و جاں پر جمائی ہر درد کی احساس کافی حد تک چھٹ گیا۔

”اب آپ ہی بتائیں ای.....؟ میں کہاں غلط ہوں؟“ شازل کبھی کبچہ نہیں کہتے..... ان کی خاموشی سے تو مجھے یہی لگتا ہے کہ میں مجرم ہوں مگر کوئی میرا قصور بھی تو بتائے؟“ وہ سخت الجھن کا شکار مکی۔

نہیں ملکتوں سے بنتا ہے پھر..... بیٹابا بات غلط ہونے کی

دھمکنس غلڑا، اس نے شائوں پر چادر کو درست کیا۔ جب دکھ اور پریشانی میں کوئی سناھو دینے والا نہ ہوتا ہے اور بھی بڑی گنتے کی ہے۔ مگر جب کوئی آپ کا اپنا، آپ کا اس طرح خیال رکھے، آپ کی تکلیف کو آپ کی طرح ہی محسوس کرے تو بہت اچھا لگتا ہے۔ اس نے منمن نظروں سے گزارا کو دیکھا۔

اس کی سائنڈ نے تم کو طائر بنا دیا ہے۔ وہ ہولے مسکرائی۔

وقت بڑا استاد ہے، پہلے امتحان لیتا ہے پھر سبق دیتا ہے، ڈکری کوئی نہیں دیتا، ہاں بہت سارے تجربات سکھا جاتا ہے۔ وہ پھر غلاؤں میں گھور رہا کوئی، اس کی انتہائی درد دکھ آواز ابھری۔

پھر لطفہ..... وہ ڈپر پرب بڑائی مگر عاراب نے غور نہیں کیا۔

پتھاری کوئی..... سر جائے گی۔ وہ ہمدردی سے نرم لہجے میں بولا۔

چھوڑ دمی کوئی کتم یہ تانا۔

نہیں قزاق..... وہ احتجاجا جے ٹوک گیا۔

محبت تو محبت ہی ہوتی ہے ناں..... چاہے انسان کی انسان سے ہو یا پھر کوئی کی ڈار سے یا پھر کسی چاند سے۔ تینوں کا درد تو ایک ہی ہے۔ وہ مختصر نظر آ رہا تھا۔

میں چاہے بنا کر لائی ہوں..... اس نے کوئی جواب نہ دیں برا تو اٹھ کی۔ نفاشیں چکر کاٹنے، کانٹے کوئی بدم کو مگر بڑی ہی۔

وہ..... عمارت نے ایک غنڈی سانس بھری۔ شاید یہ محبت کا بھی انتہا ہوتا ہے۔ اس کا دل بھرانے لگا۔

قزاق..... وہ اسے پکارنے لگا۔ قزاق..... اس کی دھنن زدہ گھبراہٹ ہوئی آواز سن کر وہ گھبرا کر بھاگتی آئی۔

کیا عوام عاراب؟ اس کا بدن ہولے، ہولے کانپ رہا تھا۔

کوئی..... محبت..... سر مگی.....

باہر آگئی آج بجلی بارود ما سے ہارن ہوئی تھی۔ راکٹروں..... انہوں نے پکارا، وہ خاموشی سے اُن کی طرف دیکھ رہی تھی۔ انہوں نے اس کے سے ہوئے چہرے کو دیکھا تھا۔

میں تمہاری دشمن نہیں ہوں..... اس نے ایک کھوکھو کناس نظر اُن پر ڈالی اور باڑھ لگی۔

☆☆☆

پتھو..... وہ خیالوں میں مگن ہو چکا ہوا تھا، تھائی کے لمحوں میں وہ آسمان پر مائل ہو گئیں کے غول کو بھونک دیکھا۔ اس غول کے جانے کے پھر وہ ابھو گیا تھا کوئی اور سے وہ پڑیانی کے عالم میں اڑتی پھرتی تھی۔

تم؟ اس کے پکارنے سے عاراب کا ارکاڑا ٹوٹا تھا۔ میں سوچوں میں مگن ہوں..... وہ کسی لاکر اس کے قریب پیٹنے ہوئے ہوئی۔

کوئیوں کا غول آٹھ لکھ گیا، ایک کوئی اس سے پھرتی ہے اور پھر اُڑا کر پھرتی ہے، انہیں ڈھونڈ رہی ہے۔ وہ اب بھی غلاؤں میں گھور رہا تھا۔

چھوڑ دیارن پر ہوں، کوئی طبیعت کا تانا؟

اس نے عاراب کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

کوئی نہیں جانتا وہاں ہوتی ہے، آپ نے غول سے پھرتے ہوئے بہت چلدر جاتی ہے۔ اس کی سناٹا میں

نے سنی ہی نہیں تھی۔ بجا کر غول کی پروا نہیں ہوتی، انہیں تھائی کا درد نہیں ملا ہوتا ناں؟

یہ تو بھئی ہوئی پھر..... اس نے اختلاف کیا۔

مجھے کیا لگتا ہے قزاق..... مجھے میرا دل بھی محبت کی مانند ہے، تم مجھ سے دور جاتی ہو تو بہت شور مچاتا ہے، اور پھر سر پٹتا ہے، غریب ہوتا ہے کہ یہ بند ہو جائے، تم آ جاتی ہو..... بات کو اوجھڑا چھوڑ کر وہ غلاؤں میں گھورتے لگا۔

سرزدی بڑھ رہی ہے اور تم نے سوسٹر بھی نہیں پیارا، پتھار ہونے کا ارادہ ہے؟ اس نے شائوں پر پھیلائی چادر تار کر عاراب کو اڑھڑا دی۔

سوال کر رہی تھی یا خود سے.....

وقت پر اعتبار نہیں ہا، حالات پر ہر ماہر کو ہے ہوئے ڈر لگتا ہے قزاق..... جب بھی تو سب بھوکھ تھا ہاں پھر کیا ہوا؟ ایک حادثہ..... اور جب آہیں ٹکس تو مجھے بتایا گیا کہ میں اب کل نہیں سک..... شروع میں تو مجھے کہ تھا میں مر جاؤں گا، میں اس طرح باج ہو کر کیسے ہی سکنا ہوں گرفت نہیں سب کچھ کھاتا ہے، زبردستی چیزیں کھین کر چلاتا ہے اور ہارے دھونے دھوے اور احتجاج کو کسی خاطر میں نہیں لیتا، پلٹ کر دیکھا بھی نہیں..... اتنا بارود بول کر اب وہ ہانپنے لگا تھا۔ قزاق کا دل پیٹنے کی سعی میں لے کر کسل دیا تھا۔

محبت کسی چیز سے خرد ہوا نہیں ہوتی..... میرے لیے تو جو پہلے سے دی اب بھی وہ سوسلطت ہو چکا..... اس کا لیے جھپٹنے لگا۔

تو کرم تجری زنگی سے کل جائیں تو میں نہ پاؤں..... اسے شدید ایکسینٹ سے صرف تھا ہارے لیے بچ کر آیا ہوں، ابھی مجھے تمہارا چھوڑنا..... ہر وقت اندیشوں کے سیاہ، ناگ اس کے اور گرد مٹلاتے رہے، اسے سناھو وہ سے بھی پریشانی رکھتا تھا۔

وقت جیسا بھی آ جائے عاراب، مجھ پر بھی اعتبار نہ ہو کر کوئی نہ..... اس نے لمبی جھڑپ کوئی تھا، عاراب ہر تن کوئی تھا..... میرے لیے اس دنیا میں ناام کے بعد ہر شے سے زیادہ تم اہم ہو..... شام ڈھلنے لگی تھی۔ وہ بھر کا تھا ہمارا سورج اب مسند کے پانی میں نہانے کے لیے اترا تو اس کی لہروں نے عکاسی اس کی شامیں سرخی ہاں ہو کر مسکس ہو رہی تھیں، یہ نظارہ نظروں کو بہت بجلا معلوم ہو رہا تھا۔ وہ دونوں اٹھ کھڑے ہوئے۔

☆☆☆

شام اپنے پر پھیلا رہی تھی۔ وہ اپنے کمرے میں لیٹی ہوئی کی، بہت دیر رونے سے سہماری ہو رہا تھا۔ انھوں نے سب سے ہوئے پہلے سرخ ہو چکے تھے، اس نے اپنی گاڑی کی چابی اٹھائی اور قلیٹ سے

بھرا اٹھا کسمندری میں پھینکا تھا۔ مسند کے نیلے بیٹے پر تڑپتی لہریں جاتے کہ بات پر پھر رہی تھیں۔

مگرتم بدھ ٹھیک کہتا ہے، دنیا دکھوں کا گھر ہے۔ اس نے ایک طویل اور کھری سانس نفا کے پردے کی..... کوکھ بیٹھ مسوت کی طرح انسان کا پیچھا کرتے رہے ہیں، غنڈیوں کو کھانے کی کوشش کرتے ہیں، ہاں اگر کوئی انسان کا ہتھوڑے تو خوشیاں کیوں آتی ہیں چند لمحوں کے لیے..... قزاق خاموش بیٹھی اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

آج تم بہت خاموش ہو، کیا تمہارے پاس کہنے کے لیے ایک لفظ بھی نہیں؟ میں ترس گیا ہوں تمہاری آواز سننے کے لیے..... اچانک اس نے بہت دیر سے خاموش بیٹھی طرزا کو دیکھا۔

مجھے سوچ کی مسندوری سے ڈر لگتا ہے، لو لے، لنگڑے خیالات پریشان کرتے ہیں، تمہاری جسمانی مسندوری سے مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا..... اس نے گہری سچیدگی سے کہا۔

تم جھک جاؤ گی اور پھر پیر اور ہوا جاؤ گی، کب تک ایک مسندور شخص سے محبت کر دو گی، اور میں ڈرتا ہوں اس وقت سے جب تم مجھ سے ٹک آئے لگو کیونکہ قزاق..... اس نے خوب بھڑکنا تھا، قزاق نے جتنی سے اس کی طرف دیکھنے لگی..... میں نہیں چاہتا کہ تمہاری محبت ایک مسندور شخص کو سنبھالے، سنبھالے تمھیں چھوٹے اور وہ مسکس بیزاری پر کھارے سب سے چھوٹے لگے..... کیونکہ قزاق..... وہ بولے، بولے، بولے تمھیں تھا..... جب کوئی میں رشتوں کے لیے بیزاری آ جاتا ہے ناں تو میں اس وقت سے برا کوئی وقت نہیں ہوتا..... آج سے پہلے وہ بھی اتنا مجھ سے نہ ہوا تھا..... دونوں کے درمیان ہر وقت لمبی مذاق چلتا رہا تھا۔ خوب الجھنا کرتے تھے مگر عاراب قزاق کی ایکسینٹ اور پھر ایک ناگ سے مسندوری نے دونوں کو مٹی کر دیا تھا۔ عاراب کا پورا خاندان حاسنے کا شکار ہو گیا تھا۔

نہیں مجھ پر اعتبار رکھیں؟..... جانتے وہ اس سے

”دوبارہ جب بچوں کا جب تمہارے پاس آؤں گا۔“ فلزا اور کسی کو واپسی حالت پر شہر ہوا تھا۔
 ”بہرے دیوانے ہو۔“ وہ ہنسی سی ہنسی ہنسنے ہوئے بچن میں چلی گئی۔
 ”.....“ کچھ ہی دیر میں اس کی دایہی ہوئی تو ہاتھ جس چائے کے مہاب اڑاتے ہوئے ٹھکے تھے۔ ”بھئی نئی چائے؟“ کپاے کچرا کو وہ پاس ہی بیٹھ گیا۔
 ”ہوں.....“ اس نے ایک سہا لپا۔ ”بہت اچھی۔“ اس نے کپ کو دوبارہ بلیوں سے لگایا۔
 ”بیش کی طرح.....“ ایک اور چوتھا سہا لپا۔
 ”.....“ اس نے عارب کی طرف دیکھا۔ ”ہاں چائے پیا کرنا، اسطری کے ساتھ تو ضروری ہوتی ہے اور پھر.....“ اس نے کپ کو بلیوں سے لگا کر سہا لپا، عارب اسی کو دیکھ رہا تھا۔ ”سرو ہی تو بہت ہوتی ہے ہاں۔“ اس نے سمجھا تھا۔
 ”میں سمجھتا ہوں۔“ وہ بے بسی سے بولا۔ ”مجھے مجبور مت کرنا، میں تمہاری بات نہال نہیں سکتا۔“ اس نے کپ کو بلیوں سے لگایا۔ چائے سے ابھتی مہاب نے کچھ کھینچ کر کہا اس سے درگزر کرنا تھا، وہ اسے دیکھنے لگا۔ فلزا کو اس کے پاگل پن سے خوف آ رہا تھا۔
 ☆☆☆☆
 فلیسی اڑ پورٹ کی طرف رواں تھی، وہ دونوں بالکل خاموش بیٹھے تھے۔
 ”کچھ بول لو۔“ بجاڑ کی رواجی سی کچھ ہی دیر باتی ہو گئی۔
 ”اپنا بہت سا خیال رکھنا۔“ اس کی آواز میں آنسوؤں کی آغوش تھی۔
 ”تم بھی..... اپنا خیال رکھنا۔“ اس نے..... حتیٰ مکان آواز کو بائیں رکھنے کی کوشش کی۔
 ”میں نے بھی تمہارا دل دکھایا ہوتا صاف کروینا مجھے۔“ وہ دونوں ایک دوسرے کی آنکھوں میں جھانکنے لگے، گو ایک دوسرے کے چہروں کا کچھوں میں محفوظ رکھنا چاہتے ہوں۔

”خود سے ملے ہوئے ایک عرصہ گزر گیا۔“ اس کی نظریں سامنے والی پتنگ پر پڑی ہوئی تھیں۔
 ”تم انیم لپا اے مکمل کر کے دایہی آ جاؤ گے تب کچھ بہت اچھا ہو جائے گا۔“ اس نے اعداد بندھائی۔
 ”مگر دراز بانگ کر لائے چار دن دو آزدو میں کٹ گئے اور انتظار میں.....“
 وہ زرخند ہوا تھا۔
 ”وقت اچھا بھی آئے گا تاہم.....“ غم نہ کر ڈھکی پڑی ہے ابھی“
 فلزانے فوراً کہا۔
 ”بس آئے گا، ہوگا، ملے گا۔“ ہمیشہ انتظار لا حاصل..... اور بھی، کبھی بہت سارا وقت گزرنے کے بعد انسان کو پتا چلا ہے کہ وہ سہا لپا کے پیچھے بھاگ رہا تھا۔ مجھے انیم لپا کے نہیں کرنا فلزا۔“ اس نے اچانک کہا۔
 ”میں خفا ہو جاؤں گی۔“ وہ اس سے دور ہونے لگی تو عارب نے اس کا ہاتھ پکڑ کر دکا۔
 ”فونے ہوئے انسان کو بدست تو زوردار“ اس سے دوری کا ضروری عارب کے لیے سہا لپا ہوا تھا۔
 ”بھئی فونے سے بچنا ہی تو چاہتی ہوں۔“ اس نے عارب کے ہاتھ کوڑی سے سہا لپا۔
 ”تم تو جتنی جیس کر وقت کو کبھی اپنے اوپر سے درمیان حاصل نہ ہونے دوگی۔“ پھر اب ”بات اوسوی چھوڑ کر وہ اس کی طرف دیکھنے لگے۔
 ”دراصل ماما بھی یہی چاہتی ہیں کہ تم باہر چلے جاؤ، میں بھی جانتی ہوں کہ تم سیٹل ہو جاؤ، کچھ میں جاؤ، اپنے پاؤں پر کھڑے ہو جاؤ تا کہ میں کسی کا بیج نہ بن جاؤں۔“ اس نے راسیت سے سمجھایا۔
 ”آ.....“ اس کے منہ سے سہا لپا نکلی تھی۔
 ”چائے پیو گے؟“ وہ اٹھنے ہوئے ہوئی۔
 ”ہاں، آخری بار.....“ اس نے فلزا کے چہرے کو نظروں کے حصار میں لیے ہوئے کہا۔
 ”آخری بار کیوں؟“ وہ مڑی۔

”اور اگر میں دایہی نہ آ سکا تو؟“ وہ اس کی آنکھوں میں جھانکنے ہوئے استعمال سے بچنے لگا۔
 ”تم آؤ گے..... اور ضرور آؤ گے اور اگر مجھ سے دور رہو تو کہیں خوشی ملے تو تمہاری خوشی کے لیے مجھے یہ بھی ملے۔“ اس کے اب کپاے کچرا ہے مگر ابھی نہیں کوئی اور ہی کہاں مل ساری نہیں۔
 ”بہت آزار دہناؤں میں بیچ رہی ہو تو نہ آؤں تو کچھ نہیں کرنا۔“ وہ کچھ ہاندرہ سا۔
 ”خوش سہی کا قول ہے۔ دوست ہو یا پرندہ، اسے آزار چھوڑ دو، لوٹ آیا تو تمہارا..... اور اگر نہ آیا تو تمہارا تھا ہی نہیں۔“ وہ بولی۔
 ”تم تو مجھے آزار کر رہی ہو، اپنی محبت کی قید سے۔“ وہ ڈی کپاے کچرا ہے پکڑے ہوئے بولا۔
 ”بھئی، اس نے فونے کو ایک عام بات ہے، میں تو ہمیشہ تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔“ اس کے بعد دونوں کے درمیان ایک لمبی چال ہو گئی تھی۔ جبکہ باہر تیر ہوا کا شورتھا۔
 ☆☆☆☆
 آج رات دو بجے اس کی رواجی تھی۔ وہ اپنے کمرے میں آنکھیں موندنے لگا ہوا تھا۔ بس اب تیری سے اس کے اوپر پڑا تھا۔ کچھ اس کا کچھ بے چنگک رہا تھا۔ وہ چپ لپا جھٹ کی کڑیوں کو کھور رہا تھا۔
 ”بیٹو عارب؟“ فلزا اندر داخل ہوئی تھی۔
 اس کے آگے سے اس کی انداز میں کوئی فرق نہیں آیا۔ ”تمہاری بیٹنگ تو کل ہی مکمل ہو گئی۔ اب صرف تمہیں تیار ہونا ہے۔“ اس نے آگے بڑھ کر کڑیوں سے پوچھ پچھائے۔
 ”بھئی ہوں؟“ اس نے دانستہ فلزا کی طرف دیکھنے سے اجازت لی۔
 ”فائن.....“ وہ خوش دلی سے مسکرائی۔ ”تم کیسے ہو؟“
 ”تمہیں.....“ وہ نیم دراز ہو گیا اور بیڑ کر اڑوں سے ٹیک لگائی۔ فلزا اس کے قریب ہی بیٹھ گئی۔

”ہار گئی۔“ وہ بیانی اعزاز میں چلائی۔
 ”جست دیکھیں عارب.....“ وہ پانی لے آئی۔ کپاے کچرا، سارا دل گھر بیٹھے چائیں کیا سوچے رہتے ہو۔“ اس نے گلاس اس کے بلیوں سے لگایا اس کے چہرے پر شہیدانیت کا اثرات تھے۔
 ”آؤ، اندر بیٹیں۔“ اس نے بے سہا لپا اس کے قریب کرتے ہوئے کہا۔ وہ دیکھ بیٹھی وہ اس سے باتیں کرتی رہی تھی۔ اس کا دھیان مٹانے کی پوری کوشش کی تھی۔
 ☆☆☆☆
 ”مجھے نہیں نہیں جانا فلزا.....“ وہ خند ہی بچوں کی طرح ہنس رہی تھی۔
 ”تمہیں جانا ہوگا، میرے لیے، اپنے لیے.....“ ہارے نے دانے لک کے لیے۔“ اس نے سمجھا تھا۔
 ”تم تو کہتی ہو کہیں میرے مندر ہونے سے فرق نہیں پڑتا۔“ وہ صحت بولا تھا۔
 ”ہاں۔ لیکن تمہاری سوچ ٹیکو ہوتی جا رہی ہے، سوچ کا healthy اور یوز ہو بہت ضروری ہے اور پھر بول گئے کہ خود کو آف کیلنڈر سے انیم لپا کے کپاے کچرا خراب تھا۔ اب اس کی تعبیر کا وقت آیا ہے تو تمہارے ہمارے ہو۔“
 ”وقت بہت بدل گیا ہے فلزا.....“ اس کا ٹوٹا۔
 کچھ اچھا فلزا کو اس کر گیا۔
 ”وقت نہیں، تم خود بدل جاتے ہیں، ہماری جگہ، ہماری گھر اور ہماری ترجحات بدل جاتی ہیں، جس کل چیز کے لیے تمہیں زیادہ کر رہی ہو رہے تھے، آج کل رہی ہے تو ہمارا ہی مت دکھانا۔“ اس نے مٹانے کی ہر کوشش کر ڈالی۔
 ”تم مجھے خود سے دور بھیجنا چاہتی ہو؟“ وہ اداسی سے مسکرایا۔
 ”میں تم اسطری کی کپیٹ کر کے اور اپنا علاج کر دو کر جلد واپس آؤ۔“ اس نے دل کو قہار کر لے کر مضبوط بناتے ہوئے کہا۔

سنسوی باتیں

ہزار میں میں ٹھہری ایک باتوں اور باتوں کو کیا۔
چوں جیسے وہی سنسوی کے کیڑی جیسے ہیں۔
ہزار گناہ سے تو بہ کرنا واجب ہے مگر گناہ سے
بچنا فرض ہے۔

مذہب سے بڑا گناہ وہ ہے جو کرنے والے
کی نظر میں چھوٹا ہو۔

مذہب صرف پتہ کی سواری کا نام نہیں بلکہ ہر
وہ چیز جو آپ کے دل میں اللہ سے زیادہ اہمیت اختیار
کر جائے۔ وہی مذہب کا بت ہے۔

مذہب دنیا میں ہر گز سے جیت سکے جو مکر اس
سے نہیں جیت سکتے جو تہا سے لیے جان ہو جو چہ ہمار
جائے۔

مذہب دل اور نیت صاف نہ ہو تو اسے ہر چہ ہر چہ
محراب نہیں دیکھتا ہوتا ہے۔

از: مباحثہ فیما بینا لولی

سے بھلاؤ میں تم سے دور رہو اس پر دہیں میں مرنا نہیں
چاہتا، مجھے شہادت سے تمہاری کال کا انتظار ہے۔ گا۔

تمہارا عاروب۔۔۔۔۔

خود کھٹے، کھٹے اس کا دل بھرا آیا۔ سے پوسٹ
کرنے کے بعد وہ دل کھٹے لگا، جلدی اسے پاکستان
سے خط وصول ہوا تھا۔

”انی ذی عاروب سدا خورش رو۔

سدا خورش رو

سواری تم میری وجہ سے پریشان رہے، میں بھی

کیا کرنا، ایک طرف تم ہو تو دوسری طرف لانا، نہیں ہیں

جان کر دکھ ہو گا کہ مانا تم سے کال پر بات کرنے

سے منع کیا ہے، وہ کہتی ہیں کہ جب عاروب اپنی اسطولی

سکینٹ کے کے دواہن اپنے پاؤں پر چل کر آئے گا تب

بات کرنے کی اجازت دوں گی۔ تم پریشان نہ ہوں۔

تم کبھی تھیں کہ تم میری راہ آئے تھے دلی برحق

”تمہارے پیچھے اس قدر کیوں ہے؟“ وہ پوچھے
پتا نہ ہو سکا۔

”میں دل رہا ہر گز ہوئی تھی۔“ اس نے غلت میں

فون بند کر دیا، عاروب بہت دیر وہیں لیٹا رہا، کچھ بھی

کھانے کا سامان نہیں ہو رہا تھا۔

اگلے دن کلاسز اینڈ ڈس کے وہ اپنے کسی خصوصی

حصے میں آ گیا تھا، یہ ڈیپارٹمنٹ کی ایک سائڈ تھی،

پوری طرح خاموشی اور پرسکون، اس نے سونپا

ٹکال کی کفر کا نمبر ڈائل کیا۔ کبیر بھٹیا اس نے سئل

فون کان سے ہٹا کر اسے گھورا۔ پھر بار بار کال کرنے

پر بندہ بیٹھا ملا۔ عاروب کی تو جان پرین آئی۔ وہ پھر

سے شام اور پھر شام سے رات ہوئی کفر کا نمبر بند

جار ہوا تھا۔

”اکی کیا کروں؟“ اسے تو غصہ سے بیٹھے آنے

لگے۔ ٹیکس بک آئی، کفر دواہن کی آن لائن نہیں ہیں

ری تھی اسے آخر کار اس نے سبیر پر تھا۔ کیا۔ پھر بار بار

آن کر کے بھی چیک کرنا کتنی ہی تھک گیا۔ unsee

نی تھا، دھکا پورا دن بھی اس کا کسی خوش و پریشانی میں

گزرا کر ملا حاصل۔۔۔۔۔

”آدھ مگر سے باہر تھی، کہیں کوئی حادثہ۔“ اس

سے آدھ کو سوچ نہیں سکا۔ ”مجھے کھانا پکانا ہے۔“

اس کا دل بچ، بچ کر کبیر ہوا تھا کفر کا نمبر دواہن گیا۔

”میں تو اس کی کسی فرینڈ کو بھی نہیں جانتا۔ کیا

کروں؟ پریشانی مدد سے سوچی۔ آخر کار ایک خیال

بجلی کے کونے کے ماتہ اس کے ذہن میں لگا۔

”خدا۔“ ایک آخری امید نظر آئی۔ وہ خط لکھ بیٹھ گیا۔

”پاری قلا۔۔۔۔۔“

میں بہت پریشان ہوں تمہارا نمبر کیوں مسلسل بند

ہے، میری بھوک پیاس، خیر، میں نہیں، کبھی تب کچھ تم

ہو گیا ہے، پلینز مجھ سے بات کرو، درہن میں دواہن آ رہا

ہوں۔ تم جانتی ہو ناں، تمہارے سوا میرا کوئی نہیں ہے۔

میرے بیٹے کی وجہ صرف تم ہی ہو، میں جانتا اگر تم

ساتھ نہ دیتیں۔ میں اب بھی مر رہا ہوں قلا، مجھ سے

”دیکھی ہو؟“ اس نے شدتوں سے پکارا، اسے

گھبراہٹوں کی سافٹ ان کے کچ جانے ہوئی ہے۔

”تم کیسے ہو؟“ اس نے اتنا سوال کر دیا۔ اس

کی آواز کا بھاری پن اسے صاف محسوس ہو رہا تھا۔ کوئی

جواب نہیں دیا۔ ”مجھے صراطم ہے تم نے کھا تا نہیں کھایا،

مجھے بھی کی طرح کھانا کھانا اور پھر ریٹ کرنا،

پوسٹر نہی میں دل لگا کر پڑھتا۔“ اس کی بیعتوں پر وہ

مسکرایا۔

”اگر تم۔۔۔۔۔“ بات ادھری رہ گئی۔ ”فون،

فون۔۔۔۔۔“ اس نے فون کان سے ہٹا کر پامپ سے

اسے دیکھا اور وہاں سے ہٹ گیا۔

تمام بات بہت پختی سے گزری تھی، وہ دواہن بار بار

اتھ کر چلے جاتا، کبھی کبھی اس کا ہوا کرنا دیکھنے لگا۔

”وقت کتنا ہے تم نے کسی سٹاک ڈاکو۔۔۔۔۔“

طرح۔۔۔۔۔ فون بہت بھی نفی پائیں کر بھاگ جاتا

ہے، پوچھتا بھی نہیں، پلٹ کر دیکھتا بھی نہیں کر لٹنے

والے پر کیا کر دیتی، اگر جو بھی وقت بھر کر مجھ جیسے۔۔۔۔۔

بلیسوں کو دیکھ۔۔۔۔۔ تو خود گنگے لگ کر ماتم کرے،

پاؤں پڑ کر حائل نا لگے۔۔۔۔۔ وہ کھڑکی میں کھڑا چہ

گود کبیر ہوا تھا۔

”کسی طرح ایک، ایک کر کے تمام رشتے میری

زندگی سے نکل گئے، مجھے تمہارا گھر، کبھی، کبھی جن

باتوں کا تصور بھی ہمارے لیے بہت تکلیف دہ اور

نامکن سامنا ہے، انہی باتوں کو ہم بہت مہر کے ساتھ

پروا شدت کر جاتے ہیں۔ شاید اس کے سوا کوئی چارہ ہی

نہیں ہوتا۔“

☆☆☆

”دیکھی رہی ہو کبھی کلاس۔۔۔۔۔“ وہ کلاس اینڈ

کرنے کے بعد باطل آ جاتا تھا۔ نہ وہ کسی سے زیادہ

بات کرتا تھا اور نہ ہی کوئی اسے بلاتا تھا۔

”دیکھ لیں۔“ اس نے مختصر جواب دیا۔

”تم کھانا کھاؤ اور ریٹ کرو۔“ اس نے بھی

”اکی باتیں کیوں کر رہی ہو؟ کچھ مجھے ہمیشہ کے

لیے رخصت کر رہی ہو؟“ وہ بے چین ہوا۔

”اللہ نہ کرے۔۔۔۔۔“ وہ بے اختیار بولی۔

ابا و صنف ہو رہی تھی، کبھی منٹوں میں وہ جانے والا

تھا۔ دونوں دم سادے بیٹھے تھے اپنے جیسے کچھ بولے تو

کچھ فٹ جانے گا، کچھ غلا ہو جائے گا۔

”اللہ حافظ قلا۔۔۔۔۔“ اسے آخری نظر دیکھ کر وہ

چل پڑا۔

”اللہ حافظ۔“ اس کے لبوں نے بے آواز جنش

کی تھی۔ عاروب چلا گیا، جاتے، جاتے وہ مڑا تھا، آنسو

بھری آنکھوں سے وہ اسے جاتا دیکھ رہی تھی۔ پنا لگیں

چمکے۔ وہ اس کی پشت کو گھور رہی تھی۔ جیسے اس وقت

ایک لمحے کے لیے بھی اسے نکلنے سے روکنا نہ کرنا

چاہتی تھی۔

”قلا۔۔۔۔۔“ اس کے ہاتھ میں بے ساسی لرز مئی،

وہ مڑا تھا۔

”عاروب۔۔۔۔۔“ وہ بھاگ کر اس کے قریب آئی

تھی۔ ”کاش یہ ایک ٹیٹ نہ ہوتا، تمہاں میں مجھے چھوڑ کر

نہ جاتے۔“ ہزار غرائض کے دواہن وہ خود کر روک نہ

پائی اور ان آخری لمحوں میں وہ کفر نہ پڑ گئی۔

”تم نے کیوں خود کو تھکوا تھکوا تھکوا تھکوا، میں

تو نہیں جانتا چاہتا تھا تم نے مجھ کو کیا، اب میں نہیں

جاؤں گا، وہ دواہن مڑنے لگا۔

”عاروب نہیں۔۔۔۔۔“ اس نے دل پر پتھر رکھا۔

وقت تیزی سے گزر رہا تھا۔ وقت کی کٹتا ہے رزم

ہوتا ہے، جب کسی کا انتظار ہوتا ہے تو یہ بہت آہستہ

سے گزرتا ہے اور جب وہ سامنے موجود ہوں جاتا

ہے کہ وقت بھر جاتے، اسے رک جائیں۔ تو یہ بھی سے

ریت کی طرح چمکتا جاتا ہے۔

”جاؤ عاروب پیر! وہ دوری۔ پھر وہ چلا گیا تھا۔

☆☆☆

دواہن اتر پوسٹ پر اترتے ہی اس نے سب

سے پہلا کہ یہ کیا کر کفر کو کال کی۔

”چلیں۔“ اسما نے میرے قریب آ کے کہا تو میں ہاتھ کر اس کے ساتھ ہوئی۔

”یہ ایسی دو دنیاویاں ہیں، دراصل ایسی کوہر دو رو کا۔ مسافر قادر بنیو جنسی ٹھیکے سے نہیں لاتی حتیٰ تو ای یہاں کے ہر آدمی کے لئے فریڈسٹ لے رہی ہیں۔“ اس نے یوں وضاحت کی کہ مجھے ہر غلطی پر ہر دوا مل رہی ہو۔

”دراصل ہمارے پاس سانچا فرسٹ کے پاس جانے والے انسان کے ہارے میں اچھے خاصے دم سے لکھے ہوئے کوٹوں کا بھی عجیب سا اندازہ و تصور ہوتا ہے۔“ اس نے خصوصاً مجھے خبر دے ہوئے ہے جس بات کو کہی تھی مجھے کہ اس نے میری سوچ پر حملہ ہے۔

[illegible]

میں نے اکیڈمی کے برآمدے میں اساکو
 وٹوڑتے ہوئے لڑکیوں سے اس کے بارے میں پچھا تو
 اطلاع کی کڑھڑ سے جاگتی ہیں..... میں تیرا بیٹا بن
 وہاں کڑی سوچ رہی کہ آخر وہ مجھے اسے بغیر کیسے جاسکتی
 ہے۔ ہم بچپلے سے بیٹھے اس کے آگے آ رہے تھے، اب
 پریشانی مجھے ایکے ایکے جانے لگی ہے۔ میں اکیڈمی سے
 باہر نکلتا ہوا صوبے کے غیر استعمال کیا۔

میں نے اکیڈمی سے کہا۔
 ”کوہ پھر جانا ہے؟“ میں نے تیری سے کہا۔
 ”میں باہر سے نہیں ملتی ہیں۔“ وہ
 پر سوچ اعزاز میں یوں بولی جیسے کچھ نیچے پر تھی کہ وہ۔
 ”مجھ سے کہہ دو؟“ میں نے اس کی طرف
 دیکھ کر کہا۔
 ”اسی اسپتال سے دوائیاں ملتی ہیں۔“ اس نے
 ”مجھ سے کہہ دو؟“ میں نے اس کی طرف

باہر نکلتے تو چٹائی بولی، صوب نے میرا استقبال کیا۔
 ”اُف اتنی گرمی۔۔۔“ مجھے اس کیلے چلنے ہوئے کچھ
 عجیب سا لگ رہا تھا، ہر جاں میں دل گڑا کر کے آگے
 بڑھنے لگی۔ سامنے قہقی بولی، نیلی جاواری لڑکی کو دیکھ کر
 ایک مجھے اس کا گمان گزرا، میں تیزی سے قدم اٹھائی
 قریب جا پہنچتی تو میرا شک یقین میں چربک لگا دیا۔ دو اساعی صفا
 جاواری تو قہقی بولی کی بھی نہیں، ہر ایک گرد آواز صفا
 دراصل آج میرا دل میں کھنکھاتی تھی۔ قسمیں میں نے سمجھا
 شاید اس وجہ سے اس نے مجھے چھوڑ دیا۔

”اسی اسپتال سے دوڑا لیکن میں۔۔۔ اس نے
 سر کی دوا میں شائبہ اور کیا دے کر چلی گئی۔ میں نے
 اس کی نظروں کے کنارے میں دیکھا تو مجھے جھکا سا لگا، اس کا
 اشارہ غصیلی، اصرار اور دو فانی باروں کے اسپتال کی
 طرف تھا، میں نے ٹھکڑی سی نگر سے اسپتال کی جانب
 جاتی اس کی طرف دیکھا اور پھر اس کی تلخید میں چلنے لگی۔
 وہاں پہنچ کر اس نے اشارہ کیا، انتظامہ میں رہی
 کر سیں پھر اشارہ کیا اور خود باغیچے والے سے کہی
 طرف بڑھ گئی۔ اسی وقت شاید ان کو کہیں بیٹھا تھا اس لیے

کوئی بریل میں نہیں تھا میں نے ملازمتی کے طور پر اس پر آزمائش چارٹ پڑائی جہاں دماغ کی مختلف اقسام کی ہوتی تھیں۔ ڈیریش نے اس کی دوسری بیماریوں کی علامات بھی بتائی تھیں، ایک حادثہ، ایک خاتون اذیت کی کیفیت

”میں نے سمجھا جنہیں شاید بعد میں آنا ہوگا۔ مجھے ذرا جلدی تھی آج“۔ اسانے بے ربط سے اعجاز میں گورو سے لکچے میں کھاتو کچے لگا دیے اس نے مجھے ساتھ لانے سے انصرہ کر دیا ہے۔

”بھئی نہیں معلوم تو ہے میرا کام بھی تمہارے لیے ہر شے میں کسی کی ہوگی۔“

”کیا ان افغانیوں کو پتہ ہے؟“ میرے ذہن میں سوال ابھرا، ابھی میں نے ان کو دیکھا تھا۔ وہ سب اسی طرح ابھرا تھا۔ میرے سامنے ایک دم دانا تو اس کی آنکھوں میں تذبذب کی کیفیت ابھری تھی، گویا وہ کچھ چاہتا ہے۔

”وہ کچھ چاہتا ہے۔“ اس نے

24





محبت خواب کے تانہ بند

حسن امین

”ماادب، با محظ، ہوشیار! شہزادی اور بانو تشریف لارہی ہیں۔“ اسے اندر داخل ہوتا دیکھ کر سردہ نے باغ دکھائی۔ گھر میں اس کے داخلے کی دیر تھی، لیکن میں کامیٹی سیرا کے کان کوڑے ہو گئے اس نے محبت پت بجنگی کی کھڑکی کھول دی اور حق میں جھانپنے لگی۔ دوسری منزل پر چمچ پانی کی بڑی سواجر ایسی افشاں نے

معاذہمہ پاکیزہ 207 فروری 2018ء

”اچھا۔“ میں نے کچھ کچھ سمجھنے والے انداز میں کہا۔
”ہیں اسباب پر آئیں گے، ہمیں وہ بھی جلدی ملے گی لیکن آج سے زیادہ عالی گئی نہیں، ابھی خاصے انتظار کی زحمت اٹھانی تھی۔“

☆☆

دین میں سوار ہو کر گری کا احساس مزید بڑھنے لگا میں کوڑکی کی طرف توجہ تھی، میں نے دین کا شیشہ کھول دیا اندر داخل ہوتا ہوا کا جھونکا ہمارے پیسے سے شرابور وجود پر ایک ٹھنک کا کام کر گیا۔
”تھوڑے لمبا والی ٹھنکی مٹی تھی“، قلمی فروش دین کے دروازے کے قریب آ کر آواز لگنے لگا۔

گرمیوں میں قلمی کھانا میری پرانی گزروں تھی جو بچپن گزرنے کے بعد بھی ہنوز برقرار تھی۔ میں نے تو صحت قلمی لے لی۔ میں نے چہرے پر چونکنا تب کر دکھا تھا اس لیے چادر کی اندر ہی قلمی کھانے تھی۔ میں نے اس کو بھی پیش کی لیکن اس نے انکار کر دیا کیونکہ بھول اس کے ”وہ صحت میں قلمی کھانے کی حاکمیت کر کے اپنی چادر خراب نہیں کر سکتی۔“ میں اس کی بات پر ہنس پڑی۔ میں نے اپنی فائل اٹھا کر اس کی گود میں رکھ دی اور خود قلمی سے انصاف کرتے ہوئے پوری طرح لطف اندوز ہونے لگی۔
دین چل پڑی تھی، سطر نظروں کے سامنے سے تیزی سے گزرنے لگے۔ اس کا کھرا آگیا تھا وہ جلدی سے فائل مجھے حاکم کرتی تھی، چند گھنٹوں بعد میں نہ دیکھا فائل کے ساتھ دو ادین والا دیکھی گئی تھی۔
”چلو کوئی بات نہیں، میں کل اسے دے دوں گی۔“ گھر آ کر آگے پڑے دوسرے تبدیل کر کے میں بیڈ پر آ کر ٹھیک تو میری نظر فائل کے ساتھ پڑے لفافے پر پڑی میں نے ویسے ہی لفافہ اٹھا کر کھول لیا۔ اس میں کونسی موجود تھا۔ مجھے دیکھ کر میں حیرت سے گنگ رہی۔ اس پر اس اٹھا کر دیکھا ہوا تھا۔

”اسا نے مجھ سے صحت کیوں بولا؟ شاید اسے یہ خوف تھا کہ میں اسے مانگوں یا کچھ کچھ کر اس سے دوستی قائم کر دوں گی۔“ میں پر ہنس پڑی ہوئی مارت پڑنے لگی۔
”روزانہ ایک گولی، سردی کی موت میں دو گولی۔“

معاذہمہ پاکیزہ 206 فروری 2018ء

سدرہ اور میرا نے بھی اس کا ساتھ دیا۔ یوں ہر لوگوں کو سب سے زیادہ سدرہ پر غصہ اور ہاتھ، وہ دل میں بیچ و تاب کھاتی تھی۔ وہ دونوں پر بھی کڑی اس کی تڑپیں لگیں سدرہ تو اس کی سگی بہن تھی، وہ کیوں دشمن کی ٹیم میں شامل ہو گئی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ وہ دونوں مل کر اس کا خالق اڑا دیں گی اور ساری بات سرخ سالاک کا کرل اور عمران (کرزن) کو تباہیں کی اور ان کے ہاتھ اسے زچ کرنے اور رکھ کرنے کا ایک اور موقع آجائے گا۔

☆☆☆

”پتھر خیر تو ہے آج تو اسکل نہیں مگی؟“ ابا جی نے اسے توبہ سے کرے سے لگتے دیکھا تو چپچپے سے پوچھے پتا بند ہو گئے۔

”ابا جی میں نے ٹوکرلی چھوڑ دی ہے۔“ اس نے نظریں چرا کر سید سے سارے دہائی باپ سے کہا جو حق پر ہے۔ شہر میں اتنے سال آدا دوسرے کے بعد بھی ابا جی اپنے پتھر کو کھینچا آدا کے ہونے سے اور جو سرورہ جاتی تھی وہ پتھر کھلتے رہیں، ماہ بعد ابا کے

دل میں سرورہ رہی تھی۔
”ابا کب کر گی؟“ سدرہ نے پوچھا تو افغان اس کی طرف دیکھنے لگی کہ وہ کیا جواب دیتی ہے۔
”کیا تائوں،“ افسوس کہ اسکلوں کو تو بچوں کے لیے درگاہ ہونا چاہیے جہاں ان کی تربیت اور ان کو بہتر انسان بنانے کی کوشش کی جانی چاہیے لیکن یہاں لوگوں نے کاروبار بنالیا ہے۔۔۔ ماں، باپ براہ بھاری تھیں بھرے ہیں، کتاؤں سے لے کر دین کے کراہے تک آسمان سے باتیں کرتے ہیں۔۔۔ اور پڑھائی دیکھو تو مفر۔۔۔“

”تم ایک بار دینا اسکل خود ہی تالو جہاں تم اپنے اصول لگا کر باس طرح تمہیں براہ دور کر گی بھی نہیں چھوڑتی رہے گی۔ ورنہ نبی رفار سے تم اسکل چھوڑ رہی ہو تو یہ پتھر چھوڑ جائے گا، اسکل کم کر جائے گی کہ جو تیار اور نور بانو کے ٹیلنٹ سے استفادہ حاصل نہیں کر سکیں گے۔“ افغان نے استہزائیہ انداز میں کہا۔

مارچ 2018ء کے بدلے سرم میں سہ ماہی
خوب صورت نمودار تین کاپیاں ایک تقریریں

خوب صورت کاپیاں کا نمبر
سیرسٹ
مزیب
عشق شہزادہ کاظم
پروفیسر جی کی کتاب

رسمی کارڈ

حریف
تغیر سے دو اہل دل سے قریب کی تعمیر۔ عقل اور جذبات کے درمیان مجب میل۔ آفری فکات پر نشوونما ہادی کاغذ
رنگ آسمان
بدلتے آسمان کے ترنوں میں سے ایک دکل رنگ۔
غاند بدوش کا قاتل اپنے فخر کا مڑا کرے ساتھ
خوسرے۔ اے۔ آر۔ واجپوت کے قلم کا جادو
وقت
ماں بھی کسی سے گھڑے کا کذاب بننے والے بیٹے کے فلوں کا
حاب۔۔۔ دقت کی پڑتال میں اپنے پرانے سب صاحب دینے
پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ حسام بیٹ کے قلم کی روانی

تنویر راضی۔ منظر امان۔ شاکر لطیف۔ حامد سلطانہ اختر
پروفیسر جی کی کتاب
مہنامہ پاکیزہ 208 فروری 2018

کے بچوں خاص طور پر لایبر والدین کے بچوں کے چہرے مل کر رہی تھیں۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ ایسا کیوں کر رہی ہیں۔ بچوں نے غلط جواب دیے ہیں تو ان کو میشن کریں، ان کے جوابات مٹا کر خود سے ان کی رائٹنگ میں جواب دیں۔ اس طرح تو آپ نہ صرف ان کے والدین کی آنکھوں میں وحول جھوک رہی ہیں بلکہ ان بچوں کے سینے اور خود اعتمادی سے آگے بڑھتے، اپنی باتوں پر پھر مٹا کر کرنے کے عمل کو خود اسے باغوں سے ختم کر رہی ہیں۔ ابھی وہ چھوٹے ہیں ان کو نہیں پتا کہ میں جب یہی بچے نور اور لکھ کا اس میں جا میں گئے تو کام چوری اور بے ایمانی تو آپ خود ان کے مارے میں ڈال دی ہیں وہ کسی اچھا کارآمد نہیں کر سکیں گے۔“ انا پھر کواں کو ڈانٹنے کے مترادف وہ مجھ پر ہی اٹ پڑیں اور مٹھا شروع کر دیا۔ میں نے آفس میں ان کی شکایت کردی، یہ بات جلد میں کھینچ کر کہیں صابری شہ پر ہی وہ یہ کام کر رہی تھیں۔ ظاہر ہے انہوں نے والدین کو اچھا زلزلہ دکھا کر خوش کر کے ہے۔ پڑھائی کچھ سے نہیں، اسکل کو صرف کاروبار کھلایا ہے تعلیم جیسے مقدس بیٹے کو ان لوگوں نے۔۔۔ میری اس بات پر ہم صابریہ یوٹیل یس تو اپنا منہ بند رکھو یا پھر جواب چھوڑ دو۔۔۔ میں نے کہا ٹھیک ہے، دوسرا آؤں زیادہ، ابتر ہے اور تو انہوں نے میرا حساب ہی بدل دی ہے ہاتھ کر دیا۔ حالانکہ اسکی تو میڈر ہوتا ہے۔“

اس نے نے بیک کی چھوٹی جیب سے بیسے نکالے اور ای کی پتیلی پر رکھے تاکہ ان کا غصہ کچھ تو کم ہو۔۔۔ اسی بیسے کوئی کمرے میں چلی گئیں۔
شہزادی نور پا کو ایم اے پریکٹس سائنس کیے ہوئے سماں میں ہونے لگی تھیں وہ کیا تھا اور اس سال میں وہ چھ اسکل چھوڑ چکی تھی۔

”تو ہے، اسکل چھوڑنے کے بعد بھی اس کا سکون اور گرفتار ہوں گا توں پر اثر ہے۔“ بیٹیہ وہ کسی نے اسکل کا انتخاب کر کے آئی ہو گی۔۔۔ چاہیں بچا چاہے کیوں آنی آزادی دی ہو گی۔“ افغان دلی

”کچھ اتفاق ہوا؟“ سدرہ نے شرارت سے پوچھا۔ اس نے نفی میں سر ہلایا اور وہ ہیں وادی جان کے تخت پر چٹ بیٹ گئی۔

”سدرہ، ایک گھنٹہ شربت کا لادو۔۔۔“ نور انہیں بندہ ہوئی۔ سدرہ رمت سے بکری کی جانب لگی کچھ دیر بعد واپس آئی تو اس کے ہاتھ میں شربت بھرا گلاس تھا جو اس نے نور کو پتلیں کیا اور پھر خود بھی سامنے بیٹھ گئی۔

”اب تاجی کچھ باتیں اور تو کرنا کہوں نے جنہیں جاب سے نکالا ہے یا پتلی دنگ کی طرح خود ہی نوکری اپنے پر سے نکال کر ان کے منہ پر مار آئی ہو۔“ دوسری منزل سے چھاتی افغان نے ایک لکالی تھی۔ اس کی آواز اور صبر کے لاڈلے انتہیکر میں کوئی خاص فرق نہیں تھا، اس کی آواز کمرے میں بیٹھی ای کا کلاؤں میں پڑی بھیجی وہ کمرے سے نکل کر برآمدہ سے آگے جہاں نور یوٹیل ہوئی تھی۔

”کیا آج پھر جاب چھوڑ آئی ہو؟“ اے نے اپنا غصہ دبا کر صرف تیوری چڑھا کر پوچھا، ایک لمحے کو اس نے سر جھکا لیا پھر بغیر آگیا کہ ٹوکرلی تو خود اس نے چھوڑ دی ہے پھر وہ کیوں شرمندہ ہو رہی ہے۔

”ایا وہ اسکل میرے لائق ہی نہیں تھا۔“ وہ تین ذہنی کو تمام اور جرم میں تان آپ انہیں دیکھتے تھے تو انہیں، انہیں کرکٹ پٹت ہو جاتیں تھیں سے بھی انہی اسے پاس نہیں لکھتیں ایسا لگتا تھا جیسے ابھی دیہات سے شہر سدھاری ہوں یا بالکل پتھر کھلتی ہی چلی گئیں۔“

”ادھر ادھر کی نہ ہاتھ چیز ترک ملازمت بتاؤ۔“ انہوں نے اس کی باتوں پر دھیان دیے بغیر اسے ٹوکا۔ سدرہ نے اسے جیسے پتھروں سے سکورا۔ ای جان اس کے قریب آٹھریں میں سدا کی جلد باز افغان بھی سرعت سے میڑھیاں بھلائی ان سب کے قریب آگئی۔ اور تو اور بے صبری میرا نے بھی اپنے کان کھڑے کر دیے۔

”میں نے نہیں بتایا تھا، میں صبر صابریہ کی بہن رہتی تھی اسکل میں پڑھائی ہیں۔“ آج وہ کٹر مٹو کلاس

لے آکر پوری کر دیا کرتی تھیں۔ وہ خود تو آتی تھیں ساتھ ہی پانچ سو مرغان اور کبیروں کے بیٹھی لائنیں بھرتی تھیں۔ لیکن چھوٹی مرغانیں یہاں آکر جو دھیکہ مٹتی کرتیں، اللہ کی پناہ اور تو اور پھوکی کبیراں بھی یہاں موجود کبیروں کے منہں دیکھ کر بل جالیا کرتی تھیں۔

”ہترے تو بہت اچھا کیا تو نے“، ”ابھی پر سوچ لیجے میں بولے نور بانو میں نے اس ان کی منہں کے لیے ختم کر دی تھی۔ اس کے منہں سے پتلے سے اسے صحرے چلا کر دیا۔“

”کیا کہہ رہے ہیں چوہر دی صاحب؟ یہ اس کا چمنا اسکول تھا۔ جہاں یہ اپنے اصول پر حا کر چھوڑ آئی ہے تو کمری، بجائے اسے سمجھانے بجھانے کے اور شہر دے رہے ہیں لڑکی ذات ہے ابھی نہیں جھٹکا کھکے تو آگے گزارہ کیے ہوئے۔“ ای جان وہ ہیں انہیں اور نور بانو جہاں جی کے الفاظ پر خوش ہوئی کئی ای جی کے الفاظ پر دل سوس کر رہی۔

”وہ گفت کا دوبرہ ہے ان سادہ اس کا لڑکا ہے اسٹیر ایڈریس نے اپنا اسکول کھولا ہے شہر میں۔ سیدھا سا وہ سال لاکا ہے ایم ای کی ہے بعد تو کمری کرنے کے باجے اس نے اسکول کھول لیا کھل لیا، سمجھنے میں نے اپنی نور بانو کا بتایا تو کہنے لگا چا چا انہیں میرے اسکول بھیج دیں۔ میں نے کہا اس سے پوچھ کر بتاؤں گا اور ساتھ ہی میں نے یہ بھی بتا دیا ہے کہ نور بانو ایک ماہ سے زیادہ کسی اسکول میں ڈگری نہیں کرتی، وہ اسکول تو ایسے ہیں جنہوں نے نور بانو کی نخواستہ ہی پوری نہیں دی ہے۔ میری بات پر وہ ہنس کر بولا۔ ”چچا جان میرا اسکول ان کا اپنا اسکول ہے وہ جیسے چاہے چلا میں۔“

”ابا نے سگراتے ہوئے پوری تفصیل اسے بتائی۔“ ”چچا ابھی مجھے تو کمری لٹی گئی ہے پھر؟“ نور بانو پر جوش کچھ میں بولی۔

”ہاں چتر، کل چٹا میرے ساتھ۔ میں تجھے لے جاؤں گا۔“ ای جان کے کہنے کے باوجود کئی ابا نے ہی بھری لٹی نور بانو جو کمر میں خالی بیٹھنے کے خیال سے گئی گھبرانے کی گلاب کے پھول کی

طرز کل اچھی۔

☆☆☆

”یہ ہے میری بیٹا نور بانو۔“ ابا نے اس کا تعارف کر لیا اور اسے پہل کی کمری پر بیٹھنے کو جان کو اس نے قدر سے حیرت سے دیکھا اس نے تو سوچا تھا کہ کمری بیٹا دو ماہ کا چپ بندہ ہوگا لیکن وہ ابا جی کے بتائے ہوئے خاکے کے برعکس لمبا ہوا، دراز قد پر پیش پرنائی کاٹا تھا۔

”اسلامیہ، کہاں تک تعلیم حاصل کی ہے آپ نے؟“ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھیں ڈال کر پوچھنے لگا۔ ”جی۔ میں نے ماہر ان پٹیشنل سائنس کیا ہے اور کئی اسکولوں میں ٹیچنگ کا تجربہ ہے۔“

”یہ تو بہت اچھی بات ہے، ابھی آگے آکر کہنے کا ارادہ ہے۔“ اس نے بریکل ٹکر ہو چکا نور بانو اپنے مزاج کو کوش کر کر کر دیا جی جی اس سے اچھے ہی ابا جی بول رہے۔

”کہہ دیا ہے، ہترے اس کی ماں اور میں اس کے لیے اچھا سا رزروٹھ رہے ہیں اس سال کے آخر تک اس کی شادی کر دیں گے۔“ ابا جی کی منہ پر ہندی سن کر نور بانو کا قہقہہ نکل کر دوا ہو گیا۔

”ادبہ۔“ کہہ کر وہ کیٹن چپ رہتا تو نور بانو نے سیکھا ہی نہیں تھا چپک کر بولی۔

محبت خواب کے ماحند

کمرے میں بیٹھے پورا سال لگا لگا دیکھ آیا تو میری ہر وقت اسکول میں موجودی اور وہاں دھل اعتمادی ہم کو کھٹکتی تھی۔ یہاں کے حالات دیکھ کر دو دین باران سے میری جھپٹ بھی ہوئی اور نتیجے کے طور پر انہوں نے کمال مہارت سے بلا ہی اور دوسری جگہ اپنا اسکول بنایا زیادہ تر بچے اور اسٹاف وہ اپنے ساتھ لے گئے۔ ”نور بانو ایک کچھ بڑے دھکم پکی ہوا اور اس انسان پر ضرور بھی ایک بڑا چڑھا لکھا ہونے کا جو دھکی کا ٹھکانہ کا انور ہمارا۔ لیکن شاید اس کا قصور نہیں تھا تعلیم سے وابستہ لوگ بچوں اور والدین کو جو اتحاد مہیا کر سکتے ہیں وہ سب مانگنے والے افراد ہیں کر سکتے ہیں وہ بھی کہ سطر ظہر نے والدین اور اسٹاف کو خوش کر لیا تھا۔

”اب یہاں کتنا اسٹاف ہے؟“ نور بانو نے شہید کی ہے چھا۔

”پانچ ٹی ٹیل منجھڑ ہیں اور دو سیل کن وہ سب کا تجربہ کار ہیں، تم تعداد کے پیش نظر میں نے تاہم تو کر لیا تھا لیکن میں مطمئن نہیں ہوں ان لوگوں کی کارکردگی سے۔“ ابا ٹھکانہ بیلری بھی بہت اچھی رہے ہوں، چچا جان نے کہے بارے میں بتایا تو امید جا گیا کہ اس نے اسے اداروں میں بڑھایا ہے۔

”بہت بہتر طور پر اسکول سنبھال لی گی۔“ اس کی آخری بات پر نور بانو دھڑک ہوئی ایک تو ابا جی بھی ماں پر جبکہ اعلان کرنا نہیں بھولنے کہ اس نے جبکہ جبکہ خاک چھائی ہے۔

”آپ اب مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟“ ”میں چاہتا ہوں آپ داس پر پہل کی حیثیت سے اسکول سنبھال لیں آپ جیسا چاہیں گی وہاں وہاں میں آپ کے معاملات میں مداخلت نہیں کروں گا۔“ ”اچھا ٹھیک ہے سب سے پہلے تو آپ پمٹلٹ دوبارہ چھو جائیں اور ہو سکتے تو سیلنگ ایڈنگ لیں ماہر بورڈ پر ایڈیشن اور اپنی کھوا میں اور اسٹاف کی ٹریننگ کا بھی انتظام کر دو جائیں۔“ اس کی تجاویز سن کر اسٹند

آتی اور جی ضرور جی کے متعلق تک پہنچ جائے یا پھر متعلق کے کات بہت تیز تھے اس کے ہونٹوں پر اقصاں منکراہٹ نے اسے ایک لمحے کے لیے چپ کر دیا تھا۔ ”میرا خیال ہے اندر ہو تو ہو گیا ہے چچا جان، آپ ان کو کھل بیچ دیں۔ جبکہ میں چاہتا ہوں کہ آپ ایک ادارہ اسکول کا ورثہ کر لیں۔“ اس کے کہنے کی دھکی نور بانو جھپٹ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کی یہ قراری اور جلد بازی پر وہ ایک لمحے کو تیراں پر ضرور ہوا۔

”چچا جان آپ چاہتے ہیں؟ میں انہیں اسکول کھلا دیتا ہوں۔“ اسٹند نے اجازت طلب نفروں سے انہیں دیکھا جو جی کے کونے ہونے کے ساتھ ہی اٹھنے لگے تھے، اس کے کہنے پر ہی بیٹھ گئے۔ البتہ ان کے چہرے پر عیاں ناگواری کی لکیریں بڑھ آئی تھیں چاکھی میں نور بانو انہیں نظر انداز کر کے اسٹند کے ساتھ باہر نکل گئی۔

”آفس سے نکل کر وہ دونوں ساتھ چلے ہوئے کار پڑ میں آگئے، ہمارے دو کے دائیں بائیں بہت سی کھڑکیاں لیکن بچوں کی تعداد نہ ہونے کے برابر تھی نور بانو کا کچھ اچھا ہوا وہ کار پڑ کے وسط میں رک کر بولی۔

”آپ کے اسکول میں اسٹوڈنٹس کی تعداد زیادہ نہیں ہے؟“ ”اصل میں سو نور بانو یہی بتانے کے لیے میں آپ کو یہاں لایا ہوں۔ میں سیدھا سادہ سادہ یہاں بندہ ہوں، لوگوں کی حیا رکی اور کارڈی کو بھانپا میرے بس کی نہیں۔“ ”خبر سے ہی میرا خواب تھا کہ ایک بہت بہتر میں اسکول بناؤں گا۔ جہاں بچوں کو تعلیم کے ساتھ ساتھ ان کی تربیت بھی کی جائے گی اس کے اخلاق پر محاذ ہے بلکہ کہ جائیں گے۔“ ابا جی کی زمین بیچ کر میں نے اسکول خریدا جو بڑی کامیابی سے چل رہا تھا۔ یہاں ہمیں کمرے کے فرائض انجام دینے والے سطر ظہر ابھی جہاں رہ رہے اور قاتل خانوں میں سن میری بھی نقلی ہوئی میں نے پورا اسکول ان کے حوالے کر دیا اور خود کوں چھو لیا وہاں ابا جی کی زمینوں کے مسائل حل

کر کے ہاتھ تیز تھے اس کے ہونٹوں پر اقصاں منکراہٹ نے اسے ایک لمحے کے لیے چپ کر دیا تھا۔ ”میرا خیال ہے اندر ہو تو ہو گیا ہے چچا جان، آپ ان کو کھل بیچ دیں۔ جبکہ میں چاہتا ہوں کہ آپ ایک ادارہ اسکول کا ورثہ کر لیں۔“ اس کے کہنے کی دھکی نور بانو جھپٹ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کی یہ قراری اور جلد بازی پر وہ ایک لمحے کو تیراں پر ضرور ہوا۔

اجہا سنوارے گی۔ گلشن سے ابرے سارے سامیں شام کو آ رہے ہیں۔ بھائی جی سے بات کرنے۔۔۔ بس بہن اس بھرے کویری بھائی جی سے ڈال دیں۔ ”وہ نور بانو کو لپٹاتے ہوئے بولیں اور نور بانو سارا عقدہ مکمل کیا۔ کچھ دنوں سے ہی اسفند کے بدلے، بدلے بدلے طور اطوار، اسے دیکھ کر مسکراتا اور اکثر نور بانو نے اسے مسکراتے ساتھ کبھی تو وہ نور بانو سے اس کے مستقبل کے بارے میں پوچھ رہا تھا کہ آپ اپنی مرضی سے اپنا آس نوم خود بخود منتخب کیے گا جس جانتا ہوں ہاں نہیں دوسری منزل پر رکھ لیں۔۔۔ وہ بڑی تیز رفتاری میں بول گیا تھا۔ نور بانو کی سر اسکی دستاویز نظروں کو خود پر مرکوز پاکر پیش کر دیا۔

”میرا مطلب ہے، میرا ارادہ ہے۔“ محض کندھے اچکا دے اور اب سوچ کر بھی اس کا چہرہ سرخ پڑتا رہا تھا، وہ تو خود دل میں اس کے بلند کردار کی معترف تھی۔ اسفند کی بہن اس کے قریب آ کر بیٹھ کر سرگوشی سے اسے ادا میں بولی۔

”آپ کو سوٹ کیسا لگا؟ میں نے خریدنا تھا، اسفند بھائی بیچ کر رہے تھے کہ نور بانو عام لوگوں جیسی نہیں ہے، وہ سوٹ میرے منہ پر سے مارے گی اور آپ نے سوٹ جسٹون ان کے منہ پر دے دیا۔“

”بہنیں۔۔۔ مطلب آپ کو کیسے پتا چلا؟“ نور بانو نے ہنسی سے پوچھا۔

”ابھی بھائی کا ایک اہم ایس آیا ہے۔ وہ بہت پریشان ہیں۔ کہہ رہے ہیں نور بانو نے جاب چھوڑ دی ہے، میں نے لکھا ہے ٹھیک نہیں۔ ابھی بات ہے ویسے بھی دو ماہ بعد آپ دونوں کو ہی اسکول سنبھالنا ہے۔“ وہ خوشی و شہرت سے بولی اور نور بانو کے چہرے پر مساندہ ان کتہہ رنگ نہر کے۔ اسے خوشی تھی کہ اس نے اپنی نسانیت کے مان و دھار اور خودی کے فرو کرد پر قرار رکھا تھا جسے منزل بائیں پھیلائے اس کا انتظار کر رہی تھی۔

”وہ کمر بچی تو وہ دہرے کے بارہ بج رہے تھے۔ اور کمر میں غریب معمولی چٹل بھی نہیں۔ سارے راستے وہ کبھی کبھی آئی تھی اسے ایک احساس ہوا کہ اس جاب کو چھوڑنے کے بعد وہ کہاں جاب کرے گی جیسے پھر اسفند کی حرکت کا سوچ کر اسے دوبارہ تاؤ آنا شروع ہو گیا۔

”دو پیسے کیا آجاتے ہیں خود کو بخینے لگتے ہیں جاہلی بیٹو۔“ وہ زہر باب اسفند کو کالیوں سے ٹوٹاڑی۔

”لو تم آج بھی گھٹیں۔ بتا دیا ہوگا ناں اس نے۔۔۔ اب ایسا کرو ایسے ہی اعداؤ آج بھی لگ کر رہی ہو۔“ اسی صوف سے انداز میں کمر کاندہ چلی گئیں۔ وہ جوان کی لہجہ میں ان کے روئے پر تپاؤ کشت بدنامی کر رہی۔

”تو بھئی تھی افشاں کوئی پیکر مشرور ہے جیسے تو یہ والا اسکول نہیں چھوڑا اب دیکھو۔ اسکول کی مالک بن گئی ہے، بے انتہا اچھا لڑکا پھنسا لیا جیسی تو داغ ساتویں آسمان پر پیچھے ہوئے ہیں۔ اب چچا جان کی شرافت اور وسیع داری کہاں جا سوتی ہے۔ دونوں میاں، بیوی ہواؤں میں اڑتے پھر رہے ہیں اور سردہ وہ تو خود کو لکھ اور بھتیجی بہن جیسی رہے۔ حراج میں شہل رہے۔“ اسفند کی بہن نے ایسا اور افشاں کی آوازوں نے اسے عجیب عجیب سے ڈال دیا۔ سردہ صوف سے باہر آئی لپک جھپک کر اس کی چادر ہاتھ کی اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے ڈانگ روم میں لے آئی۔ وہ ایک ٹرانس کی کیفیت میں دو ماہ اس کے ساتھ آئی۔ ایک اور چیز غایتوں اور ایک لڑکی نے اس کا خیر مقدم کیا۔ سامنے بیٹھی تالی کے چہرے کے کدو کرتے تھپتھپا رہے تھے۔

”بہت قریب نہیں کرتا ہے میرا اسفند آپ لوگوں کی اور خاص طور پر نور بانو کی۔۔۔ کہتا ہے اس کی لڑکی نے اسکول کو اتنے اچھے طریقے سے سنبھالا ہے کہ وہ کمر کو لکنا

”اچھا ضرور تو دیکھو اسکول میں لوگ کبھی رہے اور آکر ایسے رہی ہے جیسے اسکول ہی خرید لیا ہو۔“

دورانے سے پہلے نور بانو کے کان میں اس کے لکھا ہوا پڑے تھے، اس کے قد میں کڑی ہوئی جبکہ داغ اب بھی میرا کی فضل باتوں میں اچھا ہوا تھا۔

”یہ کیا ہے؟“ کچھ ہی پر پہلے اسفند نے اسے اپنے آس میں بلایا تھا۔ وہ آکر بیٹھی تھی کس نے ایک ایک اس کے سامنے رکھا تھے دیکھ کر وہ اس میں شکار ہو گئی۔ ”یہ کیا ہے اسفند صاحب میں بھی نہیں۔“

”راس میں کل مارکٹ گیا تھا۔ اپنی ای اور بہنوں کے لیے خریداری کرنے، اس سوٹ پر نظر پڑنے ہی نے آپ کا خیال آگیا۔ یہ خرید لیا۔“

”کیا مطلب خرید لیا؟ میں آپ کو اس کی دیکھ لیتی ہوں کیا سزا اسفند نوکری کر رہی ہوں میں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں تجھے تنگ کرنے والی لڑکی ہوں۔ اور مجھے جرات ہے کہ آپ بھی عام مرد ہی لگے، کبھی سوچنے والے جو کبھی دنگ جوت کال بچتے ہیں۔“

چراغ پر کمر ہو کر بولنے پر آئی تو بولی ہی لگی۔ ”میں اس نور بانو پر۔۔۔ آپ مجھے لکھ کچھ رہی ہیں، میرا مقصد یہ نہیں تھا۔ میری تو آپ کی کے گھر جاری ہیں آج۔“ اسفند بول گیا۔ لیکن نور بانو نے بولنے ہی نہیں دیا۔

”آپ کا بچہ کیسے متھتا میں کچھ تھی ہوں، میں سے جاب چھوڑ رہی ہوں۔“

”کیسا۔۔۔؟ میں تو آخر میں نے ایسا کیا کہ

جرات سے اسے تنگ رہا تھا۔

نور بانو اسفند کی رنگ تھک لائی۔ چار ماہ کے گلیل مرے میں ہی ان کے اسکول کو والدین کی جو پڑائی ملی وہ جرات بھی کبھی نور بانو نے اسکول کو سننے سے روک دیا تھا، ہر کرے میں حلقہ گرز کے پیٹھ کرانے اور لب اور لا بھر پری کے لیے پیٹھ کرے مخصوص کرانے۔ غیر ضابطہ سرگرمیوں اور بزم ادب کے لیے ہر ماہ کے خرم خاص انتخابات کرانے جاتے تھے۔ اسفند نے نور بانو کے حضور پر ہی شام کے وقت اکٹھی کے لیے بلڈنگ ریٹنگ پر دے دی۔ اسکول اور شام کے وقت اکٹھی کی وجہ سے اسکول کو جہز یافتہ زور شہرت ملی۔

افشاں اور میرا دور انتظار کر تیں کہ نور بانو کا اتر آ جاو اور دیکھنے کو لے کہ جب وہ کہے کہ میں نے جاب چھوڑ دی ہے میں جس طرح وہ اسکول کے لیے کام کر رہی تھی، لگ نہیں رہا تھا کہ وہ جاب اسکول چھوڑے گی۔ ”تمہارا اسکول میں کچھ زیادہ ہی دل نہیں لگ گیا؟“ وہ تیار ہو رہی تھی جب میرا نے اچھا لکھ کر کہا۔

”ایک ہی گھر میں ہر شخص میں جاب کر کے رہتے تھے تو کسی بھی وقت کسی کے پورٹ میں بل کھٹکنا آ جانا تھا۔“

”کمر میں جیٹر کمر فٹ کی روٹیاں توڑنے اور اور دھڑک رہی تھیں۔ اسے اس جاب سے کس اسکول میں ہی دل لگے، میرا تو جیسے بھی یہی مشورہ ہے کسی اسکول میں جاب کر لو اور کچھ نہیں تو مشورہ کیا جائے گا۔“ نور بانو نے لکھ انداز میں ہر پر مڑ کر کہا۔

”رہے تو نہیں یہ ڈھکولے گھر اور گھر کے کاموں سے فراوانے کے منصوبے ہیں۔“ میرا کمر کس کر لڑا کہ نور بانو کی طرح میدان میں اتر آئی۔

”تم نے جو کواں کرتی ہے ناں میرے ناں، باپ سے کہو میرا داغ کھانے کی ضرورت نہیں۔“

نور بانو کے پٹ پڑی تھی۔ اسے پتا تھا کہ سارا دن وہ سردہ کا بھی بچہ نہیں کھا رہی تھی۔



مکمل ناول

میرا عشق چھوٹا ہے

روحانے عابد اقبال

تاجہ کو بھلی چلائی دوپہر کی دھوپ میں،
برگد کے گئے بیڑ تلے بیٹا وہ شخص ہرگز اس ماحول کا
حصہ نہیں لگ رہا تھا۔

سنہری دھوپ رنگت، بھورے گئے ہال، شہزاد
بڑی، بڑی سا آگھیں..... وہ بلا شہزادانہ جاہت کا
شاہکار تھا۔ جسے دیکھنے والی آنکھ پہلی ہی نظر میں ٹھک
جائے۔ اس کی گہری نگاہیں پراسوج انداز میں سامنے
دھوپ کی تازگی سے چلتی مٹی پر جمی تھیں۔

ماہنامہ پاکیزہ 214 فروری 2018ء

ماہنامہ پاکیزہ 218 فروری 2018ء

اس کے لہجہ کی سچائی، لفظوں کی ترتیب اور الجھا کرتی روتی آنکھیں..... وہ تو پتھروں کو پگھلا سکتی تھیں۔

دعا کے بھی گوشے میں اور سب بھریں

گھر بیٹھے

سینس ڈائجسٹ

ماہنامہ پاکیزہ ماہنامہ گزشت

باقاعدت سے ہر ماہ مسلسل کر رہا ہے اور آگے

ایک سال کے لیے 12 ماہ کا رسالہ

(مضمون رجسٹرڈ ایکسپریس)

آج کل کی سب سے ترقی یافتہ اور سب سے زیادہ پڑھنے والی رسالہ

ہر ماہ 10,000 روپے

پیشہ مناسبت سے 9,000 روپے

آپ ایک دفت میں کسی سال کے لیے ایک سے زائد رسالے خرید کر پڑھنا شروع کر سکتے ہیں۔ اگر آپ سے رسالے ارسال کریں۔ ہم فوراً آپ کے دیے ہوئے پتے پر رجسٹرڈ ڈاک سے رسالے بھیجا شروع کر دیں گے۔

آپ کو مفت ارسال ہے جس میں ہر ماہ ایک رسالہ ہے۔

یونان ملک کے قریبی صرف، برطانیہ میں ہر ماہ ایک رسالہ کے ذریعے ارسال کریں۔ اگر سارا دینے سے روک بیٹھیں ہمارے ایک بینک نمبر فراہم ہوتی ہے اس سے سب سے زیادہ

0301-2454188

0333-3825629

جاسوسی ڈائجسٹ پہلی کیسٹن

63-64 پتہ: پشیمانی ڈسٹرکٹ، لاہور، لاہور، لاہور

35804200-35804300

”خدا ہے۔ یہ بچی تم سے ملے ساتھ کے گاؤں سے آئی ہے، کوئی مسئلہ ہو چکا ہے۔“ اس جی نے شفیق سی سکرابت سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”یہ خدا ہی بی بی ہیں؟“ اے بی بی میں تو بھی کسی کو کوئی بچی ہم کی پیشہ گارے سے عورت بی بی ہوں گی۔“ لڑکی اپنی بے ساختہ حیرانی کو چھپانے پائی۔ خدا ہاں تجاوردوں سکرابوئیں۔ وہ لڑکی عجیب تھی۔

”یہ تو بھلی ہے، جو نہ میں کیا بول دیا۔“ لڑکی کی اس نے اسے گھورا۔

”کوئی بات نہیں، اکثر ایسا ہو جاتا ہے، ہمیں عادت سی ہو گئی ہے۔“ اس جی بولیں۔

خدا اس لڑکی کو حق سے اس کو نہ کی سب سے آئی، جہاں لڑکی کا منتقل ہماری جملہ رکھا تھا۔

وہ دونوں اس پر ہی بیٹھ گئیں۔

”بتاؤ، کیا بات ہے؟“ خدا نے بڑی اپنا بیت سے اسے مخاطب کیا جہاں اس کے مزاج کا خامہ تھا۔

”وہ لی بی بی.....“ وہ پیش رو بیج سے پڑ گئی۔

”ہاں بولو؟“ خدا نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھ کر گواہ اس کی مت ہو جاتی۔

”مجھے اپنے چچا زاد سے محبت ہو گئی ہے، سب لمحے مجھ کو کرتے ہیں جہاں تک کہ میری سہیلیاں بھی مجھے سے شرم کھاتی ہیں۔“ تو بی بی کیا محبت کرنا گناہ ہے؟“

”اے بچی سے کہتے اس نے خدا کی طرف دیکھا، اس کی بڑی، بڑی آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے۔“

”کسی ناختم کو محبت کی اس نگاہ سے دیکھنا گناہ ہے ہاں اگر اس سے واقف محبت ہے، جائز طریقے سے اس کے ساتھ زندگی گزارنا چاہتی ہو تو اسلام میں بھی اس کا واضح اشارہ ہے۔“ جی آسان انداز میں لڑکی اپنی ماں یا بڑی بہن یا اور کسی مستحقہ کے ذریعے نکاح کا بیٹا مچھو گداوے۔ جائز طریقے سے اپنی محبت کو حاصل کر کے اپنی سہیلیوں کا مستحقہ آرام سے بند کیا جاسکتا ہے، اس میں اتنی پریشانی کوئی بات نہیں۔“

تھانے ایک سال کا عمر ہوئے گا کیا تھا کر مجھ کا دور کی بات تھی نے اسے اونچی آواز میں بات تک کرتے نہیں دیکھا تھا۔ اس کی عادتیں بہت مختلف تھیں۔

بہت سے مزدور اس کی شخصیت سے متوجہ ہو کر اس کے پاس آتے اور بھانے کھاتے کہ اس کی شخصیت اس پر کل جائے مگر وہ اس کے سوالات سے ہم سے جواب دے کر خاموش ہو جاتا۔

اس سب سے کسی حد تک اس کا مزاج اور انگ تنگ، ہوتا تھا لیکن آہی آہی اس کی تنہائی میں زیادہ غل نہ ڈالتے بلکہ وہ سب اس کا اس طرح سے خیال رکھتے گواہ وہ ان کا سامی مزدور نہ ہو گئی دی آئی بی (خاص) سہماں ہو۔

یوسف صاحب نے سارے مزدوروں کو جمع کر کے اسی جگہ اعلان کر دیا کہ کل سے صابن اس سب کو صبح کی نماز یا نماز پڑھنا چاہئے گا۔

سب نے خوشی، خوشی ہائی بھری تھی، ان میں بہت سے مزدور ایسے تھے، جو قرآن کے علم سے نااہل تھے، ان کی خواہش پر صابن نے فجر کے بعد ان کو قرآن کا علم سکھانے کی پائی بھری تھی۔

اس سادہ لوح مزدوروں کی خوشی یوں تھی۔ گویا میری وہ۔

☆☆☆

خدا بچوں کو قرآن پڑھا رہی تھی۔ سارے بچے مل، مل کر دروازے سے پڑھ رہے تھے۔

”لی بی! آپ سے ملنے ساتھ کے گاؤں سے عورتیں آئی ہیں۔“ اس کی ہم عمر ملازمہ پورین نے بیٹا دیا۔

وہ دوپہر کو پڑھنے کی تاکید کر کے کمرے سے نکل آئی۔ ماں بی بی بڑے سے محبت میں بھی جا رہی تھی۔

پاک حکومت کے ساتھ بھی باتیں کر رہی تھیں۔ سامنے ایک خوب صورت سی لڑکی موڑے پر بیڑ لڑی صورت بنائے خاموشی سے انہیں دیکھ رہی تھی۔

وہ پریشان تھا۔

روزگار نہیں، یہ اللہ کے حقوق کیا جائیں۔“ شفی نے خلاف توقع نرمی سے کہا۔

”کیا بات ہے بچی کی شوق راق؟“۔“ دور بیٹھا کارخانے کا انبار چلنا آگیا بھار پوچھا اس نے شفی سے تھا مگر گاؤں صابن کے خوب صورت تعویذ والے چہرے پر بھی تھی۔

وہ سب سے انہیں جھٹ کرتے دیکھ رہا تھا۔

”بچہ کچھ انہار صاحب، میں اس جوان کو مزدوروں کو مسلمان کرنے کا بھار چڑھا ہے۔“ شفی نے پیشہ لک کر کے بیڑی سے کہا۔

”میں کچھ سمجھ نہیں؟“ درمیانی عمر کے شفیق سے انہارچ یوسف صاحب نے صابن کی طرف دیکھا۔

شفیق نے اس کی بات سن دین وین یوسف صاحب کے سامنے ڈھیرادی۔

”یہ ایسی کوئی انہوئی بات نہیں، جو آپ ماں کے ہی نہیں دے رہے، میں اس جوان کی خواہش کا احترام کرتا ہوں، مجھے بہت خوشی ہوئی کہ جہاں ہم برسوں سے نہ سوچ سکے، اس پر کل کے بیٹے نے کل بھی کر ڈالا۔ اور اب اسے سر لیا، یہاں تک کی ابتداء اللہ کی عبادت سے ہوئی تو ہماری ہی فیکٹری کو فائدہ ہوگا، اللہ ہمارے روزگار میں اور بھی برکت ڈالے گا۔“

یوسف صاحب نے نامحاذ انداز میں کہتے ہوئے... غلامی و محبت سے صابن کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

”کہتے خوش نصیب ماں، باپ ہیں، ہمارے جنہوں نے تم جیسے انسان کی پرورش کی، جتنا ہمارا ناخار خوب صورت ہے، اس سے کیا زیادہ تمہارا انداز خوب صورت ہے۔“ باپل اپنے نام کی طرح بکا ہو تم صابن۔“ یوسف صاحب کے لیے میں اس کے لیے محبت کی۔“ انہیں شروع سے یہ کہہ کر اپنے آپ میں شرم سمجھ و ہر بار جان بہت پندھنا۔

یہاں کے مزدور چھٹی، چھٹی باتوں پر چٹ کرتے ہلاتے جھگڑتے تھے، صابن علیان واحد شخص

کی آواز پر وہ حواس میں ہلکی تھی۔
 "ہوں....." وہ چونکی تھی۔
 پردہ کی تیرا آواز پر صراحت ہے پلٹ کر دیکھا تھا
 پھر گھر اس کی نظریں جھک گئیں تھیں۔
 جو سیدی خند کے ہانک چل میں متعینہ
 خوب صورت انگلیوں والے ہر دون پر پڑی تھیں۔
 خند اس شخص کے چہرے کو دیکھتے ہی سناٹ
 ہو گئی تھی۔ ایسا عجیب و غریب شخص کہ جسے دیکھ کر کوئی بھی
 دنیا بھول جائے، اس کے دل کی دنیا بھول کر رہ
 گئی تھی۔
 صرف ایک لمب..... پھر اس شخص نے چہرہ دہاں
 موز لیا تھا۔

"پلیس لی لی اربہ ہوری ہے۔" پردہ کی دوبارہ
 جھلا کر وہ آہستہ دیکھ سے پلٹنے کی گھر کی طرف
 کی طرح بے خبری میں کہ وہ گاڑی میں بیٹھی، کب وہ
 حویلی پہنچی۔
 گاڑی ایک جھکے سے رکی تو وہ ہوش میں آئی۔
 گاڑی سے اتر کر تیزی سے پلٹتی سیدی اپنے کمرے
 میں آئی تھی۔ وہ دواشن روم کی طرف دوڑتی۔ جانے
 کب سے بے تحاشا آنسو اس کا چہرہ بھگوئے رہے
 تھے۔ وہ استغفار پرستی، خوب زور زور سے آنکھیں
 روک کر پانی سے صحتی رہی۔

"سیری زندگی میں آج کیوں کیوں؟ میں کیوں
 کنزور لے کر گرفت میں آئی تھی؟ کیوں میں اس
 باغرم انجان شخص کو کئی اور پھر دیتی رہی؟ جان ہو جو کہ
 اسے محسوس کرتی رہی..... مجھے زندگی میں پہلی بار خود
 سے شرم محسوس ہو رہی ہے۔ جی جی رہا ہے۔ اپنی ان
 آنکھوں کو پھوڑ ڈالوں، میں کیوں اتنی بے بس ہو گئی تھی
 کہ مجھے خود پر اپنے دل پر اعتبار نہ رہا۔" کافی دیر تک
 روٹی مار کر گرائی وہ اپنی آنکھیں مل کر پانی سے صحتی
 رہی تھی۔

☆☆☆☆

دن گزرتے رہے، ایک دو ہجری گم گم اور

لے اس کی اپنی آواز اور جن کے چہرے تھے مگر آج اس
 لے اسے اتراف کرنا پڑا اس سے زیادہ کمزور
 آواز والا کوئی اور شخص اس دنیا میں موجود ہے۔
 ہر شے جیسے اس کی آواز میں کر سکتا تھی، کچھ
 موجود تھا تو وہ اس شخص کی پرسوز آواز تھی۔
 "اللہ نور ہے، آسمانوں اور زمین کا، اس کے نور
 کی مثال، مثل ایک علق کے ہے جس میں چراغ ہو
 اور چراغ شمع کی قدیل میں ہو اور شیش گچے
 ہوئے شمع کے ہو وہ چراغ ایک بار تیرا درخت
 نرینوں کے تیل سے جلیا جاتا ہو، جو درخت نہ مشرقی
 ہے نہ مغربی خود وہ تیل قریب ہے کہ آپ ہی روشنی
 دینے لگے اگر چاہے آگ نہ لگی ہوئے۔"

خند سراپا ساعت بتی تری تھی۔ جیسے کسی جاوگر
 نے اس پر کھر کر ہوا اور وہ حیرت مگر ذرا رنجی رہی ہو۔
 "اللہ تعالیٰ اپنے نور کی طرف رہنمائی کرے کہ
 مجھے چاہے..... لوگوں کے (سمجھانے) کو یہ مثال اللہ
 تعالیٰ بیان فرما رہا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہر کسی کے حال
 سے بخوبی واقف ہے۔" وہ حیرت مگر ذرا حیرت اور اس
 بڑی، بڑی، بڑی کے برگڑ کا گھٹا پتھر جہاں سے آواز آ رہی
 تھی، اس سے کچھ قدم کے فاصلے پر وہ کچھ
 اٹکا ہوا مکڑہ آسانی سے بھور کے اس شخص کے
 پاس پہنچ گئی تھی۔ جس کی پشت اس کے سامنے تھی۔
 آسانی کرتے شلووار میں لپیٹوں وہ دروازہ خند
 جس کا دروازے حد خوبصورت تھی۔

"ان گھروں میں جن کے بلند کرنے اور جن
 میں اپنے ٹیم کی یاد اللہ نے حکم دیا ہے، وہاں چاشم
 اللہ تعالیٰ کی تسبیح انجائی کرتے ہیں۔"
 سوز و گریہ خند کے ساتھ وہ دواشاہیا سے
 بے خبر ہو کر کون آنکھیں موندھے، سنے سے ٹیک لگائے
 بیٹھا تھا۔

خند بے خودی کے عالم میں اس کی معبود
 پشت کو کھینچی۔
 "لی لی..... پلیس گاڑی کچھ ہو گئی ہے۔" پردہ کی

کر داتا تھا، کسی ضروری کی ضرورت ہے۔ ان جانوں
 میں سے میں کی کوئی بھی نہیں چاہتا۔ سب مرام خود اور
 باتوں ہیں..... تو میرے دل کے قریب ہے، اپنے کام
 سے کام لے کر دیا بندہ ہے، چہرہ کی پرامن تازہ کرنے
 گا، ہمارے کارخانے کی عزت بڑھے گی..... اگر کو
 وہاں جانے کی ہائی بھرے۔" فحشی رزاقی حاجت
 سے لہکا۔

"جیسے آپ کا حکم....." اس کی تابعداری پر فحشی
 رزاقی تھلا ہو گیا۔
 "بہت مہربانی پتر، بیٹا رو۔" وہ خوش، خوش
 دعا کیں دینے کا جیسے اسے خزانے کی چابی مل گئی ہو۔

☆☆☆☆

ساتھ والے گاؤں کے اسکول میں نخت و
 خلاوت قرآن کا مقابلہ تھا۔ مہمان خصوصی کے طور پر
 خند مہنگی۔
 درس کے اختتام پر خند نے دعا کر دی۔ دو پہر کو
 ان کی دواہی ہوئی، ڈرائیور خدا بخش ساتھ تھا اور ملازم
 پردہ کی جو بھر گیا اس کے ہمراہ ہوئی تھی۔ گاڑی جھکے
 کھائی رستے میں رک گئی، ڈرائیور نے ہونٹ کھول
 کر سب چیک کیا... پھر خند کی طرف آکر بیٹھا۔
 "لی لی ابھی گاڑی میں کھڑی ہو گئی ہے۔"
 گری تھی جو ہوسا ہے سامنے ٹیکسری سے پانی لانا
 ہوں اگر کوئی ٹیکسلی مل جائے تو۔" مذہب کھڑے
 نظر پلٹنے سے اسے مخاطب کیا۔

"ٹھیک ہے تم جاؤ....." وہ اس کی اجازت
 ملنے پر چلا گیا..... کافی دیر گزری، وہ نہ آیا تو خند
 گاڑی سے اتر آئی۔ کالے سیاہ عبا میں اس کا دروازہ
 اور صاف سے چمکی بڑی، بڑی بھٹی سی آنکھیں خود کو
 لہاں کر رہی تھیں۔

آہستہ روی سے پلٹتی اور گرد کا جائزہ لیتی وہ درگد
 کے درخت سے کچھ فاصلے پر رک گئی۔ تاخیر کا نشانہ
 کاراج تھا۔ معادہ ہری طرح سے چمکی۔

مردانہ خوبصورت آواز جوں کو اپنی طرف کھینچ

اس نے اتنی خوبصورتی سے اس کی پریشانی کا
 حل بنا کر دکھایا کہ یہ حد تک ہوئی۔
 "واقعی لی لی اس بچ پر تو میں نے سوچا ہی
 نہیں تھا۔ اللہ آپ کے دل کو سکون دے، آپ نے تو
 میری پریشانی دور کر دی۔ میری آنکھیں روشنی کر دیں،
 مجھے تو کچھ سمجھائی نہیں دے رہا تھا۔" فرط مسرت سے
 اس نے خند کے دونوں ہاتھ تھام لیے۔ خند اس کی
 خوشی پر دل سے مسکرائی۔
 "مردوں کی راہ کے اندر میرے روشن کرنے والی
 خند ہر لمحہ اس بات سے بے خبر تھی کہ اس کی اپنی روشنی
 دنیا جلد ہی اندر میرے ہونے والی تھی۔"

☆☆☆☆

اب وہ کارخانے پر چھوٹے بڑے فرکا "صالح
 بھائی" تھا اس سے محبت کرنے والے اس سے پسند کرنے
 والے اور کسی زیادہ اس کے کردار کی اچھائی سے مستغرق
 ہو گئے تھے۔ نماز کے بعد وہ قرآن پاک سب کو
 پڑھاتا..... بہت ہی اچھا اور سکون ماحول تھا۔ آج
 بھی فارغ ہو کر سب نے ناشتا کیا اور اپنے، اپنے کام
 پہلے گئے۔

صالح انتہی سچ، سچ کر ایک جگہ سے دوسری
 جگہ کھینچ کر رہا..... بہت سوں نے اس کی مدد کرنا
 چاہی مگر اس نے بڑے سادہ سادہ کر دیا۔
 "میری عزت کا بار مجھے خود ہی اٹھانے دو بھائی،
 مہربانی ہوگی۔" دوپہر کے کھانے کے وقت میں اس
 نے نماز پڑھ کر کسی کے ساتھ کھانے کی سوچی رو کھائی کہ
 اسے میں کئی کا پیانا۔

"السلام علیکم....." وہ اس کے پاس چلا آیا۔
 "والسلام! آؤ جوئے تھو مجھے تم سے کچھ بات
 کر باقی۔" فحشی رزاقی نے رجسٹر بند کر کے کھانے کے
 پیچھے آؤا۔

وہ اس کے سامنے رکھی کسی پر بیٹھ گیا۔
 "اس گاؤں کے چہرہ میرا عہد بہت ٹیک،
 عزت دار اور اچھے انسان ہیں، ان کے ہاں کچھ کام

لیے جاتی تھی۔ غصہ کے لیے تو کیا میرے کا مقام تھا۔
انتظارِ ویک کھڑا تھا کہ وہ ہاتھ بڑھا کر اسے چوم
سکتی تھی، اس پر شرم سے اس کے سر پہ ہاتھ تھا۔
اندر بچن میں کسی ملازمہ کے ہاتھ سے برتن گرا
تھا، جس کی آواز کے غلغلے پر وہ چونک کر بیدار ہوئی
تھی۔ اور وہی چپکاتا اس دروازہ ہوا تھا۔

دوپٹے کے پلو سے اس نے آدھا چہرہ ڈھانپ
لیا اور نگاہیں کرکٹس۔
”بھئی مجھے کیا اور ہے؟“ اس نے اتنی کردور تو کسی نہیں
تھی، اس غصے میں ایسا کیا جاوے جس سے اسے دیکھ کر
سرزد ہو جاتی ہوں۔“
اس نے خود کھنکھلا۔

”جی، ہاں کسی کام سے شہر گئے ہیں، وہ ابھی کا کچھ
معلوم نہیں یا تو آپ انتظار کر لیں یا کل دوبارہ شریف
لے آئیے گا۔“ وہ اٹھتی سے خنک کھڑے صانع سے
مخاطب ہوئی۔

صانع کی نگاہیں غصہ کے سفید کپڑے کے
نازک حیر پر پڑیں۔ وہ پہچان گیا تھا کہ یہ وہی لڑکی تھی
جو اس دوپٹہ کو اس کی حفاظت سننے لگی تھی۔ اور اس
کی نظریں اس کے حیر پر پڑی تھیں۔

”بلی بی بی، اولیٰ بی بی کہاں ہیں آپ؟“ پر دین نے
دور سے اسے پکار کر کہا تھا۔
”آپ چوہدری صاحب سے کہیے گا کہ کمال مکمل
ہو چکا ہے، اگر کچھ کی بیشی ہوئی تو میں دوبارہ حاضر
ہو جاؤں گا۔“ اس کی نگاہیں ہنوز بھی ہوئی تھیں۔ وہ
پلٹ کر جانے لگا۔

”صانع بھائی! کہیے ہو آپ؟“ پر دین نے اپنے
اڑلی سے گھٹکھٹا انداز اور خوش دلی سے پوچھا۔
”الہمد للہ۔ کرم سے اس ذات پاک کا۔“ اس
نے بغیر پلٹے جواب دیا اور باہر کی سمت چلا گیا۔

”بڑا ہی ہوائی بندہ ہے، کچھ دیر کو رک جاتا تو ہم
نے اسے کھا جاتا تھا کیا؟“ اس نے صانع کے در کے
کے جلانے غصہ پر اتاری۔ ”مجھے تو اس پر یہ عاجزی

”آپ اندر چلیں، میں آپ کو سب بتاتی
ہوں۔“ اس نے حیران کی ضد کا ہاتھ تھا۔
وہ کسی معمول کی طرح حیران سی پر دین کے
ساتھ چلتی رہی وہ غصہ کو لیے اس کے کمرے میں آکر
بیٹھ گئی۔

یوں جیسے یہ کرا غصہ کا نہ ہو بلکہ پر دین کا ہو۔
پر دین نے اسے سن کر دین وہ سب کچھ سنایا جو گاؤں
والوں میں اس اٹھنے کے حلقے میں پھیلے۔
”وہ یہاں کا نہیں کی اور دنیا کا پاس ہے۔“ اس
ہاتھ نے غصہ کے اندر اور جس اور کو جگا دی۔
اس کی دیکھی اس اٹھنے کے ذات میں اور
بڑھتی تھی۔

☆ ☆ ☆

سادے ہال بنا کر اس نے ایک نظر کو دکھائی
میں دیکھا۔ چھوٹی، چھوٹی، ہالیاں پہنے لکھریں ہار سنگھار
کے بھی وہ ہوش اڑانے دے رہی تھی۔

اس نے دوپٹہ پر بڑھایا، گھایاں گھلا مہتاب
چہرہ ہنر دہنے کے ہالے میں اور دیکھی لیا یاں ہوا تھا۔
وہ اپنے کمرے سے نکل کر بیٹھیاں اترتی بڑے
سے محسن میں بیٹھی، اس کا رخ چوہدری صاحب اور اس
کے شکر کتب خانے کی طرف تھا۔ وہ اپنے ہی
دھیان میں تھی، برتوت خود کو نہ سمجھتی تو سانس
آتے نگاہیں جتنی کیے صانع سے بری طرح کرا جاتی۔

دونوں ہی اپنی اپنی جگہ کھڑے ہو گئے تھے۔
وہ قدم کا قاصداں کے درمیان حاکم تھا۔ غصہ
کے لیے گویا کا کائنات غمیری کی گئی تھی۔

منظر میں کچھ تھا تو وہ اس پوتانی و پوت کی ذات
تھی۔ جس پر اس کی نگاہیں ہم جہم تھیں۔
صانع ہنوز نظریں جھکا کر شہنہ، شہنہ سا کھڑا
تھا۔ حالانکہ اس میں ان دونوں کا کوئی تصور نہ تھا۔

”صانع کیجیے گا لی بی! اچھے چوہدری صاحب
سے ملنا تھا۔“ وہ دھیمے لہجے میں بولا۔
اس کی شخصیت کی طرح اس کی آواز بھی دل سمجھتی

صبح کی سر سے واپس آتی غصہ کے حیرت میں
نے بکڑے لیے وہ کسی بے جان جیسے کے مانند سناکتا
ہو گئی تھی۔

اس کا صرف دایاں رخ غصہ کو تھا تو اسے
قائل نہ رہی پہچان لیے جانے کے لیے کافی تھا۔ وہ بھلا
اس شخص کو کیسے بھلا سکتی تھی۔

”؟“ وہ ششدری اس کی جانب انگلی
سے اشارہ کرتی ہوئی تھی۔
”یہ صانع بھائی ہے،“ سینٹ کے کارخانے
میں کام کرنے والا مزدور ہے، کافی دنوں سے
چوہدری صاحب نے اسے یہاں کام پر لگ رکھا
ہے۔“ پر دین اس کی حالت سے بے خبر اپنی ہی رو

میں بولے جا رہی تھی۔
”صانع!“ اس کے لب پڑ پڑائے تھے
مگر کچھ اس کی اس شخص پر پڑی تھیں۔
وہ اس شخص کے خوب صورت نقوش ہلے تھے

چہرے پر دھوپ کی قہاز سے بھری سرفی اور پسینے
کے نئے، نئے قطرے واضح محسوس کر سکتی تھی
”یہ ایک مزدور۔؟“ وہ ابھی بے یقین تھی۔
پر دین کے کان فوراً کھڑے ہو گئے۔

”سوئے مڑے مزدور۔۔۔ اور کہاں ہے صانع صاحب؟“ یقین
شہر کا دس کی آواز بان والا کبر و جوان۔“ اس نے کام
میں مصروف صانع کی طرف دیکھتے غصہ سے پرستاش
لہجے میں کہا تھا۔

پھر اڑاؤ اڑھو کیسے ہوئے راز دارا انداز میں بولی۔
”پر لی بی! میں نے اس کے بارے میں پڑی۔
پراسرار باتیں سن رہی ہیں، بڑی عجیب، عجیب باتیں اس
کے حوالے سے گاؤں کے لوگوں میں پھیل رہی
ہیں۔“ پر دین نے اپنا منہ بالکل غصہ کے کان کے
قریب کیے کرکٹ کی۔

”پراسرار۔۔۔ اور عجیب، عجیب باتیں؟“ غصہ
چونک کر اس کی طرف دیکھتے ہوئے بے یقینی سے بولی۔
اور اس نے چوہدری صاحب سے

اور اس رہنے لگی تھی۔ ماں جی نے چوہدری صاحب سے
تشویش کا اظہار کیا تھا۔ انہوں نے ماں جی کو کسی دی۔
”اکہ لوگ اسے سناں اس کے پاس لے کر
آتے ہیں۔۔۔ حساس بھی بہت ہے، کسی بات کو دل پر
لے لیا ہوگا۔۔۔ میں اس سے بات کروں گا۔۔۔ تم
پریشان نہ ہو۔“ چوہدری صاحب کی بات پر ماں جی نے

سراٹھان میں بلا دیا تھا۔ چوہدری کے منہ سے حق باغ
میں کیاری کا کچھ کام تھا۔ دھت کے کہنے پر صانع
روزانہ حاضری دینے لگا تھا۔ وقت پر آتا اور اس کا
کام ختم کر کے چلا جاتا۔ چوہدری صاحب اچھے
چاندیہ شخص کے صانع کی شخصیت کی گہرائی اور
کشش محسوس کر لی تھی۔

ان تھوڑے ہی دنوں میں ماں جی اور چوہدری
صاحب کو صانع سے کسی اولاد کی ہی اہمیت اور محبت
ہو گئی تھی۔

پہلا دن تھا۔ چوہدری صاحب کی ماں
کرتے، ماں جی نے اس کے لیے دھیروں لوازمات
تیار کروائے تھے۔ غلہ کی ملاز کے بعد کھانا دسرخان پر
چین دو گیا۔ دسرخان پر یہاں سے دسری تک بے خار
کھانے سے تھے، چوہدری صاحب اور ماں جی کی

حیرت کی ابتدا نہ رہی، جب صانع نے خالی روٹی ایک
گلاس کی ساتھ کھائی اور وہاں سے کھانے سے
ہاتھ پیچھے لیے ان دونوں کے اصرار پر بھی وہ کچھ اور
کھانے پر رضامند نہ ہوا۔ ہاں پھر اس نے صرف ایک
نورہ ساٹن کا کھانا کھا کر ان کا اصرار تھا پر اس کی

تائید پر روزانہ ہی روٹی اور لسی کا ایک گلاس ہی اسے
کھانے پر دیا جاتا۔
اگرچہ یہ بات چوہدری کے سہان نواز ماحول
کے خلاف تھی مگر انہیں ہر حال میں اس کی خوشی کی

مقدم رکھنا تھا۔
روزانہ کی طرح آج بھی وہ صبح سویرے کام پر آیا
تھا۔ انہیں لگا تیز رفتاری سے وہ سینٹ لگا جاتا تھا۔
تھا۔ بہت دھیمی سے وہ کن کیفیت میں کام کر رہا تھا۔

۵۷۱

روہ کے نقش سناں روئے کے سامنے
قائم کر سہری جالی کو ایک بار

انگوں واماکی میں ہزار روئے کے سامنے
شاید وہ مجھ عاصی پر زائیں ایک نظر

اس آس پر بھی ہوں روئے کے سامنے
آپ کی ضیا سے منور ہو زندگی

لب پہ یہی دعا ہے روئے کے سامنے
کلام: عالیہ فیاض، کراچی

رکنا ہے، بکھی اپنے قدم متزلزل نہیں ہونے دینا۔ میں
جھیں بہت آگے دیکھا جاتا ہوں، انا کے کہ جھیں
دیکھنے کے لیے مجھے سرا دینا کرنا پڑے۔ جھیں اتنی
بلندی پر جاتا دیکھا جاتا ہوں۔ انہوں نے اسے خود
سے الگ کر کے اس کا کندھا جھپٹے ہوئے کہا۔ دونوں
باپ، بیٹے کی انہیں قسمیں۔

ان کے جانے کے بعد، وہ چپ چاپ اداں سا
بزرگ سے ہڑلے جا کر بیٹھ گیا۔

کچھ مہرورروں نے اس کے پاس آکر تجسس
میں کچھ معلومات حاصل کرنا چاہی کرکشی رزاق نے
انہیں لوک کر پئے، اپنے کام پر لگا دیا تھا۔

اس سے پہلے بھی وہ اس نے لئے دوبار آچکے
تھے۔ ان سب کا شکاب آئینہ میں بدلنے لگا تھا۔
کھر اس کی کم گوئی اور مضبوط شخصیت میں ایسا کچھ تھا
کہ مقابل کو خاموش کر دیتا۔ وہ بہرور دہاں
اداں بیٹھا رہا۔

فتی عبد الرزاق نے ان سب کو اس کی تنہائی
میں قتل ہونے سے سختی سے منع کر رکھا تھا۔

☆☆☆

کے ماحول سے۔ اس نے کھوئے کھوئے سے لہجے
کا کہا تھا۔

”تمہاری ماں جھیں بہت یاد کرتی ہیں۔“ صارح
کی طرف پناہی نظروں سے دیکھتے ہوئے انہوں نے
عجیب تشبیہ میں کہا۔

”ہون سے کہے گا کہ مجھے بھی وہ بہت یاد آتی
ہیں۔ چھوٹا بچہ بھی یاد آتا ہے، مگر کی یاد آتی
ہے، بہت بہت شرمندہ ہوں آؤں کوں سے کوئی
برائی کی دن لٹے آؤں گا۔ وہ آج بھی سے بولا۔

”میں آپ سے معافی مانگا ہوں اور ان سے
بھی۔ میں اچھا بیٹا نہیں سکا۔ نہ اچھا بھائی، مجھے
اس خطا کے لیے معاف کر دیجئے گا۔“

”تم میں سے کوئی بھی تم سے خدا نہیں، مجھ سے
جین تمہاری بھوری کہ تم سب کی دعا میں تمہارے
ساتھ ہیں، معافی چاہتا ہوں جھیں تکلیف دہی۔ کیا
کردوں بیٹا تمہاری بہت یاد آتی ہے اور کچھ تمہاری ماں
کا بھی اصرار تھا کہ تمہیں دیکھ آؤں۔ میں تم سے کوئی
بگڑ نہیں۔ تمہارے بھئی اولاد کو بھی والدین کے
لہجے کی فراغت ہو سکتی ہے، بس دل بڑا ہونا چاہیے۔“
انہوں نے خود کوئی اداں کا ناول ظاہر کرتے ہوا
بٹاش لہجے میں کہا تھا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر صارح
اٹھ کھڑا ہوا۔ ان کی آنکھوں کی صارح سے چھٹی ذرہ
سکی گئی۔

”ہا۔۔۔۔۔۔“ وہ جرجا لے گئے تھے، صارح کی نگار
پر رک گئے۔ وہ بے اختیار آگے بڑھ کر ان کے گلے

لگ گیا۔

”بہت عظیم ہیں آپ، میری سوچ سے بھی بڑھ
کر آپ اور ماما نے جو میرے لیے کیا ہے۔۔۔۔۔۔ اس کا
قرض میں ساری زندگی نہیں ادا کر سکا۔ مجھے اس بات پر
فخر ہے کہ میں آپ جیسے عظیم لوگوں کی اولاد ہوں۔“
اس کے لہجے میں آنسوؤں کی گھل گئی تھی۔

”تم نے تمہیں اس راہ پر جانے سے نہیں روکا،
اپنی انا کو درمیان میں نہیں لائے تم نے بھی ہمارا ان

سے ہاتھ دھوئے اور تیزی سے وہاں کھڑی چار پائی
بچھا دی۔

”اسلام علیکم۔۔۔۔۔۔ کیسے ہیں آپ! مجھے بالایا
ہوتا۔ آپ نے نیوں تکلیف کی؟“ وہ ان کے سینے سے
لگ کر بے اختیار بولا تھا۔ بہت سے مہرور، اپنا کام
کا جھوڑ کر ان کی طرف متوجہ ہو گئے۔

”جہن کی یاد آتی ہے، انہیں بال بچس جاتا، خود
چل کر آئے ہیں اس کے پاس جا کر باتیں کرتی ہوں کہ
چھارہ آگیا دھوپ میں کام کرتا ہے مگر حال ہے جو میری
سختی بات میں بولے یا دیکھی لے، میں تو پاگل ہی
ہوں جو چار کے پوتی چلی جاتی ہوں، کل تو میں ابھی
خاموش سا کرتی ہوں اسے۔۔۔۔۔۔ مگر حال ہے جو اس نے
پلٹ کر جواب دیا ہو۔ میں نے ایسا خدا شخص اپنی
پوری زندگی میں نہیں دیکھا، اب بھی میں نے اس سے
خبر نہ ہو سکی، مانتے ہیں نہ کہ نہ پڑے اس کے کسی تو
بڑا اثر اس نے تم سے مجھے سے بچا رہا ہے۔“

”پہلے تو تم یہ سوچ لو کہ تمہیں شہزادہ لگتا ہے،
بچارہ لگتا ہے۔۔۔۔۔۔ زس آتا ہے یا فضا۔۔۔۔۔۔ کی ایک
بات پر تو تم قائم نہیں رہتے، مجھ متعلق سے تمہاری
بکھی، میں مطالعے کے لیے جاری ہوں، ابھی سی
چائے بنا کر لاد دیا۔“ اپنے اونی فرم لہجے میں کبھی وہ
اسٹری کی طرف بڑکی۔

غلیں پوچھ پراہہ جھلائی کچن کی کت چلی گئی۔
☆☆☆

وہ بے شمار انہیں کا منہ پر اٹھائے اندر ترتیب
دار رکنا جارہا تھا۔ اس کے کام میں اتنی دیکھی ہوتی کہ
دیکھنے والے کو لگتا دیا میں اس سے اہم اور کوئی کام نہیں۔
کاخانے سے باہر کھانا ملے پر چارہ دھڑکی کی
جس کے پاس ایک سولہ پونڈ درمیان کرکھا خوش شکل
فصص کھڑا تھا۔

وہ صارح کو دکھ سے بوجھ اٹھاتا، ابرو اُڑھ کر شکل
کرنا دیکھ رہا تھا، اب تک صارح کی نظر اس شخص پر پڑی
تو وہ کھینک گیا۔ اس نے جلدی جلدی باہر گئے بیڑ پپ

ہاں کچن میں لگی، یہ تو گردن تان کر کھڑا ہوتا اچھا لگے
گا، بالکل شہزادہ!۔۔۔۔۔۔! میں شوق نہ کی میں ماشہ، یہ
مہرور پر وں کے لیے بنا تھا، خدا اس کی سادہ دلی پر
نفس دی، ہر کسی کے بارے میں بالکل بولنے والی۔
چاہے سننے والے کو اس کی باتوں میں دھکی ہو یا نہ ہو،
اس کی بات ہے۔

”چارہ ہے۔۔۔۔۔۔ مگر کبھی کبھار مجھے اس پر بڑا فضا
آتا ہے کہ میں اس کے پاس جا کر باتیں کرتی ہوں کہ
چھارہ آگیا دھوپ میں کام کرتا ہے جو میری
سختی بات میں بولے یا دیکھی لے، میں تو پاگل ہی
ہوں جو چار کے پوتی چلی جاتی ہوں، کل تو میں ابھی
خاموش سا کرتی ہوں اسے۔۔۔۔۔۔ مگر حال ہے جو اس نے
پلٹ کر جواب دیا ہو۔ میں نے ایسا خدا شخص اپنی
پوری زندگی میں نہیں دیکھا، اب بھی میں نے اس سے
خبر نہ ہو سکی، مانتے ہیں نہ کہ نہ پڑے اس کے کسی تو
بڑا اثر اس نے تم سے مجھے سے بچا رہا ہے۔“

”ہاں، یہ سب لوگ کسی چھوٹے مصوم بچے کی
طرح میرا خیال رکھتے ہیں، یہ بہت سچے اور عظم لوگ
ہیں ہا۔۔۔۔۔۔ بہت کچھ سمجھنے کو لگا ہے مجھے ان سے۔۔۔۔۔۔

سے ہاتھ دھوئے اور تیزی سے وہاں کھڑی چار پائی
بچھا دی۔

”اسلام علیکم۔۔۔۔۔۔ کیسے ہیں آپ! مجھے بالایا
ہوتا۔ آپ نے نیوں تکلیف کی؟“ وہ ان کے سینے سے
لگ کر بے اختیار بولا تھا۔ بہت سے مہرور، اپنا کام
کا جھوڑ کر ان کی طرف متوجہ ہو گئے۔

”جہن کی یاد آتی ہے، انہیں بال بچس جاتا، خود
چل کر آئے ہیں اس کے پاس جا کر باتیں کرتی ہوں کہ
چھارہ آگیا دھوپ میں کام کرتا ہے مگر حال ہے جو میری
سختی بات میں بولے یا دیکھی لے، میں تو پاگل ہی
ہوں جو چار کے پوتی چلی جاتی ہوں، کل تو میں ابھی
خاموش سا کرتی ہوں اسے۔۔۔۔۔۔ مگر حال ہے جو اس نے
پلٹ کر جواب دیا ہو۔ میں نے ایسا خدا شخص اپنی
پوری زندگی میں نہیں دیکھا، اب بھی میں نے اس سے
خبر نہ ہو سکی، مانتے ہیں نہ کہ نہ پڑے اس کے کسی تو
بڑا اثر اس نے تم سے مجھے سے بچا رہا ہے۔“

”پہلے تو تم یہ سوچ لو کہ تمہیں شہزادہ لگتا ہے،
بچارہ لگتا ہے۔۔۔۔۔۔ زس آتا ہے یا فضا۔۔۔۔۔۔ کی ایک
بات پر تو تم قائم نہیں رہتے، مجھ متعلق سے تمہاری
بکھی، میں مطالعے کے لیے جاری ہوں، ابھی سی
چائے بنا کر لاد دیا۔“ اپنے اونی فرم لہجے میں کبھی وہ
اسٹری کی طرف بڑکی۔

غلیں پوچھ پراہہ جھلائی کچن کی کت چلی گئی۔
☆☆☆

وہ بے شمار انہیں کا منہ پر اٹھائے اندر ترتیب
دار رکنا جارہا تھا۔ اس کے کام میں اتنی دیکھی ہوتی کہ
دیکھنے والے کو لگتا دیا میں اس سے اہم اور کوئی کام نہیں۔
کاخانے سے باہر کھانا ملے پر چارہ دھڑکی کی
جس کے پاس ایک سولہ پونڈ درمیان کرکھا خوش شکل
فصص کھڑا تھا۔

وہ صارح کو دکھ سے بوجھ اٹھاتا، ابرو اُڑھ کر شکل
کرنا دیکھ رہا تھا، اب تک صارح کی نظر اس شخص پر پڑی
تو وہ کھینک گیا۔ اس نے جلدی جلدی باہر گئے بیڑ پپ

ہاں کچن میں لگی، یہ تو گردن تان کر کھڑا ہوتا اچھا لگے
گا، بالکل شہزادہ!۔۔۔۔۔۔! میں شوق نہ کی میں ماشہ، یہ
مہرور پر وں کے لیے بنا تھا، خدا اس کی سادہ دلی پر
نفس دی، ہر کسی کے بارے میں بالکل بولنے والی۔
چاہے سننے والے کو اس کی باتوں میں دھکی ہو یا نہ ہو،
اس کی بات ہے۔

”چارہ ہے۔۔۔۔۔۔ مگر کبھی کبھار مجھے اس پر بڑا فضا
آتا ہے کہ میں اس کے پاس جا کر باتیں کرتی ہوں کہ
چھارہ آگیا دھوپ میں کام کرتا ہے جو میری
سختی بات میں بولے یا دیکھی لے، میں تو پاگل ہی
ہوں جو چار کے پوتی چلی جاتی ہوں، کل تو میں ابھی
خاموش سا کرتی ہوں اسے۔۔۔۔۔۔ مگر حال ہے جو اس نے
پلٹ کر جواب دیا ہو۔ میں نے ایسا خدا شخص اپنی
پوری زندگی میں نہیں دیکھا، اب بھی میں نے اس سے
خبر نہ ہو سکی، مانتے ہیں نہ کہ نہ پڑے اس کے کسی تو
بڑا اثر اس نے تم سے مجھے سے بچا رہا ہے۔“

”ہاں، یہ سب لوگ کسی چھوٹے مصوم بچے کی
طرح میرا خیال رکھتے ہیں، یہ بہت سچے اور عظم لوگ
ہیں ہا۔۔۔۔۔۔ بہت کچھ سمجھنے کو لگا ہے مجھے ان سے۔۔۔۔۔۔

کے تکلف سے منع کرتے اور وہ سب کچھ بچوں یا
 غریبوں کو دے دیا جاتا۔
 صالح کے حراج میں کوئی تبدیلی نہ آئی تھی بلکہ
 وقت کے ساتھ، ساتھ اس کے اندر مزید غنیمت اور
 بڑھ رہی تھی۔ کم کم اس کی اور گوشہ نشینی اب بھی
 اس کی ذات کا خاصہ تھی۔

اس بات سے بے خبر کہ اسے کسی نے پوس دیکھ لیا
مکتی میووب اور قابل شرم بات ہو گی کہ کدوہ کسی عام
زرد پیا حزارع کی بیٹی نہ تھی بلکہ چوہدری عمر احمد کی
ملوث بیٹی اور گاڈ کی خنڈہ بیٹی تھی۔ قابل احترام
سہ بی بی! اسے بے اعتبار نہ لانا، آج سوچنا

”بھئی یہ تو ہمارے مہمان کی خوش نصیبی ہے کہ تم نے ان کے لیے اہتمام کیا۔“ کچھ دیر بعد صاحب جانے لگا، چوہدری صاحب کے بے حد اصرار پر بھی وہ کھانے سے کچھ نہ کھا سکا۔

ہوئی۔

☆☆☆
صالح کے روحانی علاج کے چرچے اب
خانے کے مزدوروں تک، ہر محسوس نہ رہے تھے
کاؤس کے سادہ لوح کیموں تک پہنچ گئے تھے۔

☆☆☆

کرتے، کرتے جانے دو کب سو دن کا قہر۔

”میرا دل پلٹ دے اللہ.....! مجھ میں اس گناہ کا بوجھ اٹھانے کا یار نہیں، مجھے معاف کر دے..... میرے دل کو پہلے جیسا خالص اور کھوکھلا کر دے۔ میں کسی نامحرم کو سوچتا نہیں۔“

ہار صالح کے لیے کھانا لائی تھی۔

”بی بی جی..... کوئی کام ہے آپ کو.....؟“

ایک کم عمر سلاخ جو غالباً وہاں مزدور تھا، نے قریب آکر پوچھا۔

”میں یہ کھانا نہیں لے سکتا، آپ یہ واپس لے جائیں۔“ وہ اسی طرح نظریں زمین پر جمائے، مڑوب کمر اٹھا۔

”مگر کیا.....؟“ خفسہ اس کے اعزاز پر حیران کیے جانے والا دردیہاں تھا۔

چند قدم چل کر صراط کے پاس جا پہنچا۔

لڑکے نے صراط سے بچو کہو تھا جو غصہ ڈالے گی

وجہ سے کن نہ کی، صراط نے لڑکے کی نظروں کے

تغافل میں بہت کر دیکھا، اسے صراط نے زانو زد...

یہاں تک پہنچ کر آئی تھی مگر اس نے اپنے باپ کے علاوہ زندگی میں کسی کی غیر مردے بات نہ کی تھی۔ کہا کہ اس کا سامنا کر لی۔ یہ دل بھی ناں سمی کبھار بندے سے وہ کچھ کر دیا ہے۔ جہاں خاصا سبزہ خواب میں بھی نہیں

ماہنامہ پاکیزہ 230 فروری 2018ء

صرف ایک ہی لگا تھا۔

اس دن کے بعد سے وہ روزانہ دوپہر کا کھانا لانے لگی تھی، صبح نے بھی پھر اس موضوع پر کوئی بات

یہاں اس مشکل محاذ پر تو وہ اس سے جیت
مگنی تھی۔

☆☆☆

یہاں تک کہ اب نکلنے کا کوئی راستہ نہیں۔ مجھے اس سے،
اس کی ذات سے کوئی غرض کوئی ہوس نہیں۔۔۔۔۔ بس
سے دیکھ کر میں بے بس ہو جاتی ہوں۔۔۔۔۔ خود میرا
کچھ اعتقاد نہیں رہتا۔۔۔۔۔ اس میں نہ جانے کبھی کشش
ہے۔ میرا دل، ہلک، ہلک کر اس شخص کی طرف چلتا

ہے مگر میرا ذہن اب تک اس بات کو قبول نہیں کر پا رہا کہ مجھے، ایک اجنبی شخص سے عشق ہو چلا ہے۔ میں مسلسل کسی خوابیدہ شخص کی طرح وہ سب کچھ کر رہا ہوں جو میں کرنا نہیں چاہتی۔ ”وہ خود احتسابی

”مجھے خود پر غصہ بھی بہت آتا ہے، یہ بہت عیوب اور غیر اخلاقی حرکت ہے، جس کی میں رکتب ہو رہی ہوں..... یہ سب لفظ ہے..... میں خود

لوگوں کے لیے جی معاف نہیں کر سکتی..... عریض
 برہوں۔ اکثر اس بات پر ہنستا ہوں، رولنگ
 ہوں مگر کوئی مل بھائی نہیں دیتا۔“ اس کی آنکھ سے
 دھواں ٹوٹ کر ڈائری کے کپلے ورق پر پھسل گئے
 اس نے ڈائری بند کر کے جلتی آنکھیں مونہہ کر کے

ماہنامہ پاکیزہ 231

☆☆☆

جی پکڑ پکڑی کے دونوں اطراف تاحہ نگاہ
ہریالی پھیلی ہوئی تھی۔ ڈھلتے پہر کے زرد سورج کی
کمزور کرنیں سارے ماحول کو خوابناک بنائے
ہوئے تھیں۔

چوہدری عمر احمد کے ہاں خدمت کرنے والی حلیہ مانی، بڑھاپے کی وجہ سے بیمار رہنے لگی تھی۔ جس کی وجہ سے اب وہ حولی بھی نہیں آسکتی تھی۔

خمسہ پروین کے ساتھ ان کی عیادت کو گئی تھی۔

”پروین تم جاؤ..... میں کچھ دیر مل آتی ہوں۔“
منہ نے اچانک جلتے، جلتے رک کر اس سے کہا۔

پروین نے اسے اچھٹے سے دیکھا۔ ”یہ بی بی کو
 لیا ہو گیا ہے، میرے بغیر تو یہ کہیں نہیں جاتی۔
 ”پر بی بی.....“ اس نے کہہ کر ہٹا چاہا۔
 ”میں نے جو کہا ہے وہ کرو۔“ اس کا لہجہ پکلی ہار
 منت ہوا تھا۔

پروین کے لیے تو گویا یہ مرنے کا مقام تھا۔
 ”پر بی بی شام ہونے والی ہے اور آپ
 سب نے منٹا کر بات اور وری چھوڑ دی۔
 مبادا اور غصہ نہ ہو جائے۔“

”میں کوئی چھوٹی بچی نہیں ہوں اور نہ ہی یہ جگہ
 میرے لیے اجنبی ہے، انہی راستوں پر کچھ توں میں پہلی
 ہی ہوں..... میری فکر مت کرو..... کچھ دیر تنہا رہتا
 ہوتا ہوں، مجھے اکیلا چھوڑ دو.....“ اب کہ وہ ذرا نرم

پروین خلاف معمول چپ رہی اور خاموشی سے
خفسہ نے سامنے طویل رستے پر چلتے شخص کو
لہذا، جواب خاص اور حاد کا تھا۔

فبراير 2018 م

منزلت اور برہمگی تھی۔

☆☆☆

”چرچوری صاحب مجھے اس کی فکر تک مگنی ہے، ایک ہی تو ہماری اولاد ہے، بہتی پڑتی نہیں..... کھانا چنانچہ ہو کر رہ گیا ہے، سارا داران کرے میں چپ چاپ گردی رہتی ہے..... سب تو اپنا پسندیدہ مشغلہ (مطالعہ کرتا) بھی چھوڑ دیا ہے..... کچھ کریں چرچوری صاحب، مجھے تو اسے دیکھ کر ہوا جیسے ہیں، اسے سہرے کے کسی اچھے سے ڈاکٹر کو دکھانا پڑے گا۔“ ماں بھی بہت پریشان تھیں۔

”مخصوص تو میں نے بھی کیا ہے..... محرم کر پریشان نہ ہو نیک بنت اٹھک ہو جائے گی، یہ عمر بھی اکیسی ہے اور پھر ہماری ہی حساس بھی تو بہت ہے..... کسی بات کو دل پر لے لیا ہوگا..... جاں اس سے پاس کر دیں گا..... بچہ ہوا دیے، مجھ جائے گی میری بیٹی..... چرچوری عمر نے انھیں تو قسلی کرادی مگر وہ خود پریشان ہو گئے تھے۔ وہ کم کوئی سیکر زنگی میں پہلی بار انھوں نے خضہ کو اتنا کم عمر اور غامض دیکھا تھا۔

وہ بہت خوش اخلاق و ملنارازی تھی۔ چرچوری عمر کا تشویشناک ہونا بچا تھا۔ وہ کسی کبھی سوچ بھی.....

☆☆☆

سفید لاکھ شرٹ اور پائمنس پہنے، ہر رنگ بڑے سے دوپٹے میں لپیٹ کر خوش فحش کی لڑکی دکھائے اس مقامی شخص سے صاف کاچ پر ہری تھی۔ اس شخص نے سامنے کھینچے چلے گئے ایک لگائے لمبائیت سے وہ انھیں سوندے سے ایک شخص کی جانب اشارہ کیا تھا۔ دفتارہ دہڑکی چرچوری کی۔

”یہ..... یہ وہی با..... میرا مطلب ہے؟ وہی ہیں جو دم وغیرہ کرتے ہیں؟“ اسے یقین نہیں آ رہا تھا۔

”جی بیگم صاحبہ! جن کا آپ پر چھو رہی ہیں، وہ یہی ہیں۔“ سادہ لوح شخص نے اپنے تئیں ادب

سے کہا تھا۔

اس نے شہرے ادا کیا اور برگد کے درخت تک آئی۔

”ایکسیکوی زی.....“ وہ ڈر سا بھلی۔

صالح نے انھیں کھول لیں۔

اس لڑکی کو سانسے کھڑا دیکھا تو سیدھا ہو بیٹھا۔

”کیا میں جیستہ ہوں پلاؤ کی بے سکر کر مہ چما۔“

صالح نے سر اٹھاتے میں ہلایا۔

وہ صالح سے بچہ کھانٹنے پر بیٹھتی۔

”مجھے نہیں ہیں آرم، میں جس ہلپا سے نلنے آئی تھی وہ آرم ہیں، میرے تصور میں سفید دلازمی دلا،

لائی لیکنا کوئی بزرگ صاحب تھا مگر آپ تو میری سوچ کے بالکل عکس نکلے۔“ اس نے یونانی دیوتا کا ساجن رکھے والے صالح کی طرف دیکھتے ہوئے بے تکلفی سے کہا تھا۔

وہ اس بات پر غامض رہا۔

”میں نے آپ کا بہت چرچا سنا ہے، مجھے دراصل روحانیت، صوفی ازم وغیرہ بہت اڑیکٹ کرتا ہے،

اسی سلسلے میں، میں کافی مطالعہ اور سفر وغیرہ کر چکی ہوں مگر مجھے کبھی نہیں ہوئی، ایک پیاس ہے جو جیستی نہیں..... یہی پیاس مجھے آپ تک پہنچنے لائی ہے شاید

آپ میری کچھ دیکھ کر کہیں۔“ اس نے اتماد سے کہتے گہری سانس لی تھی۔

”اللہ کا ہا سہا بندہ ہوں..... بیان مصوم لوگوں کی محبت ہے، ورنہ میں اس قابل کہاں.....“ اس کی آواز میں اس کی شخصیت کے اندر عجز و تکبر تھی۔

”مگر میں نے تو سنا ہے، اللہ اپنے جس بندے سے بہت محبت کرتا ہے، اس کی محبت اپنی مخلوق کے دلوں میں ڈال دیتا ہے، اللہ نے آپ کو اس مقام سے

اپنے ہی تو نہیں نواز دیا ہوگا.....“ اس نے صالح کی طرف بھونڈ دیکھتے ہوئے کہا۔ خوب صورت تو مند و جود، انھوں میں دانش کی چمک، مگر سکون لمبائیت سے لبریز شخصیت..... وہ بہت مرحوب نظر آ رہی تھی۔

”اس کی عطا ہے، ہم ہر خیر سے آتشاں ہیں.....“

وہ سر ہاتھ کر میں ڈوبا نظر آیا۔

”مگر میں اس راہ پر چلتا چاہا ہوں تو؟.....“ اس کے لیے میں ڈوبا سا جوش اور حساس تھا۔

”یہ دھواں اور سکھ راہ ہے، اس راستے پر چلنے،

غیب و فراز سے سامنا پڑے گا۔ خار دار مہاڑیاں

ہیروں کو لپکا ہوا کریں گی، ہر طرف سے تیر اور پتھر

برسے گا، پانچوں، غیر دلوں سب ہی طرف سے حملے ہوں گے۔ جسمانی، دھروانی ہر طرح کی اذیت دی

جائے گی، اس سب سے بچ کر سرخرو ہو کر نکلنے کی تو

کامیابی مقدر ہوگی..... مگر میں آپ سے کہوں گا، ایک بار پھر سوچ لیں..... یہ بہت سکھ اور مشکل راہ ہے۔۔۔

لیلیٰ نے ”صالح نے متاثر کن الفاظ اور نامتناہی اعزاز میں حقیقت کے پہلو سے آگاہ کر دیا۔

”میں نے سوچ لیا ہے اور جو میں ایک ہاتھ پر

کروں اس بات سے پیچھے نہیں ہتی۔“ کچھ دیر غامضی کے بعد وہ مضبوط لہجے میں بولی ”جب آپ جیسا

شاعر اور ادیب چارافض، باقی بھری جوانی میں ماں باپ، گھر بار چھوڑ کر اس راہ کا مسافر بن سکتا ہے تو پھر میں

کیوں نہیں؟ آپ کو دل مال، ہاتھیں ہوں، نوڈہ یہ صرف سوچ ہی تھی، یہی راہ پر چلنے سے پہلے مجھے کیا کرنا ہوگا،

جو مجھے منزل تک پہنچا دے؟“ اس نے بے سادہ پوچھا تھا۔

”ماجوری.....! ماجوری اپنا نا ہوگی.....“ وہ سر جھکائے، بھٹکائے بولا۔

”ماجوری بھلی سڑی ہے اس راستے کی..... بکیر چھوڑنا ہوگا۔“ انا بالکل قسم کرنی پڑے گی..... اپنی

”میں“ کو رانا پڑے گا..... اپنی خواہشات، اپنے نفس کو آگ میں جھونکنا ہوگا، تب ہی اللہ کی ذات سے سامنا ہوگا۔“

”کیا یہ سب بہت مشکل ہے؟“ اس کی آواز سے انجنا خوف جھٹک رہا تھا۔

”کوئی بھی کام مشکل یا ناممکن ہی لگتا ہے

جب ارادہ کر دے، جب غیادہی کر دے تو قنارت

امتحان

جب اسکول میں پڑھتے تھے تو امتحان سے مشکل اور کچھ نہیں آتا تھا۔ اور جب پڑھائی ختم ہوئی اور زندگی کا امتحان شروع ہوا تو محسوس ہوا کہ زندگی سے براہ کوئی امتحان نہیں۔

زندگی کا ہر امتحان انسان صرف ذہانت اور محنت سے پاس نہیں کر سکتا اس میں قسمت کا بھی دخل ہوتا ہے۔ اور سب سے براہ کر دعا جیسا جھٹھار قسمت کو بھی بدل دیتا ہے۔

حضرت علیؓ کو اللہ چھ کا قول ہے استاد سبق دے کر امتحان لیتا ہے اور زندگی سبق دے کر امتحان لیتی ہے اور یہ صوفیہ بھی ہے۔

کچھ لوگ امتحان کو بھی کیل کی طرح لیتے ہیں..... لیکن کیل اور زندگی میں بہت فرق ہوتا ہے کیل کو تم کھینچتے ہیں..... زندگی نہیں کھینچتی ہے ہم زندگی کے غمیرے ہوتے ہیں..... زندگی کو غمیرہ نہیں بنا سکتے۔

قدحہ کا کھوکھو ہے معنی جینا ہی جیسے منظور نہیں آپ اپنا مقدر بن نہ سکتے، اتنا تو کوئی مجبور نہیں از بغیر وہ فعل ڈیٹا اس پر۔ اس۔ اے۔

واہ کیا بات ہے

ہذا نفرت اور نظر انداز کرنا وہ عمل ہیں جنہیں ایک لمحے میں محسوس کیا جاسکے ہے جبکہ محبت اور وقار داری وہ عمل ہیں جن کو ثابت کرنے میں پوری زندگی بے چارے ہے۔

ہذا وہ شخص زندگی کی کوئی جگہ نہیں ہار سکتا..... جو برداشت کرنے کا ہنر خوب جانتا ہو۔ (قول علیؓ صدیقی)

از بھلیہ لطف، لاہور

کہ میرا درجان تیرے دھوکے ایک چھوٹی سی تصویر بن گیا.....

میری روح میں تیرا بندہ بن گیا
جنتیں چند بے شوق رات کو بغیر تیرے
اور دوسرے صبح کو سب لیتے ہیں
اور میرے دل میں ایک جامع صوفیاں ہے
جو میرے خوابوں کے جلوں کو نمایاں کر دیتا ہے
میری بیداریوں میں ایک خاموشی ہے
جو مجھ پر اسرارِ عشقِ کشف کرتی
اور عابدوں کی دعاؤں کو پورا کرتی ہے
اور میرے سر کے چاروں طرف ایک طلسمی غلاف تھاتا ہے

تیرے لئے والوں کی خرافات پارہ پارہ کرتی ہے
اور تیرا سر اس کے نیچے سنتے ہیں.....
اس کی غزلی نازک انگلیوں سے قلم پھسل کر کر
پڑا اور وہ چھوٹ، چھوٹ کر روئے گی۔
کھلی کھلی سے نظر آتے، کشادہ آسمان پر چپکتے
ستارے اور ہر پراچہ دھوپ کی چاند، رات کے آدھے
پہر اس روتی ہوئی خوب صورت سی لڑکی کو دکھ سے روتا
دیکھتے رہے کہ عشق کے ماروں کو آسوی تجھے
میں لے لیں۔

☆☆☆☆

صالح چوہلی کے مہمان خانے میں چوہدری
عمر احمد کے سامنے بیٹھا تھا۔ چوہدری صاحب بہت
محبت و دانا پنت سے اس سے گفتگو کرتے تھے۔ خود ہی
عرسے میں انہیں وہ بہت عزیز ہو گیا تھا۔ بھوکہ اس کی
خصیت بھی اتنی خوب آگیزگی کہ جو اس کے ایک بازل لیتا؟
اس کے عرسے آزاد نہ ہو پاتا باوجود اس کی کم گوئی
سجیدگی کے..... عشاق کی نواز کے بعد دانا پنت پر چوہدری
عمر کا سامنا راستے میں صالح سے ہوا تو وہ بعد اصرار
اسے گھر لے آئے تھے۔

ہاتوں کے دوران چوہدری صاحب نے محسوس
کیا اس کی طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی تھی۔ اس کی

ہے۔ وہ محسوس تھے میں جانتی تک نہیں..... وہ کہاں کا
ہاکی ہے؟ کس حسب نسب کا ہے؟ اس کے ماں، باپ
کون ہیں؟ ان ساری باتوں سے بے نیاز..... میں
پہرہوں سے سوچتی ہوں، وہ ہے خبر..... اسے تو معلوم
بھی نہ ہوگا کہ عتبہ یا پگلی لڑکی اس بیتی رات
کے حصارے میں قلم قماے، آنسوؤں میں کیے الفاظ
اس کے نام کر رہی ہے، مکتا معلوم..... تیرے خبر ہے
وہ..... کوئی کہا، بل اس کے عشق میں مر رہا ہے گھر سے۔
خبری نہیں..... میں بے بسی کی انتہا پر ہوں..... مگر اس
کے سامنے کسی اعتراف نہیں کروں گی چاہے اس کے
عشق میں سنگ، سنگ کر رکھ دو جاؤں..... مگر زبان سے
اعتراف نہیں کروں گی۔

میری نظر میں عشق اس کا نام ہے، بے فرض، ہر
بات سے بے نیاز، دھکتے، چڑھتے، آتش عشق میں جل
جانا مگر دوسرے کو خبر تک نہ دیتا۔ وہ آج جو عاشق کے
تن میں لپکتی رہتی ہے، وہ عشق کے دل تک رسائی
حاصل کر لیتی ہے، اسے خبر دار کر دیتی ہے مگر عاشق کا
سچا ہونا بھی ہے کہ وہ خود سے زبان نہ کھولے، اعتراف
نہ کرے، اپنی زبان سے خود بے خبر نہ دے، دوسرے کو
خبر دار کرنے کے آتش عشق کی وہ آج ہی کا ہی ہے۔ یہی
عشق کی مہر ہے۔ یہی کچا عشق ہے۔ اس نے لکھتے
لکھتے گہنہ سانس بھری۔

”میں بھراں کہتا ہے، شب میرا صاحب گھلا ہے
تو درگزر کر دے نصیب ہوئی ہے، اگر کشت نہ جلتے تو پروانے
کہاں سے آئیں؟ ہر شے کا بچہ آغاز ہی ہوتا ہے تو
اجا پک ہی گاؤں کی جالی ہے۔“
مجھے اس کی یہ بات بہت پسند ہے، اس نے
محبت لکھا ہے مگر میں عشق کا لفظ استعمال کروں گی
کیونکہ میں عشق کی ڈی ہوئی ہوں..... اس کی خوب
صورت آگے سے کسو پھیلا اور ڈانڑی کے درجے پر
گرا، لفظ کو پھیلا گیا تھا۔

”میں نے تجھ سے (محبت کی) عشق کیا.....
انتہا بیدار دگر مر عشق.....“

مجھے جس سکون و تسکین کی تلاش تھی آج وہ تلاش ہوئی.....
آپ کے قرب میں گھٹو میں ایسا کچھ ہے جو بندے کو
بدل کر رکھ دے..... آج اس لمحے میں مکمل ہو گئی
ہوں..... مجھے اپنے سینے کا جواڑ لیا گیا ہے..... آپ کی
بے حد محبتوں، فکر پر..... ایک انجانی خوشی
جانے کے احساس سے اس کا چہرہ دنگے کا تھا۔ وہ
کھڑی ہوئی۔

”کیا اختلاف میں، اپنا نام بتا تو میں بھول ہی
گئی..... مجھے تبدیل آنڈری کہتے ہیں۔“ وہ خوش دلی سے
اپنا تعارف کروانے لگی۔
”اور آپ؟“ وہ تجسس ہوئی۔

”صالح ملیان.....“ وہ ہنوز نظریں پٹپٹا کر،
آہستگی سے بولا۔ تبدیل نے محسوس کیا کہ اس کے
یہاں آنے تک وہ دانا پنت، اس کی محسوس نے
نظریں نہیں اٹھائی تھیں، وہ تبدیل کی سمت دیکھا تھا۔ نہ
ارادی نظر اور نہ غیر ارادی نظر..... وہ اس کی شخصیت
سے بے حد متعجب ہو گئی تھی۔

یہ ملاقات، بلاشبہ تبدیل کی زندگی کی انوکھی،
یادگار اور خوشوار ترین ملاقات تھی۔

☆☆☆☆

رات کی تاریکی میں سو پھیل چکی تھی۔ ہر ذری
روح نیند کی آغوش میں سر دے، خبر سرور پا تھا۔ وہ
اپنی ہزاروں عسکریات دل کی باتیں کہہ کر پناہ جو کھاتا
رہی تھی۔

اپنی مہربان اور بھریں نکلی، اپنی ڈانڑی سے
جس میں اس نے صالح سے ہونے والی پہلی
ملاقات سے اس نے تک ہونے والی ہر بات، ہر
چھٹی تھی۔ وہ باتیں، جو وہ خود اپنے آپ سے بھی
نہ کہہ پاتی تھی۔

وہ سارے اعتراف و آنسوؤں میں ڈوبے
ہند تالسمی رہی، رات تھی کہ قہر، قہر، مکتا رہی۔
”جانے کیوں؟ تکلیف میں ہوں..... مگر کچھ بھی
مجھے یوں اس کے عشق میں لپ لپ سکتا، چھٹا سکتا

تیر کر کے کا فائدہ..... صرف دقت کا زیاں.....
ارادہ مضبوط ہو تو سب کچھ خود بخود بر آسانی ہوتا چلا
جاتا ہے۔“ صالح کی مضبوط دلیل نے اس کے خوف
کو سہارا دیا۔
”کیا میرے لیے اس راہ پر چلنا آسان
ہوگا؟ اس کے دل میں خند شے نے پھر ابھارا۔

”دیکھو دیر خاموش رہا،
” اتفاقاً جو کہتے ہیں غریب آدمی کے دل میں،
کسی کوئے کھدے سے میں رات کی محبت، آسائش کی
محبت..... روشن مستقبل کی خواہش بھی ہوتی ہے۔ وہ
اس کے اوپر غلاف چڑھا تا ہے۔ لیکن یہ چور لکھا
نہیں..... لیکن دل میں محسوس بدل کر کچھ جاتا ہے غریب
عموماً باہر میں کر بیٹھا جاتا ہے، آگے نہیں بڑھ سکتا۔ اصلی
بات دل سے آرزو دکھاتا ہے، اس کا میری سے دل نہ ہو،
چٹکا ہے، غریب کے دل میں ایسا ہوس ہوتی ہے،
حاصل کرنے کی۔“ کچھ لمبے خاموشی کی نذر ہوئے۔

”اور پھر کہتے ہیں۔ ہر بڑی تبدیلی کوئی واقعہ نہیں
ہوتی، حادثہ نہیں بلکہ گہری ہوئی سوچ ہوتی ہے،
قلب میں..... روح میں بھر اس کے راستے میں جو
آئے تو چھوٹ جاتا ہے۔ رات کی تنہائی اور خاموشی
میں فیصلہ آسان ہو جاتا ہے، آج رات خندہ دل و
دماغ سے پسپا ہائیں ہو پڑا..... مگر جس بات بدل
ملطین و راسی ہوا اس پر عمل کرنا..... پر اس راستے پر
قدم دھرنے سے پہلے دل کی مرضی معلوم کرنی پڑتی
ہے۔“ سکون و دلالت کی لہریں تھیں، جو اس کے اندر
موجزن تھیں۔

اس کو پناہ اپنی ہی، ”پنے“ کے مانند ایک محسوس
ہو رہا تھا۔ آج میں کچھ کہتی ہوں، مجھے کچھ راہنما
لا ہے، میں بے حد خوش ہوں، بے حساب۔ اس نے
طمینت سے بوجا۔

”مجھ جیسا بالائی لڑکی کے پاس الفاظ قسم ہو چکے
ہیں، یہاں اس مقام پر آ کر میرے پاس الفاظ نہیں۔
کچھ نہیں رہا۔ ان الفاظ میں آپ کی تعریف کروں؟

کرے تھا چاندی بنگی گئی۔ وہ سامنے سرخ فرش پر بارش سے بنے ہیلوں پر نظریں جمائے سوچ میں تھا۔

سرخ ہوئی بھول آئیں، بھرے ہال، پریشان لباس اس سٹیٹ میں کسی دور ماندہ جاہت میں الگ ہی لگ رہا تھا۔

بر طرف بارش کا شور تھا۔ کچھ لمبے کوچی بکلی، زمین پر پڑتی تو ان دونوں کو نمایاں کر دیتی۔ نظروں کے ارتکاز پر صابن کے اوپر دیکھا، غصہ اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ دونوں کی نظریں میٹیں۔

اس پہلے ہی زور سے بکلی۔

اس نے رخ نمودار کر لیا۔ غصہ نے صابن کے دوبارہ نظریں بکلی کر لیں۔ غصہ نے دوپٹے کے پلے سے آدھا چہرہ ڈھانپ لیا۔ یہ عمل اس سے بے ساختہ سرزد ہوا تھا۔

”آپ اس وقت؟“ وہ بے ساختہ پوچھ بیٹھی۔

”جی.....“ صابن بے حد شرمندہ نظر آ رہا تھا کہ اس کے پاس وضاحت کے لیے الفاظ نہیں تھے۔

قصور نہ ہوتے ہوئے بھی وہ خود کو جرم محسوس کر رہا تھا۔ غصہ میں وہیں لوکی اس کی حالت سمجھ گئی تھی۔

”جبرکی اذان ہو چکی ہے، وقت ہے، آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں، آپ کو غلط لگ جائے گی.....“

کچھ دور آرام کر لیں..... میں آپ کے لیے دھواں پانی گرم کر کے بکھائی ہوں۔“ غصہ نے اس کی مشکل آسان کرنے سے روکنا ہی نہیں کیا تھا۔

صابن کے چہرے سے کچھ پر پھیلنے لگی۔

”آپ کا بے حد شرم ہے نی بی بی“ وہ منہ منظر آ رہا۔

”خدا یہ یہ جانتا ہے کہ اس کی نظروں میں سچے لگے ہیں، یہ بھی تو سارا تر سا نظر لگتا ہے“ غصہ نے اسے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

وہ آہستہ سے چلا، اس کے پاس سے گزر کر آگے کی طرف بڑھ گیا تھا۔ غصہ نے اسے جکڑ دیکھا جہاں کچھ دور پہلے وہ ٹکڑا تھا۔ اس کی جگہ خالی پن، اس کا دل

اس کا بخار اب تھوڑے کم تھا گرفت تھی کہ وہ اسے اٹھائیں چاہ رہا تھا۔ یہ مشکل ٹوٹے بدن کی ہمت جمع کرنے کے وہ لگا تھا۔

اس نے باغ کی طرف کھلنے والی کڑکی کے پردے سرکائے، باہر نکلی کوعمر ہی تھی۔ زمین کی غلط ٹھک

نے اسے احساس دلایا وہ کھٹے گھٹے کھڑا ہے۔ اس نے اندر چرے سے بکلی کے پاس چل نکلے اور پہلی کر

بے باکل آیا۔ شاید کئی گھنٹا میں سانس لے کر اس کی بے چینی ختم ہو۔ صابن کی سائمن نے کسی کے رونے کی آواز سنی۔ وہ اس آواز کے تقاب میں پھٹنے لگا۔

سامنے برآمدے میں جانمناڑ پر بیٹھا کوئی وجود تھا دھماکے انداز میں اٹھائے زور رہا تھا۔

برآمدے سے ذرا آگے پہنچ کر صابن میں تیز بارش برس رہی تھی۔ ہر دھماکے ہر کڑے والی بکلی

اندھیرے میں، چوٹی کے سرخ آئینوں والے فرش پر پڑتی تو دیکھنے والی آنکھ کو اس منظر کی دہشت اندر دھک

ہلا دیتی۔

وہ اس کی ہمت پر حیران ہوئے بنا نہ رہ سکا۔ گلابی لباسی طور پر رنگ دوپٹے میں بیٹوں، رونے کی وجہ سے کھٹکے جانے والی کڑکی کی آواز۔

وہ بے اختیار اٹھ بیٹھی تھی، اس کا وجود اندھیرے میں جیسے روشنی دے رہا تھا۔ صابن کو بے ساختہ وہ رات

یاد آئی تھی۔

خوف سے بے حال لڑکی، جو اس کے سامنے۔

بے نقاب ہو جانے پر بے حد شرمندہ تھی، قدرت اس کا بار، بارش اس لڑکی سے کیوں سامنا کر داری تھی۔ وہ یہ راز

جان نہ لائی۔

گلابی دوپٹے کے پلے میں متدین کا پہلی چہرہ آئینوں سے تر تھا۔ اس کی سکیاں، صابن کے دل کو

چید رہی تھیں۔

کچھ دور پہلے کی کئی ایک دم سے حریف بڑھ گئی تھی۔ اس نے وہ عامل کر کے چہرے پر ہاتھ پیرا اور اوپر کر مٹی اٹھایا۔ وہ سیدھی ہوئی کو صابن کو سراپے ٹکڑا دیکھ

اور وہ ماں، باپ کیا ایسے میرے ہمکنی اولاد کو کھوکھو مطمئن و شادان ہوں گے؟ انہوں نے فرط محبت سے مجبور ہو کر صابن کی پیشانی پر بوسہ دیا۔

”تم یہاں آرام کرو، میں آتا ہوں۔“ وہ کہہ کر باہر چلے گئے۔

کچھ پر بعد اس کی واپسی مع ایک لڑکے کے ہوئی۔ انہوں نے اصرار کر کے صابن کو اس کے اہتمام کے باوجود دلیا کھلایا اور پھر بخار کی دوا دی اور کھانا

خانے میں لے گئے۔ اس لڑکے نے اس کے لیے بہتر برابر کیا۔ باہر نکلنے سے پہلے انہوں نے کڑکی بند کر کے

پردے برابر کیے اور انہیں صابن کو گور کیا۔

انہیں جانے اس وقت صابن پر کیوں ترس سا آ رہا تھا۔

☆☆☆

نیز اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ آج کی رات نیند کے آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ وہ

مغصہ اس کے کمر کا تھا، بھلا وہ کیسے سو سکتی تھی، اس کا مشق اتنا کٹھن تھا کہ مشق کی موجودگی میں وہ۔۔۔

خبر جو سو جاتی۔ اس کے لیے تو وہ رات چٹا تھا۔ جانے رات کا کون سا وقت تھا کہ اسے کئی لمبے چارہ نہ تھا۔ وہ

کمرے میں ابھرے تو اچھر چکراتی پھر رہی تھی۔ بارش نے جیسے تیر کر لیا تھا کہ آج کی رات نیند کے لیے نہیں

میں کیا سوچ رہی ہوں، نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔ ڈرنگ تسلسل لگتی کر رہا تھا۔

”وہ کمرہ کب آئی چکا ہے، تو ایک نظر دیکھ لینے میں کیا حرج ہے؟“ دل کا یہی اصرار تھا۔

☆☆☆

اس کی آنکھ کھلی تھی۔ اب ایک عجیب سی۔ بکلی نے اسے اپنے حصار میں لے لیا تھا۔ اسے

محسوس ہو رہا تھا جیسے اسے کوئی بائیں کر کے اس کے پیروں کو چمک کر گیا ہو، اس نے اپنے پیروں پر ہنسی

کو بھی محسوس کیا تھا لیکن وہ کچھ سمجھ نہیں پایا تھا کہ یہ سب خواب تھا یا حقیقت۔۔۔۔۔

آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ اور چہرہ بخار کی حدت سے تپ رہا تھا۔ وہ انگلیوں سے اپنی پیشانی دبا رہا تھا۔ وہ اس کے قریب آئے اور اس کی پیشانی کو چھوا، اس کی

پیشانی آج دے رہی تھی۔

”تمہیں تو بہت تیز بخار ہے بیٹے۔“ انہوں نے تسوئیل سے کہا۔

”میں ٹھیک ہوں، آپ فکر مند نہ ہوں۔“ صابن نے دیکھے جیسے میں بے مشکل کیا مگر اس کی آواز بخار کی شدت سے بخار ہو رہی تھی۔

”آج موسم بھی ٹھیک نہیں۔“ انہوں نے کھلی کڑکی سے نظراتے باروں سے ڈھکے آسمان کے تیز دیکھ کر کہا تھا۔

”جیسے چلا جا ہے۔“ صابن نے بے مشکل بند ہوئی آنکھوں کے ساتھ کہا، بخار نے جیسے اس کی ساری قوت چھوڑ لی تھی۔

”اس حال میں کیسے جاؤ گے؟ موسم بھی ٹھیک نہیں لگتا ہے بہت زورور کی بارش ہوئی۔ یہ

تھمرا اپنا کمر ہے، آج کی رات یہاں رک جاؤ، میں تمہیں اس حال میں یوں جانے نہیں دے سکتا۔“

ان کے لیے صابن کے لیے فرط محبت تھی۔

”تو آپ کو تکلیف ہوئی، میں چلا جاؤں گا“ وہ بے ہوا۔

”ایکس یا تم کے قریب تم مجھے اجنبیت کا احساس دلا رہے ہو، میں تمہیں غصہ کی طرح مزید رکھتا ہوں، کئی

اولاد کی طرح تم سے محبت ہے مجھے۔ یہاں آرام سے رہنا تمہیں کوئی پریشان نہیں کرے گا۔“ کم از کم

آج کی رات میں تمہیں جانے نہیں دے سکتا۔“ ان کے انداز سے لے کر محبت بھری دھنوں کو حکم تھا۔

وہ خاموش رہا۔

چوہدری عمر نے ظہال سے صابن کو بوی محبت سے دیکھا۔

”کتنا اکیلا ہے، جانے اس کے ماں، باپ کمر بار کہاں ہوگا۔ اسے وہ سب کتنا آتے ہوں گے۔“

دیران کر گیا۔ سحر کی دلکشی یک دم ختم ہو گئی۔
 وہ مرے مرے قدموں سے ہٹ کر سست چلی آئی۔

☆☆☆

دن تیزی سے گزرتے چلے جا رہے تھے۔ آج بھی معمول کی طرح وہ اسے کھانا دینے آئی تھی۔ اس کی صحت روز بروز گرتی جا رہی تھی۔ وہ کسی سے کچھ نہیں کہتی، شوق کا رنگ، اس کا تن دیمک کے مانند چاٹ رہا تھا۔

اس کی ذات قفر، قفر، قفر، دھشت کے سمندر میں کچل کر بہہ رہی تھی۔ اس نے ہرگز کے سمندر و درخت کی طرف دیکھا۔ صابغ کے پاس ایک خوش شکل لڑکی اس سے اقبال میں تھی۔

وہ ہمیشہ کی طرح منسوب بیٹھا تھا، البتہ وہ لڑکی خاصی پر ہموار دے کھلف لگ رہی تھی۔
 قہار سے اس سے زیادہ وہ بڑھاپا تھا، ہوا جا رہا تھا۔ اس نے پاس سے گزرتے کی حوروں کو روک کر کھانا صابغ تک پہنچایا اور حلی کی طرف پلٹے رستے پر قدم دھر لیے۔

آج اس کے دل نے بہت خالی ہونے کے بہانے کو کرے ہو کر صابغ کو دیکھنے کی جسارت بھی نہیں کی تھی۔

حولی اپنے کمرے پر ہی کرے میں جانے کے بہانے وہ صحن میں بیٹھے تخت پر ہی گرے کے سے اعزاز میں ٹھک کر بیٹھ گئی۔

اس نے چہرے پر سے نقاب ہٹایا اور پچھتے ہوئے جھک کر دلوں ہاتھوں سے تخت کے کنارے سے مٹیوں سے قہار لیے۔

سامنے سے آئی ماں سے ان کی یہ حالت دیکھ کر دل کر دل تھا۔

”خند ہمیری دمی کیا ہوا ہے؟ طبیعت تو نمیک ہے پتھر؟“ مادہ ولی ماں کی اگلی لڑائی کی یہ حالت دیکھ کر پریشان ہو گئی تھیں۔

”میں..... میں..... نمیک ہوئی ہوں۔“ وہ

ہاتھی ہوئی، ہوا مار سانسوں کے درجہ ہاں پر شکل پڑی۔
 ”کیسا نمیک ہو؟ برسوں کی چار نگ رہی ہو..... کتنا میں نے کہا کہ شہر جا کر کسی ایسے ڈاکٹر کو دکھاتے ہیں جو کمر ہسپتال میں.....“ کئی کروڑ لگ رہی ہو، کھلتے کھاب کی میری کٹی، اب دیکھو کیسے سر جھکا کر وہ گئی ہے۔“ غرض حال کی خند کا سراپا بنے بیٹے سے لگتی ماں کی تکلیف کی شدت سے رو پڑی تھیں۔
 کئی لمحے خاموشی سے گزر گئے۔

ماں سے بے آواز روئی رہیں، جب کالی و بریت مٹی اور خند کے جسم میں کوئی حرکت نہ ہوئی تو ماں کی ماں کی دل زور سے دھڑکا..... انجانے خند کے تحت انہوں نے خند کر خند کر لگا کر ناپا۔
 وہ کسی بے جان میٹڑیا کے مانند ان کی گود میں آ رہی..... ان کی بے ساختہ چٹخ فغا میں بلند ہوئی تھی۔

☆☆☆

صابغ کے ساتھ اب وہاں کے حوروں جگر کے علاوہ ہائی چار ورت کی بھی نمازیں پا قاعدہ کی سے پڑھتے گئے تھے۔

وہ نماز کے لیے کھڑا ہوتا تو پیچھے نمازوں کی قہار بن جاتی۔ کچھ کسوٹی اور قہار کے مارے، حوروں نماز میں دیکھتی نہ ہوتے کے باعث اپنے، اپنے کاموں میں مگن رہتے۔

آج جب کہ دن تھا، کوئی وضو کر رہا تھا، کوئی کھانا کھا رہا تھا کوئی لیٹا ہوا تھا اور کوئی اپنے کام صحنے میں لگا ہوا تھا۔ صابغ ان سب سے مخاطب ہوا۔

”بیٹے کے دلوں میں دھتے کے دن کو بڑی فضیلت حاصل ہے، اس دن کو سیدالامام بیٹی دلوں کا سردار قرار دیا گیا ہے۔“ سارے لوگ اپنی، اپنی مصروفیات چھوڑ کر صابغ کے گرد جمع ہو گئے۔ ان سادہ لوح لوگوں کو کسی اور اجتناب کی ضرورت نہ لگتی تھی وہ اس کے علم سے روشناس کر داتا، وہ اس کی تھیلہ میں دین پڑتے، ان کی مثال اس روم کے مانند تھی جن کا مالک

انہیں جس لامی سے جس رستے پا کتا، وہ بے خبر اس کی راہنمائی میں چلتے جاتے۔
 ”قرآن پاک کی ایک آیت کا ترجمہ ہے۔
 ’اے مومنو! جب جمعہ کے دن نماز کے لیے کھڑا ہوا جائے تو اٹھ کر بائیں طرف دوڑ دو اور درخیز و درخت ترک کر دو۔‘

اور نماز جمعہ کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد پاک ہے کہ جس کے پاؤں جمعہ کی نماز کے لیے جاتے ہوئے خرابا اور دو گھمے، اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کی آگ حرام کر دے گا۔“
 اس دھبی و کمرنگون آواز نے سب کو کھڑ کر دیا تھا۔ انکا ناخوش ہونے کے باوجود ہر طرف خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ کہتے ہیں، جو بات دل سے کہی جائے وہ اثر رکھتی ہے، ان لوگوں پر بھی صابغ کی بات نے غور خراہ اور کٹا تھا۔

سارے لوگ تیار ہو کر نماز کے لیے قہار باندھ کر کمرے ہو گئے تھے۔ نمازوں کی تعداد دیکھ کر صابغ کے تراشیدہ بالوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔

یوں جیسے بالوں کی اوٹ سے کچھ بھر جائے۔
 اتنے عرصے میں یہ پہلی بار تھا کہ وہ مسکرایا تھا۔

”ہستہ ہی کہا تھا کہ کسی ایسے ڈاکٹر کو دکھا دیتے ہیں لیکن نہیں، دلوں پا پ، ہمیں نے ہماری بات نہ سامنے کی قسم کھا رکھی تھی..... نتیجہ دیکھ لو؟“ ماں بھی پریشان تھیں، چوہدری صاحب سے جھگڑنے لگی تھیں۔

وہ خاموش، کمرے سے گھری سوچ میں گئے۔ وہ کیا کرتے، لاڈلی بیٹی کی خند کے آگے بے بس تھے۔ چوہدری صاحب اور ماں کی، اس کی پیٹک کے پاس پریشان و گرنندہ سے بیٹھے تھے۔

خند کسی بے جان مردے کی طرح بے سحر پڑی تھی۔ تازہ کھاب کا سانس رکنے والی بے انتہا خستہ صورت خند کا رنگ چٹا اور زور ہوا تھا..... اور

بوت ہاں کیا سیاہ.....

میدان عشق صوفیانہ

جوان شاداب بی بی کی یہ عیادت دیکھ کر چوہدری صاحب کے دل میں کئی کئی۔
 حولی کے چہرہ پر ننگ خاموش تھے۔
 ملازمین کی اپنی خاموشی سے تنہا ہونے کے باوجود حولی کی لغت کو سوار کر کے۔ پرتین ایک سست چٹکی رو رہی تھی۔

خند نے ان تین دلوں میں اس سے صرف ایک بات کی تھی۔

”ہر کی ڈاڑھی کو لگا دینا، وہ ہر کی ہزار ونگار ہے، میں نہیں چاہتی، ہمارا روز کی جان لے۔“
 چوہدری صاحب نے اسے زیادہ بلند سوزہ نہیں کی خلاوت ضرور کی..... اس جی نے دل کر ان کی طرف دیکھا تھا۔ وہ ایک کے بعد ایک آیت پڑھتے گئے۔ خند کی پیدائش سے آج اس کے جسم کے اس کی ہر بات، ہر حرکت، ہر صدمہ، ہر ہوا کی کٹی کی صورت ان کے سامنے آئی رہی۔ انکوں کی لڑائی انکوں سے پھل، پھل کر ان کی داغی میں جذب ہو رہی تھیں۔

”میں..... مجھے..... معاف.....“
 کھک..... کرو..... بیٹھے..... گا.....“ یہ مشکل لفظ اس کے لبوں سے پھلتے تھے۔

”کھجور ڈن نہیں بیٹی، تم بالکل نمیک ہو جاؤ گی..... اللہ تعالیٰ اپنی ان میں رکھے۔“ ماں جی اسے تسلی دیتے روئے نکلیں۔

چوہدری صاحب سختی و سے بلند آواز میں خلاوت کر رہے تھے۔ انہیں نے کک کر کس قدر مضبوط سے آخری سطر پڑا دیا ہوئی، بے دمی کی ہوا دیکھا تھا۔ وہ سوزہ کی آخری آیت پڑھتے گئے۔

خند کی خند ہوئی تو انکوں نے بڑا آخری صورت دیکھی تو وہ صابغ کی تھی۔

جو ہاتھ ہاں کے اسے اودھ کھڑا تھا۔
 اس سے زیادہ سختی کی بات اس کے لیے کیا ہو سکتی تھی کہ وہ شخص جس کے عشق کی گہرائی میں ڈوب کر وہ ختم ہو رہی تھی، وقت رخصت اسے اودھ کہنے کیا

میلانہ پاکیزہ.....

یہ کہہ دواری، روتا رہتا، جملی میت کو تکلیف دینا ہے، کیوں اپنی جلی تکلیف میں ڈال رہی ہو؟ یوں سمجھو، اس کی امانت کی اس کو واپس لوٹا دی؟ میں اب ممبر کرنا ہوگا..... ہماری پاس پورہ داروں تک پہنچی، وہ وہاں اللہ کی غامی مہمان ہوئی۔ تو یہ وہم صوم جنت کے حرے لوٹ رہی ہوئی..... تو کہیں اسے پریشان کرتی ہے..... کچھ پڑھ کر اسے بخش دے، تو بھی سکون

سے ادا ہو رہا تھا مگر افسوس کباب وہ نہیں سکتی تھی۔ اس کی توجہ حاصل کرنے کی غصہ نے بہت بڑی قیمت چکانی کی۔ صاحب کی آنکھوں میں پانی بھر آیا۔ اس نے چوہدری صاحب کے گرد ہاتھوں کا حلقہ باندھ لیا تھا۔

☆☆☆

مردوں کے جہنم میں مغموم سے پیشے چوہدری عمر کے کالوں میں اس کی ہاتھ دیاں پھر تو کئی زبان میں پایا کہنا..... اور پھر وہ کب اتنی بڑی ہوئی کہ ان سے ہمد کرتی فرمائیں کرتی..... وہ ساری باتیں اس کی آواز، ان کی باتوں میں پڑ رہی تھیں۔

آج چوہدری صاحب..... ہاں جی تین دن تک شہت نم سے بڑھال ہے ہوش نہیں آج وہ ڈاراسا ہوش میں آئی تھیں..... لیکن ہر دو منٹ بعد، اس کی کوئی بات یاد کر کے ہلکے ہلکے کر رونے لگتیں..... مبرا آتے، آتے ہی آتے۔

گاؤں کی عورتوں اور جوہلی کی خدمت گار عورتوں نے ان دونوں کا بے حد خیال رکھا تھا۔ اسنے دن اس کی موت کو گڑھے میں گھرے تھے مگر ہاں جی کو ان میں سے کوئی تیار ہونے کا دروازہ نہ تھا۔

فرمانبردار، وہ جن، خوب صورت، واکٹری جوان بیٹی کاظم آئی جلدی کیے بھلا وہ جا سکتا تھا؟ دھم گھم رہنے میں کچھ وقت تو لگتا ہے چوہدری صاحب شہت نم سے بڑھال ہوئی کے پاس آئے تو عورتیں ایک طرف کو ہوئیں۔

”ہائے میری غصہ.....“ ہاں جی کی پُروردہ چیخ نے وہاں موجود ہر آنکھ کو الٹک بار کر دیا تھا۔ ”یہ تو نے کیا کیا؟ میری لڑ، یہ تو میرے جانے کے دن تھے، تیرے ڈارائوں کے پھول تھے سنے۔“ وہ ہلکے ہلکے کر دو پڑیں۔

”میرے اللہ.....“ ہاں جی کی ٹپ اور ہلکا، چوہدری صاحب سے دیکھا نہیں جا رہا تھا۔

”تین دن سوگ کی اجازت ہے شرع میں.....“

وہ کسی خابیدہ غصے کی طرح ہلکی انداز میں اس کی قبر پر بیٹھی ڈال گیا۔ قبر تیار ہوئی تو اس نے اپنے ہاتھوں سے اس کے اوپر گلاب کی چٹان بچھا دی۔ چوہدری عمر عمو کو لوگ کھلی دیتے روانہ ہونے لگے۔ جوان موت پر طرح طرح کے دل شکن کئی آئینہ جیلے سننے کوئی رسہ تھے۔ ہر ایک، اپنی استعداد کے مطابق اپنا گم لغتوں کی صورت ان کے کالوں میں اٹھایا جا رہا تھا۔

ہر کوئی ان کے غم میں برابر کا شریک تھا۔ صاحب نے خاموش آنسو بھائے اس بڑے فیض کو دیکھا جو اس وقت قابلِ رحم نظر آ رہا تھا۔

☆ ☆ ☆ چوہدری صاحب حوصلہ رکھیں، اللہ کا فرمان ہے، کل نفس ذلقۃ الموت..... ہر نفس نے موت کا ذائقہ بھگتنا ہے، اس دنیا میں کوئی بھی پتھلی کے لیے نہیں آیا، مہسب نے اسی کے پاس جانا ہے، آپ غم نہ کریں..... ممبر کریں۔“ صاحب نے یہ کھلی آئینہ جیلے بہت ضبط سے ادا کیے تھے۔

اس زندہ لڑکی کے لیے، آج یوں مردہ لوگوں کی طرح کے الفاظ ادا کرنا اس کے لیے بہت مشکل امر تھا۔ اس کا دل دکھنے سے بھر گیا۔

”میری غصہ مجھے یوں اکیلا چھوڑ کر کیسے جاسکتی ہے؟“ ان کی نظروں میں ان کا لہجہ، صاحب کا دل کو کیا کسی نے چیر کر رکھ دیا۔

”حوصلہ رکھیں چوہدری صاحب، آپ یوں کریں گے تو مرے کو تکلیف ہوگی، آپ کو ابھی کی خاطر حصار کرتا پڑے گا۔“ بہت مشکل سے اس کے لیوں نے غصہ کے لیے لفظ مرے کا استعمال کیا تھا۔ وہ چھوٹ، چھوٹ کر روئے صاحب کے کشادہ سینے سے لگ گئے تھے۔ بے بس دھم دھوپ کے آنسو قطر، قطرہ بن کر اس کے دل پر ٹپک پڑے۔ اس کا سر مزید چمک رہا تھا۔

”یہ آپ نے مجھے کس مشکل میں ڈال دیا ہے؟ غصہ ہی نہیں بد نصیب کا نا آج پہلی بار اس کے لیوں

تھا۔ اس کے لب سکرائے تھے اس نے..... کلڑ طبع کا درد کیا۔ پھر وہ مشق کی خبر داری کہری نیند ہو گئی۔ ہاں جی نے بے غصی سے، ہوشی، آنکھیں اپنی پر سکون کھلیں گرائے سوئی اپنی لڑکی لائی جی پر مگر گڑ کر دیں۔

”اے اللہ اللہ الہ رحمن.....“ چوہدری عمر نے چاروں سے اس کا چاند سا چہرہ دھانپ دیا۔ اگلے کل نفسا میں، ہاں جی کی چیخوں کے ساتھ پردوں کی چٹیں بھی شال ہو گئی تھیں۔ غصہ کا خاموش مشق اپنے غصے کی انجام پہنچ چکا تھا۔

☆ ☆ ☆ کلڑ شہادت کی آواز میں بلند تھیں۔ ایک جہنم بیکار تھا، چوہدری عمر عمو کی نیک و پادہ بینی کی جواں مرگ پر تھ تھا۔

اس کے جنازے کو کندھا ساریے والوں میں پیش و پیش صاحب تھا، جو سب سے آگے چوہدری عمر کے ساتھ غل حال ساجل رہا تھا۔

اس کی نظروں کے سامنے غصہ کی شکل محوم گئی، اس نے اپنے وجود میں کچھ ہی اذیت سوس کی تھی۔ اداس اداس سی آنکھوں والی، وہ سو کو ساری حسین لڑکی.....

صاحب کی ہر جگہ ممکن آنکھیں، اس کی گھیری پگھوں پر بھڑکی تھیں۔ ایک، ایک کر کے اس اداس حسین مد پادہ سے اتفاقی و حادثاتی لحاظ تھیں یاد آتی گئیں۔

وہ اس کے لیے کھانا پانی، مندر کرتی، مغنرب سی الگیاں پہناتی معمولی لڑکی..... اس کے اندر ایک طوفان برپا تھا مگر وہ خود کو پرسکون ظاہر کر رہا تھا۔ اس کا یہ جوان، خوب صورت گلاب سا وجود خاک کے پر دیکھے جانے کے لائق تو نہ تھا..... یہ تو اس کے خوشیاں تھیں کے دن تھے۔

☆ ☆ ☆

قارئین متوجہ ہوں

پیشہ ورانہ قلم

پچھلے سے بعض مقامات پر شہادتیں دہی تھیں۔ ذرا مکی، تاریکی صورت میں، کین و پر چائیں تھیں۔ لیکن کین کا رنڈن بچھ بانے کے لیے بہت مکی تراش ہے کہ پچھاننے کے لیے صورت میں ”اے“ کو غلط یا غلوں کے ذریعہ مندرجہ ذیل معلومات ضرور یاد رکھیں۔

☆ ایک اسٹال کا نام چھاپا ہے وہ سچا نہ ہو۔

☆ شہر اور علاقے کا نام۔

☆ لیکن جوتھ ایک اسٹال کا PTCL یا سولیاں نمبر۔

راہنما در پڑھو، بات نہ کیجیے

شمارہ 301-2454188

جاسوسی خابجست بلیس کبشنز

سپیشل جاسوسی پاکیزہ مرکز شہت

63-C انٹرنیشنل پبلیشنگ انڈسٹریز پرائیویٹ لمیٹڈ

مندرجہ ذیل کمپنیوں پر ہر مکی رابطہ کرتے ہیں

35802552-35386783-35804200

ای میل: jdgpgroup@hotmail.com

سوسائیز

ایک عاشق نے اپنی بیوی سے کہا۔
”کیا واقعی تم مجھ سے شادی کرکے یہ معلوم ہونے کے باوجود کہ میں پہلے چار شادیوں کر چکا ہوں؟“
”ہاں، میں اب اپنے چھٹے شوہر کے ساتھ گزارا نہیں کر سکتی۔“
محبوب نے معصوم انداز میں جواب دیا۔
مرسلہ سازہ عباس۔ کراچی

آج آتی ہے بس ہوگئی ہوں کہ ایک انہنی ”انمان“
ساقی میری زندگی میں اہمیت حاصل کر گیا ہے۔ میری
سوچوں کا دھماکا۔ میری زندگی کا مقصد صرف اس
ایک شخص کی ذات وہ کیا ہے۔“

اسے اپنی بے بسی پر دوا آیا تھا۔ وہ معصوم لڑکی
اندریں اندر لٹک رہی تھی اور وہ جو اس کی وجہ تھا اس
کے لیے کچھ نہ کر سکا۔
”میں تجھ کو بے ہوش کر دیتی ہوں۔ اس عشق کی آگ
مجھے جلا کر خاکستر کر دے، میں نہ جان نہیں کروں گی،
بے غرض عشق کیے جاتا ہوں۔ میرے لیے عشق کی
مہراج ہے۔“

وہ دھماکا بار بار دہرایا دہرایا کرتی رہی۔
ایک بک بک ٹپٹ ٹپٹ جھڑپوں میں ڈوبتی خیر کا
اقتباس تھا اور اس کی نظر.....
”یہ نغمہ بہت بہتہ بند ہے، اس نے یہاں بہت
لکھا ہے۔ میں عشق گھولوں گی کیونکہ میں عشق کی ذی
ہوئی ہوں۔“ جگہ جگہ آنسوؤں نے لفظ مٹا دیے تھے۔
”انی؟“ وہ لڑا تھا۔
”کاش تیرا تاجا جاپا ہو جاتا۔“

اس کی تحریر کے لیے سانگلی اور شدت نے صانع
کی آنکھیں غم کر دیں۔ اسے ایک، ایک کر کے سب کچھ
یاد آتا گیا۔ بڑی شوقانی لڑائی کی وہ رات جو اس نے
جولپی میں گزار لی تھی۔ وہ بیک ایک حقیقت تھی، کوئی

قصص تھا۔ وہ خالی لذتی سے سرخ غلج جلد والی ڈائری
کو دیکھتا رہا۔

وہ یوں خود وہ تھا جیسے اسے کھولنے کا تو ایک
زہر یا لگا ہوا اپنا نہیں نکال کر اسے ڈس لگا۔
”آئی کی کا عذاب واقعی جاں کس ہوتا ہے۔“
اس نے استیاض سے پراسٹو کھولا۔
مجھبہ بھی کی تحریر تھی۔
”اس شخص کی آواز بلاشبہ بے حد خوب

صورت..... تلاوت کرتے اسے شخص نے جب اپنا چہرہ
موڑا تو میں سمجھ رہی تھی۔ میں نے اپنی پوری زندگی
..... یاد کیا۔ شاید پوری دنیا میں ایسا شخص نہ
دیکھا۔ جس کی صورت وہ آواز بے یک وقت
کسی ہوش مند انسان کو کچھ زور دے کر۔“

”نہرونی کی زبان یہ معلوم ہو کہ وہ گاؤں کے
کارخانے میں معمولی سا مزدور ہے، مجھے اپنے کالوں
پر اعتبار نہ آیا، اسے تو کسی ریاست کا سفراء ہونا
چاہیے۔“ دوسری جگہ تحریر تھا۔

”اس کی اپنی نگاہ بندے کو ہمس کر دیتی
ہے، اس لیے اتنی تاؤ ہو کر گاؤں کا تھا ہے۔“
ان کی جگہ لکھا تھا۔

”آج اس نے میری مدد کی، مجھ سے بات
کی۔ میرے پاس بیٹھ کر میری طبیعت کا پوچھا۔
اور مجھے گامہ کر کے چھوڑنے آ گیا تھا۔ میں اس کے
تذمرن کے نشان پر ہنسنے پاؤں چلتی رہی۔ یوں جیسے
میں کوئی خوشنما خواب دیکھ رہی ہوں۔ دیکھ اپنی خوش
حسی پر باز محسوس ہو رہا تھا۔ آج وہ مجھ سے بارگاہ.....
مجھے یقین نہیں آ رہا کہ جب اس نے میرا لایا کھانا کھا
میں خود کو ہواؤں میں اڑتا محسوس کر رہی تھی۔“

صانع کی شہرہ بگ آنکھیں سطروں پر پھلتی رہیں۔
”مجھے چیں عشق انھما اور غیر مفاہ ہوتا ہے، مجھ
پر یہ سچ ثابت ہو چکا ہے، میں جہاں پوری زندگی میں،
کسی بھی غیر محسوس کو سوچتا دیکھتا تھا۔ کبھی بھی

تھاوری۔
آئی کی کا عذاب واقعی جاں کس ہوتا ہے، صانع
کی بھی یہی کیفیت تھی۔
”میں اگر پہلے سے سب جان لیتی تو اپنی جان پر
کھیل کر ان کو ان کی خوشی کو ہانی۔ مگر محسوس کر اب مجھ
نہیں ہو سکتا۔ اور یہ سچ ہے کہ وہ صرف آپ کے
ساتھ جیتی تھیں۔“ اس کی آواز میں آنسوؤں کی غلج
گئی تھی۔

لابا باندیوں سے ہماری آنکھوں سے آنسو بہہ
نکلے، جو اس نے بے دردی سے ہاتھ کی پشت سے
رکڑے اور بھائی ہوئی وہاں سے چلی۔ یہ بھی روتا
ایک انداز تھا۔ اس کا حساس دل دیکھ سے ہر گھبراہٹ، ایک
حقیقت جانتی زندگی اس کی وجہ سے ختم ہو گئی تھی۔

اس کی معصومیت دے خبری میں ایک لڑکی ماری
گئی تھی۔ اس جرم کا احساس شدید ترین ہو گیا تھا۔
کسی گھبراہٹ نے کیا خوب لکھا ہے۔ جس نے
بھی جھوٹ نہ بولا ہو، اسے معمولی جھوٹ بھی....

بچے نہیں کر دیتا ہے، جو عادی چور نہ ہو، اس کی حالت
جنگی چور کی بہت بری ہوتی ہے، انسان کو انسان کا
احرام نہ رہا تو کائنات جگولے کھانے لگے کہ یہ
کائنات خدا نے انسان کے لیے ہی بنائی۔ خدا
شاید ہی نہ بنائی۔ انسان کے خدا کو جاننے سے پہلے
اسے آپ کو جانا ضروری ہے۔ اپنی حقیقت پر گور
کرنا ضروری ہوتا ہے۔

بے سیر نام کا ترازو انسان کے اندر ہے۔ مقدم
نہیں لگا پایا۔ واقعات انسان مرتب کر سکتے ہیں۔ اگر وہ
خدا کو جان جائے کر آج کے انسان کو واقعی فرصت
کہاں؟

مگر صانع ان انسانوں میں سے نہیں تھا، جو
غفلت کی مٹی سے بنے تھے۔ اس کا ضمیر زندہ تھا
لیے وہ ایک ہوش مند احساس و بے سیر انسان تھا۔
اللہ کا اس پر غامس و انعام تھا جو لوگوں کے
دلوں میں اس کی محبت اور عزت میں وہ انسانیت کا
احترام اور برحقوں کی پکاراں لگنے والا ایک روشن ضمیر

میں رہے کہ اور وہ بھی آرام میں ہوگی۔ انہوں نے
ہزار ہا انداز میں ماں بچی کو بچھا یا تھا۔
ان کا غم کہ تو نہیں ہو ا تھا مگر بات کچھ، کچھ مجھ
میں آئی تھی۔

☆☆☆☆

وہ لذتی طور پر رخت پریشان تھا۔ ایک معصوم لڑکی
کی موت کا سبب اس کی ذات تھی، یہیں تک آکر
اس کی صوفی غمیر جاتی۔

درخت کے تنے سے ایک لگانے وہ خالی لذتی
سے آسان کو تکتا رہا۔ تنہائی اور سناٹا..... کائنات پر جیسے
چھا گیا تھا۔

وہ بوڑھے باپ کا غم اور دعا مانگتی نصیحوں پر
گرتے تڑپتی مانتے آنسو محسوس کر سکتا تھا۔

جوان بچہ کی جدائی کا دکھ سہا، وہ بھی اکوئی
اولاد وہ بچہ بھانڈوں کا جگر پاتی، پاش کر دیتی، وہ
دلوں تو پھر گروت بہت کے انسان تھے۔ مگر یہ
مسلسل تلاش تھی جو اسے مجبور کر دیتی تھی۔

اس دماغ سے کسی کے وجود کا احساس ہوا، اس نے
پلٹ کر دیکھا۔ شوق شہک سے پروں چٹکتے حالت میں،
روٹی روٹی آنکھوں سے غم کی تصویریں کھڑی تھیں۔

صانع تنے سے بہت کر سیدھا ہو بیٹھا۔

”خدا بنائی ہے مجھ سے ہزار ہا، ہزار ہا، جو
..... راز رکھنا جانتی تھیں، وہ تو اب ہم میں نہیں
رہیں۔ اور مردوں کو ہم زندوں کے کسی ٹپٹ سے کوئی
سرور نہیں..... یہ ان کی غفلت تھی کہ جس شخص سے غم
کھاتی نے نہیں لہ نہ اتار دیا وہ ان شخص سے اپنے
جذبات چھپاتا جانتی تھیں۔ اس کے اصل حقدار آپ
ہیں، اتنا تو میں پڑھنا لکھنا جانتی ہوں کہ اس میں شروع
تو آفریں آغا سے انعام تھا۔ صرف آپ کا ذکر

ہے۔ میری نظر میں آگ سے زیادہ اس کے اصل
حقدار آپ ہیں۔ ایک بار پڑھ کر آپ اسے بچائیں،
جلائیں یا سنبھالیں، آپ کی مرضی..... میں نے
اصل امانت وار دیک اس کی امانت پکڑ لی ہے۔“ اس
نے صانع کے بے جان پڑے ہاتھوں میں ڈائری



تصوف..... قرب الہی

تمام زمرہ دانشاء و مدظل کے لیے ہے۔ جس کی جانب
شاہان کی مناسبت خیریت کرنے میں نہ پا لی گئے ہیں اور اس کے
جہاں کی حقیقت کو سمجھنے میں لوگوں کی عقلیں عاجز ہیں۔
ایک مرتبہ رب اکابر سرور سے ان خیلوں میں جو
تیرے دکرے دلوں میں آتے ہیں اور کثیرا کثیرا ہے تیری طرف
دوسرا اور کتا چھا ہے تیری محبت کا ادا کتا اور کتا چھا ہے تیرے
قرب کا شریعت۔ تیرے ہی لیے جو دستاویز ہے اسے ہمارے
رب، معرفت زائل فرما دے پناہ ہے تیری کہ کمالی اللہ علیہ ذکر
وہم برادر آپ کی آل پر اور آپ کے اصحاب پاک پر۔ عہد و
سلام ہو یا نہ ہو اس کا علی اللہ علیہ السلام کہ.....

ہمارا آج کا مسرور.....
تصوف اور اس کی حقیقت.....
جس میں تصوف کیا ہے قرآن و سنت کی روشنی میں۔
اس کی تعلیمات، اصول اور انسانی زندگی پر اس کا اثر..... تصوف
کے لغوی معنی ہیں، شہینہ پہنا ہوا مسرور، دل کو خواہیوں سے
دور کر کے دلچسپ، حیران کن اور شگفتہ..... تصوف
تصوف درحقیقت عام سے رومانی ارتقا کی منازل پر
کرنے کا اور اس ارتقا کی کل کو مادی دیکھنے کے لیے جو کوشش
اور جدوجہد کرنی پڑتی ہے اسے اصطلاحی طور پر تصوف کا نام دیا
جسے تصوف ایک روحانی حالت کہتے ہیں۔ تصوف ایک
انسان پر آسانی شریعتوں کی منظوری پر آسانی سے عمل کرنے
کے قابل ہونا ہے۔
خیر خواہی حثیت و ہونے کی تصوف کی ابتدائی منازل
میں سے ہے کہ بہت مختصر اور سادہ الفاظ میں یوں بیان کیا
کہ تصوف چاروں طرف سے مشتمل ہے۔

ت میں۔ د۔ ف
ت سے مراد تو ہے
ص سے معنی
د سے داری

حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں: "میں سلف تصوف ہے"
حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں: "رونگا دلی میں ہے تم
زندگی میں کرنا کا تصوف ہے۔"

ذہب کی رو سے اللہ تعالیٰ خالق کائنات ہے اور انسان
اس سے رابطہ پیدا کر سکتا ہے۔ اس رابطے کی بنیاد اس بات پر
ہے کہ اللہ خود بخود کو یہ سمجھ دیتا ہے کہ "اگر تم مجھے پاک دلوں کے
میں تھوڑی سی خوش گوارا گا۔ ہر ذہب نے وہ چیزیں جن
کیسے پہنکی ہے کہ اخلاقیات کو دے تو جڑ کی صورت میں داخل
ہوت۔ ہوا اور آفرین کی صورت میں سڑک کے لیے جھڑکے
میں ڈالا جائے گا۔ دور کی چیز کے اخلاقیات کے علاوہ مجھ
سے محبت کو دے گئے ہیں جس سے محبت کروں گا اور اس محبت کا
شرعی کہ تہذیبی شخصیت میں میری مناسبت منکس ہو جائے گی
اور اس قرب کا یہ نتیجہ ہو گا کہ تم جتنی دل میرا دیکھ
کر سکو گے۔ اے اعلیٰ ذہب وہ کروں میں کہ
ہوئے۔ جن لوگوں پر عمل کا غلط تھا انہوں نے صرف
اخلاقیات شریعت کو اپنی سمجھا اور ذہن کو تصوف دینا لیکن جن
لوگوں پر مشق کا غلط تھا انہوں نے اخلاقیات کے علاوہ معرفت
(طریقت) کو بھی ضروری سمجھا اور دینار کو منسوب
بنالیں۔ دوسرے طبقے کے افراد کو عرف عام میں صوفی کہتے
ہیں اور برصغیر میں عارف کہتے ہیں۔

تصوف کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ سے ملنے والے وابستہ
کرنے یا سہیلے کی شریعت میں زکوٰۃ اور زکوٰۃ نام ہے۔
تصوف کیا ہے؟ درحقیقت انسانی کا اپنی اصل (اللہ) سے
اصل ہونا ہے اشتیاق۔ جب انسان نے اپنے باطن پر
نور کیا اور اس احساس کو اس کی روح کی سطح پر
محبت کا چاقو ہے جس سے زہد و سبب زکوٰۃ جتنی ہوئی ہیں
سکتی۔ دور میں تھوڑا سا کام ہے اور اللہ ہی کے پاس سے آتی
ہے تو اسے بھر پور حاصل ہو گا کہ اللہ ہی کے محبت کے کہ ہے
تو میری دین میں جس سے محبت لے کر اللہ ہی کے محبت کے کہ ہے
جس سے تصوف کا سارا دار و مدار ہے۔ اگر شریعت ہو کر ہے تو
برصغیر میں غازیوں کی ہونے والی قاتل کا جب ہے کہ یہ طلبہ تو
انسان کے دل میں موجود ہے مگر اگر وہ پیش انسان اپنی اہمیت
پرست دنیاوی مناسبات میں اللہ دشمن ہو رہا ہے کہ کمالی اپنے
باطن اور اس کے تھکنے کی طرف توجہ دیتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو اپنے (دل) میں اپنی محبت کی
میں روش کر دی ہے۔ اور زکوٰۃ کی اس کا روشن ہے اگر روشن
ختم ہو جائے تو کچھ بچا جائیگا۔

تصوف ذہب کی روح ہے۔ دراصل تصوف اپنی حقیقت
کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ زندہ رابطہ پیدا کرنے کا نام
ہے۔ انسان، دانشور، محاسب، دوسرا تمام اہل شریعت سے سب اس
رابطے کے حصول کے ذرائع ہیں۔ تصوف ہی وہ رہنما،
مشیر اور ناہج ہے جو ہر وقت انسان کو یہ تلقین کرتا رہتا ہے کہ
کھیں تصوف (اللہ تعالیٰ) نگاہ سے انہوں نے ہوا ہے۔ اے
انسان! اخیر تصوف حقیقی اللہ سے رابطہ یا حلق پیدا کرنا ہے۔ اس
لیے جب تو نماز پڑھتے نماز اور پڑھتے ہوئے کھلی پاک ہے یا
نہیں۔ تو ان ظاہری باتوں کے علاوہ
بھی دیکھ کر تصوف پاک ہے یا نہیں؟ اللہ تعالیٰ طرف متوجہ
ہے یا نہیں؟ اگر اللہ تعالیٰ میں آپ کا دل دنیا کی طرف متوجہ
تو ان کی طرف ہے حضور ہے ظاہری تھا تو پھر ہوا ہے گا
لیکن اللہ سے ملنے پیدا نہیں ہو سکے گا۔ اور جب اس سے ملنے
پیدا نہ ہو تو پھر زکوٰۃ تصوف کی ذہن ہو گیا۔ اسی پر اگر
الہا پناہ کے لیے توجہ کیا ہے۔

"قرآن رب جلی فقر، یہ ہے شریعت
اللہ ربہ جلی فقر، یہ ہے طریقت
جو کھیں میں تصوف ہے اور تصوف پر ان میں تو
اس کی مثال ایسی ہے کہ کسی شخص نے ساری عمر کی طواری کی
دکان پر ملنا بھر خریدا تو ملنا نہیں ملایا۔ نتیجہ یہ کہ نہ کھانہ
نہ ملے نہ ملنا۔

صوفی تصوف کیا ہے؟ اسے مسلمان اللہ کا نام ضرور لے لے
کیونکہ ہر شریعت ہے مگر اس طرح سے کہ وہ تیرے دل
میں میں جائے۔ تو زبان کے ساتھ دل سے بھی اس کا نام
لے۔ انسان ظاہر میں اور اس کا نام ہے مگر وہ حقیقت کا نام
ہے۔ اور اگر وہ مسلمان ہو سکا تو یہ دلوں پر دیکھنا صرف
زبان سے خدا کا اقرار دلوں میں ہے۔ جب تک کوئی
فعلی خدا ویران دل کی محبت اختیار نہیں کرے گا اس
دقت تک نہ حقیقی معنوں میں دل میں بن سکا کہ چراغ ہے نہ
چراغ روشن ہو سکا۔ دین و تصوف دین کی رو سے ہے
سکھوں سے پیدا ہو سکا ہے نہ کاجو ہے۔ دوسری نظر
ہے پیدا ہو سکا ہے۔

☆☆☆

انسانی زندگی پر تصوف کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ
صوفی ہونا دل افغان (بے غم) ہے۔ پاک ہونا ہے۔
تصوف میں سارا درد مل رہا ہوتا ہے۔ تصوف ان کی دنیاوی
میں کا کالہ کرتا ہے۔ جو درد کو دیر سے عہد کر رہے ہیں۔

۱۔ نساہی خواہش یا شہوت ۲۔ غلبہ ۳۔ حرص
۴۔ ملج ۵۔ خونیں کبکمر

۲۔ کال تقویٰ: درک توحید کے بعد انسان پاک میں
تقویٰ کی بہت تاکید ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ یقین مانو

کہ اللہ تعالیٰ پر ہر چیز کا مالک اور ہر شے کا مالک ہے۔
سبحانہ (سورہ نمل)

۳۔ محبت الہی: تعریف کا سارا مادہ ہر شے کا محبت الہی
پر ہے۔ محبت میں حصولِ مصروفہ کا مادہ ضرور ہے۔ ارشاد باری

تعالیٰ ہے کہ ”اور جو ملک ایمان والے ہیں ان میں (ہر) آدمی
سب سے زیادہ محبت اللہ ہی سے کرتے ہیں۔“ (سورہ بقرہ)

انسان الہی کی یاد دہانی کے محبت کی شے کی شے
بھی محبوب بناسکتا ہے۔ تعریف سے آنے والی محبت کی اس ہستی کو

محبوب بنانا جو شے کی ہوا اور میراثی بھی اور تہذیبی محبت کا
جواب بھی دے سکے۔ اور اس کی ہستی صرف اور صرف اللہ

باری تعالیٰ کی ذات ہے۔ تعریف کا مادہ ہر شے کے لیے ایک
بات ذہن میں رکھی تعریف کی بنیاد بھی ہے کہ زندگی کے ہر

پہلو میں سخت کی ضرورت کریں اور چنانچہ ممکن ہوتا ہے
سخت کرتے چلے جائیں۔ تعریف کا طریق جسے اصطلاح

میں ذکرِ محبت کہتے ہیں اس کے لیے بھی اخذ ہے۔ سورہ صافات
ابتدائی آیات میں سورہ ہے۔ اور اس کے مطالعے سے ہر

بات یقیناً واضح ہوجائے گی کہ مصروفی یعنی محنت میں سختی کی
ضرورت کیسے والے اور ان کی زندگی اسلامی زندگی

ہے۔ ترجمہ سورہ صافات: ۱۱۱
”اے کھڑا اڑنے والے! اٹھ اڑا اور رات کو

تھوڑی دیر کے لیے آگے رات باڑاں میں سے بھی کم کر لیا
کے۔“ (سورہ صافات)

آپس پر محبت کا ہوا کرے۔ اور ان کے ہر ایک کو ایک آہستہ
تحکم کا ہر محم۔ الصناعات کا۔ وہ بہت سخت (سورہ) ہے۔ جس

کر کچھ میں اور بہت بڑھا کر دے والا ہے۔ بات کہ ترجمہ سے
لیے ان میں (سورہ صافات) ہے شک دہی میں آپ کے لیے اور

مشغل ہیں اور وہ کرنا ہے پروردگار کے نام کا۔ اور ہر
سب سے ٹوٹ کر وہ پروردگار سے شرف و مغرب کا۔ سب

ہے یہ ہوا کے سوا۔ سب سے ہلکا ہوا کا ہوا کا سامان اور ہر
کر پر ان باتوں کے جو (کافر) تیری نسبت کیے تھے اور تو

تعلق کر لے ان سے و خدا تعالیٰ کے ساتھ اور پہنچد اور تھو
اور ان کو جلائے والوں کو جو خوش حال اور دولت مند ہیں اور

آئیں تم کوئی آیت نہ دے۔
اس ترجمہ پر گو کہ ہے پر میں تو معلوم ہوگا کہ مصروفی نے

کرام کے لیے سب سے بڑی اصولی آیت ہے اخذ کیے

ہیں۔ جن کی تفصیل ہے۔
اس ترجمہ پر گو کہ ہے پر میں تو معلوم ہوگا کہ مصروفی نے

کے لیے سب سے بڑی اصولی آیت ہے اخذ کیے

کے لیے سب سے بڑی اصولی آیت ہے اخذ کیے

کے لیے سب سے بڑی اصولی آیت ہے اخذ کیے

کے لیے سب سے بڑی اصولی آیت ہے اخذ کیے

کے لیے سب سے بڑی اصولی آیت ہے اخذ کیے

کے لیے سب سے بڑی اصولی آیت ہے اخذ کیے

کے لیے سب سے بڑی اصولی آیت ہے اخذ کیے

کے لیے سب سے بڑی اصولی آیت ہے اخذ کیے

کے لیے سب سے بڑی اصولی آیت ہے اخذ کیے

کے لیے سب سے بڑی اصولی آیت ہے اخذ کیے

کے لیے سب سے بڑی اصولی آیت ہے اخذ کیے

کے لیے سب سے بڑی اصولی آیت ہے اخذ کیے

کے لیے سب سے بڑی اصولی آیت ہے اخذ کیے

کے لیے سب سے بڑی اصولی آیت ہے اخذ کیے

کے لیے سب سے بڑی اصولی آیت ہے اخذ کیے

کے لیے سب سے بڑی اصولی آیت ہے اخذ کیے

کے لیے سب سے بڑی اصولی آیت ہے اخذ کیے

کے لیے سب سے بڑی اصولی آیت ہے اخذ کیے

کے لیے سب سے بڑی اصولی آیت ہے اخذ کیے

ملفوظات

کے لیے سب سے بڑی اصولی آیت ہے اخذ کیے

کے لیے سب سے بڑی اصولی آیت ہے اخذ کیے

کے لیے سب سے بڑی اصولی آیت ہے اخذ کیے

کے لیے سب سے بڑی اصولی آیت ہے اخذ کیے

کے لیے سب سے بڑی اصولی آیت ہے اخذ کیے

کے لیے سب سے بڑی اصولی آیت ہے اخذ کیے

کے لیے سب سے بڑی اصولی آیت ہے اخذ کیے

کے لیے سب سے بڑی اصولی آیت ہے اخذ کیے

کے لیے سب سے بڑی اصولی آیت ہے اخذ کیے

کے لیے سب سے بڑی اصولی آیت ہے اخذ کیے

کے لیے سب سے بڑی اصولی آیت ہے اخذ کیے

کے لیے سب سے بڑی اصولی آیت ہے اخذ کیے

کے لیے سب سے بڑی اصولی آیت ہے اخذ کیے

کے لیے سب سے بڑی اصولی آیت ہے اخذ کیے

کے لیے سب سے بڑی اصولی آیت ہے اخذ کیے

کے لیے سب سے بڑی اصولی آیت ہے اخذ کیے

کے لیے سب سے بڑی اصولی آیت ہے اخذ کیے

کے لیے سب سے بڑی اصولی آیت ہے اخذ کیے

کے لیے سب سے بڑی اصولی آیت ہے اخذ کیے

کے لیے سب سے بڑی اصولی آیت ہے اخذ کیے

کے لیے سب سے بڑی اصولی آیت ہے اخذ کیے

کیہ پڑے اپنا اثر دکھایا؟
شہزاد شیخ ۛ..... جب ہماری بات چیت شروع ہوئی تو ہم نے ایک دوسرے کو چاہنا ہیجانا شروع کیا۔ ہمارے شوق اور سوچنے کا انداز ایک جیسا تھا خاص طور پر موسیقی میں ہماری پسند بالکل ایک جیسی ہے اور ہمارے تعلق میں موسیقی نے بڑا اہم کردار ادا کیا۔

پاکیزہ ۛ..... شادی کی پیشکش پر حنا کا فوری رد عمل کیا تھا؟
شہزاد شیخ ۛ..... تھوڑا وقت دے دیں۔ مگر والوں سے مشورہ کر کے بتاؤں گی۔

پاکیزہ ۛ..... اپنی شادی کی کون سی تقریب میں سب سے زیادہ لطف آیا؟
شہزاد شیخ ۛ..... باقی ساری تقریبات مگر والوں اور مہمانوں کے لیے جس جہن سے سب لطف اندوز ہو رہے تھے لیکن شادی کی تقریب میں ان دو شخصیات کے لیے اپنا



اور سب سے دار ہیں۔ اپنے اپنے پیچھے میں نہایت مصروف رہتے والے اس کا سیلاب اور مٹی کی جڑ سے نے بے پناہ مصروفیت کے باوجود پاکیزہ کو شرف میزبانی بخشا۔ اس کے لیے ہم اپنی اور اداوارہ پاکیزہ کی جانب سے شہزاد اور حنا کے بے حد ممنون ہیں۔ ہم نے شہزاد اور حنا کی میزبانی کا بہت لطف اٹھایا۔ آج کل کارٹین آپ بھی ان کی باتوں سے لطف اندوز ہوں۔

شہزاد شیخ

پاکیزہ ۛ..... وہ آئی اس نے دیکھا اور شیخ ۛ..... ایسا ہی ہوا تھا یاد رفتہ رفتہ حنا نے دل میں جگہ بنائی؟
شہزاد شیخ ۛ..... جی ہاں ایسا ہی ہوا تھا ایک شادی کی تقریب میں حنا کو دیکھا تھا۔ مکمل غریب میں اچھی اچھی اور فاسق بن گئی۔
پاکیزہ ۛ..... کب احساس ہوا کہ اب حنا سے تعلق دو گئی تک محدود نہیں رہا



پاکیزہ کے مہمان شہزاد شیخ



ناہور گزرا دار کا شہزاد شیخ اور

ان کی قانون دان شریک حیات
حنا شہزاد سے دلچسپ ملاقات

جی ہاں، شادوں و فرماں، ملا مال اور ڈاکٹر عزیزین حبیب میر کے شعر کی تفسیر۔ پہلے دو گئی اور میر حیات کا سفر کرتے ہوئے شادی کے بندھن میں بندھنے والے شہزاد شیخ اور حنا شہزاد ہیں پاکیزہ کے مہمان۔ شہزاد شیخ کا نام دور کا مہم

دارین کرام الاسلام حکیم مجھے طلب ہی نہیں مہر وہ کہ اسے دل مجھوں سے مری زندگی محور ہے محفل باہمی محبت ہی سے نہیں لگا سکتا ہوں کی محبت سے



شہزادہ اور شادی (ایک بار کے دن) سے پہلے خاندان کے ساتھ

لے جاتا ہوں۔ پاکیزہ۔ کیا تجھے یہ عیت کے لیے سال میں ایک (دن دیکھنا نہیں اے) کاٹی ہے اور کیوں؟ شہزادہ۔ ہرگز نہیں! اس کے لیے تو سال کے ۳۶۵ دن بھی کم پڑ جاتے ہیں۔ ہرگز تو دن کے ساتھ ایک دوسرے کی اہمیت اور ضرورت زیادہ محسوس ہوتی ہے۔ پاکیزہ۔ ایک قول ہے ”محبت اور جنگ میں سب جائز ہے“ جبکہ دوسرا قول ہے ”محبت اور جنگ میں جو ہو جائز ہو“ آپ کا نظریہ کیا ہے؟ شہزادہ۔ دوسرا قول ہی میرا نظریہ ہے کہ ”محبت اور جنگ میں جو ہو جائز ہو“۔ پاکیزہ۔ تو اس میڈیا کے ذریعے جنم لینے والی محبت کے لیے کیا کہیں گے؟ شہزادہ۔ جب تک ساتھ جیو کر وقت نہ گزرے گی، ایک دوسرے کے تجسّس ہی نہیں کیا کا اندازہ نہیں ہوگا۔ اس لیے محبت شادی کے بعد جنم لیتی ہے اور جب ہی محبت کا امتحان شروع ہوتا ہے۔ پاکیزہ۔ تو خائن شاہک بوا دل لگا کر کرتی ہیں کیا یہ شاہک بھی شوق ہے اور آپ کو کتنی دیکھی ہے شاہک سے؟ شہزادہ۔ شاہک نہیں کرتی تو نہیں کرتی لیکن جب کرتی ہے تو مجھ پر کرتی ہے جبکہ میں انکو کرتا ہوں اور بہت زیادہ کرتا ہوں خاص طور پر پبلو سٹری۔

پاکیزہ۔ آپ کا بچہ کون سا ہے؟ شہزادہ۔ مجھ کے ساتھ باہر جا کر جانے دینا اور سب سے بڑا شوق مناسکیں، حال ہی میں خریدی ہے جو بہت بھگی ہے۔ پاکیزہ۔ اختلاف عموماً کن باتوں پر ہوتا ہے اور کیسے دور کیا جاتا ہے؟ شہزادہ۔ بہت سی باتوں پر ہو جاتا ہے جسے ہم بات چیت کے ذریعے دور کرتے ہیں۔ پاکیزہ۔ شادی کی انجمنی عادت کن سی ہے؟ شہزادہ۔ شادی سب سے خاص عادت ہے یہ کہ دن بھر میں پانچ سے آٹھ بار ضرور بیٹھے اپنی اور شاہک کی مصروفیت سے آگاہ کرتی ہے۔ اور تیار بھی جلدی ہو جاتی ہے جبکہ میں تیار ہونے میں بہت دیر لگا دیتا ہوں۔ پاکیزہ۔ دوکون سے انسانی ذہن میں جو دل کو بھاتے ہیں اور کون سے پائپ نہ یہ اور تکلیف دہ ہیں؟ شہزادہ۔ محبت اور کائنات تائید ہے۔ علاوہ کسی چیز کو بڑا حواداد پانچے جبکہ وہ بات بھی نہ ہو۔ پیار محبت اور عزت سے بات کرنے کے ذریعے اچھے لگتے ہیں۔ پاکیزہ۔ وزن متاسب رکھنے کے لیے کیا طریقہ اختیار کرتے ہیں؟ شہزادہ۔ شہزادہ۔ اس کے علاوہ محبت بخش غذاؤں کا استعمال زیادہ کرتا ہوں اور کھانا شہزادہ دلی چیزوں سے چلتا ہوں۔

پاکیزہ۔ میں اور بیوی میں کبھی انکشاف کی صورت میں آپ کا چھکاؤ کس کی جانب زیادہ ہوتا ہے؟ شہزادہ۔ عام طور پر اس کی قربت نہیں آتی اگر کبھی ایسا ہوتا ہے تو دونوں مل جل کر خود ہی مناسکی ہیں۔ میں ٹھنڈا رہتا ہوں۔ میری ضرورت پڑے تو پہلے ای اور پھر حاک کے پاس جاتا ہوں۔ پاکیزہ۔ کیا جاتا ہے جو مردانہ میں سے بہت محبت کرتا ہے وہ اپنی بیوی سے کبھی بہت محبت کرتا ہے آپ کا تجربہ کیا کہتا ہے؟ شہزادہ۔ میں آپ کی بات سے اتفاق کرتا ہوں کیونکہ میرا تجربہ یہی ہے ای اور حاک کے ساتھ ساتھ میں اپنی بہن مولیٰ سے بھی بہت پیار کرتا ہوں اور ان کی عزت بھی کرتا ہوں۔ میں کتنی کٹھن کٹھن ملازمت دینا ایک مرد کی افلاقی ڈسٹے داری ہے۔ خاص طور پر خود سے وابستہ رشتوں میں پیار کے ساتھ عزت بھی بہت ضروری ہے۔ پاکیزہ۔ محبت کا کون سا رنگ سن بھاتا ہے؟ شہزادہ۔ قربانی کا۔ شادی کے بعد صرف محبت کرنے ہی محبت نہیں ہوتا بلکہ دونوں کو یہ سمجھنا چاہیے کہ آپ دوسرے سے کیا توقع رکھتے ہیں، یہ آپ کے لیے ضروری نہیں ضروری اور ہم یہ ہے کہ دوسرا آپ سے کیا توقع رکھتا ہو۔ یہی کہتے قربانی کا کام ہے۔ اپنے سے زیادہ دوسرے کو محبت اور اہمیت دینے کا کام ہے۔ پاکیزہ۔ آپ دونوں میں سے محبت کا انکشاف اظہار کس کی جانب سے زیادہ ہوتا ہے؟ شہزادہ۔ میری جانب سے۔ باقی سب حاک کی طرف سے ہوتا ہے جس کی میں بہت محبت کرتا ہوں۔ جس طرح وہ میرا اور گھر کا خیال رکھتی ہے میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ پاکیزہ۔ دیکھنا سننے ڈسے کا اہتمام کرتے ہیں؟ اگر ہاں تو کیسے؟ شہزادہ۔ بالکل کرتے ہیں۔ اپنے پیاروں سے پیار کا اظہار کرتا بھی جاتا ہے۔ محبت بانٹنے سے بڑھتی ہے۔ حاک کے لیے بھول اور چاکلیٹ لاتا ہوں۔ ذہن پر بھی ہوتی ہے جو کہ ایک دوسرے سے جڑنے کا جاری ہوتی ہیں تو میرے لیے بھی کٹاؤ کی تقریب بہت اہم کی۔ پاکیزہ۔ شادی کے بعد آپ نے اپنا کون سا کام سب سے پہلے حاک سے کر دیا؟ شہزادہ۔ میری بھانجی شادی سے پہلے شہزادہ۔ شادی کے بعد کبھی جانے والے پہلے سولہ کی غالی ہات؟ شہزادہ۔ ہم دہی گئے تھے ساڑھ پورٹ پر حاک اور بیکش والوں نے چکلائی تھا۔ (چیک خاؤ خاؤ دیکھ لے) کیونکہ حاک کی ہم عام ایک لڑکی دینی سے کام کر کے فرار ہو گئی تھی اور پھنس اس کی تلاش میں تھی۔ پانی کی تفصیل آپ جانتے ہیں؟ پاکیزہ۔ شادی کے بعد حاک کی عادت اور مزاج میں کیا تبدیلی ہوئی؟ شہزادہ۔ پہلے سے بڑھ کر خیال رکھنے والی ہو گئی اور بات سے متاثر ہو کر میں نے باہر کی تقریبات کم کر کے گھر میں زیادہ وقت دینا شروع کر دیا۔ سب کا دوستوں نے بہت کچھ کیا۔ پاکیزہ۔ گھر کو گھر بنانے میں شہزادہ کا کردار زیادہ اہم ہوتا ہے یا بیوی کا؟ شہزادہ۔ میں سمجھتا ہوں کہ بیوی کا کردار زیادہ اہم ہوتا ہے۔ کیونکہ شوهر کی بہ نسبت بیوی گھر کی ڈسٹے داری زیادہ اٹھاتی ہے۔ شوہر کا کردار یہ ہے کہ ان ڈسٹے داریوں میں جہاں تک ممکن ہو بیوی کے ساتھ تعاون کرے۔ پاکیزہ۔ سسرال میں کس سے زیادہ جتنی ہے؟ شہزادہ۔ ساس سے۔ ان کے ساتھ میرا خفاں بھی چلتا ہے۔ اور ان سے میں مشورہ بھی لے لیتا ہوں۔ پاکیزہ۔ ای اور باا میں سے کس سے زیادہ قرب ہیں اور کیوں؟ شہزادہ۔ ای کے ساتھ میری شادی سے زیادہ قربت محسوس ہوتی ہے۔ شاہک بھی مجھ سے زیادہ حاک کے قریب ہے۔



شہزاد اور حاشا شہزاد اپنے پیارے بیٹے شاہ میر کے ساتھ ہیں اور پوری دنیا میں پسند کیے جاتے ہیں۔ لی وی ناخرین کا مقلد بہت بڑا ہے۔

پاکیزہ جو... کبھی آپ کی اداکاری پر کسی کی بغیر کبھی اداکاری صحاب کی؟

شہزاد شیخ جو... اللہ کا شکر ہے کہ ایسا نہیں ہے۔ میں نے سخت سے اپنی شناخت خود بنالی ہے۔ کسی کا کاپی نہیں کی حتیٰ کہ باہر چاکری کی نہیں۔

پاکیزہ جو... فلم کی کامیابی کے لیے کچھ ضروری ہے؟

شہزاد شیخ جو... موشن، مکالمے اور کہانی اچھی ہوتو ہائی جنرں اپنے آپ ہی جگ ہوجاتی ہیں۔

پاکیزہ جو... سو جو ردی وی ڈراموں کے معیار میں کسی تبدیلی کے انورمند ہیں؟

شہزاد شیخ جو... اگر پروڈکشن ویلے بڑا خاص، ڈراموں پر زیادہ خرچ کریں تو اچھے نتائج سامنے آئیں گے۔ جیسے محدود رسوائے میں ہمارے ڈرامے نہ رہیں ہیں اس لحاظ سے بہت قیمت ہیں۔

پاکیزہ جو... موشنوں میں تبدیلی کی ضرورت ہے؟

کے لیے اپنی ذاتی لیاقت سے خود کو بہت موانا ضروری ہے۔ ہمارا اصول ہی ہے کہ آپ پیدا کر اگر عدول میں ہے

پاکیزہ جو... آپ کے ڈراموں کے بارے میں رائے دیتے ہوئے ہاے لاگ تھرہ کرنی ہیں یا جانب دار کی ہوتی ہیں؟

شہزاد شیخ جو... ہے لاگ تھرہ... ہاں کی اپنی کے۔

پاکیزہ جو... کسی بھی انکر پٹ پر کام کرنے سے پہلے حاسے ڈکس کر کے ہیں؟ کچھ ماسٹے آتا ہے؟

شہزاد شیخ جو... ضرور ڈکس کرتا ہوں۔ تجربہ میرے حق میں ہی ہوتا ہے۔ مثلاً "میت تم سے نفرت ہے" کا انکر پٹ پڑھ کر میں نے انکار کر دیا تھا۔ جب میں نے حاکا کیا اور اسٹاٹوں سے کہا کہ یہ ڈراما کرے اور ٹیل صاحب نے لکھا ہے تو مکا لے بھی لا جواب ہوں گے۔ میں نے حاکے کہنے پر کہا۔ کچھ تو حق سے بڑھ کر حرا آیا، بہرہت کیا اور مجھے دوائی۔

پاکیزہ جو... کیا پاکستان میں کسی ایسے ترتیبی ادارے کی کموس کر کے ہیں جہاں ان اداکاری کی بین الاقوامی سیار کی تربیت دی جائے؟

شہزاد شیخ جو... بہت محسوس ہوتی ہے مجھے اکثر وہ ایسے فنکار نظر آ جاتے ہیں جن کی ہر ایک کوئی ایسا مستند ادارہ ہی نہیں ہے جو ہنر جانی کر کے جبکہ دیگر ممالک میں باقاعدہ ٹینک اسکول موجود ہیں۔

پاکیزہ جو... فلم میں کام کرنے کا تجربہ کیا ہے؟

شہزاد شیخ جو... بہت اچھا بہت کامیاب۔

پاکیزہ جو... بڑی اسکرین پر کام کرنے میں زیادہ لطف آیا یا چھوٹی اسکرین پر؟ فیڈرٹی فرقی کی محسوس کیا؟

شہزاد شیخ جو... مزہ دونوں جگہ آیا۔ فیڈرٹی فرقی یہاں ہے کہ کم کام کیوں پروڈکشن بڑے ہوتے ہیں، پردہ بڑا ہوتا ہے۔ لوگ سٹیم جاکر فلم دیکھتے ہیں تو زیادہ لطف آتا ہے۔ ڈھائی تین گھنٹے میں فلم ختم ہو جاتی ہے۔

پاکیزہ جو... سڑ پر معیاری فلمیں بنانے میں پانچ، سات سال لگیں گے۔ ہاں ہمارے ڈرامے فلموں سے زیادہ بہتر

پاکیزہ جو... فصر ہوا کے جھونکے کے مانند آتا ہے اور چلا جاتا ہے یا کھان کی طرح کچا ہے اور سرے جاتیں جاتا؟

شہزاد شیخ جو... کوشش کی ہوتی ہے کہ فصر نہ آئے مگر کسی بھکاری جب آتا ہے تو بہت شدید آتا ہے۔ اور بعض دفعہ تو بھی ہوتا ہے کہ کوشش کی اور بات پر ہوتی ہے ایسے میں کوئی بات بری لگتی ہے تو فصر آ گیا اور چھا گیا۔ حالانکہ یہ غلط ہے۔

پاکیزہ جو... کس ملک اور شہر کے کھانے زیادہ پسند ہیں؟

شہزاد شیخ جو... تھائی لینڈ اور کراچی کے کھانوں کا جواب نہیں۔

پاکیزہ جو... شریک حیات کا پیش آپ پر کس طرح اثر انداز ہوتا ہے؟

شہزاد شیخ جو... عام طور پر اثر انداز نہیں ہوتا ہیں کبھی بھکاری ایسا ضرور ہوتا ہے جب ساتھیری کسی بات کا جواب دیتی ہے تو میں کہتا ہوں۔ "تمہارے اندر کا دلکش گل کرا گیا ہے۔"

پاکیزہ جو... ایک دوسرے کے پیشہ ورانہ معاملات میں کس حد تک دلچسپی لیتے ہیں؟

شہزاد شیخ جو... بہت حد تک دلچسپی لینے ہیں کہ ایک دوسرے کے کام کو کھانا اور اس خالے سے بات کرنا بہت ضروری ہے۔ ہم سب ضرورت ایک دوسرے کو مشورہ بھی دیتے ہیں۔

پاکیزہ جو... دلچسپی محض تریف، تنقید اور مشورے تک محدود رہتی ہے یا بے جا مداخلت بھی اس میں شامل ہے؟

شہزاد شیخ جو... بے جا مداخلت ہم دونوں میں سے کوئی بھی نہیں کرتا۔ وقتی ہی نہیں ہوتا اور کوئی بھی نہیں چاہیے۔

پاکیزہ جو... حاکا کی صلاحیتوں کا فرار اندازہ امتزاف کرتے ہیں؟

شہزاد شیخ جو... جیسا کہ آتا ہوں۔ یہ اس کا حق ہے۔ اور بچان کے آتے تھے لوگوں کے دلوں میں جگہ بنانے



حاشیہ نوشتہ: ہم تو دونوں کا ہوتا ہے۔ لیکن یہی کہ زیادہ اہم ہوتا ہے کہ وہ اپنے والدین کی فکر و کردار کی بنیاد پر اس کی زندگی کے لیے اس کو کھڑے ہائے وقت تک کہے اور ہر ایذا سن کر ہر کسی کا حصہ بن جاتی ہے۔

پاکیزہ: سسرال میں کس سے زیادہ تھی؟

حاشیہ نوشتہ: بھول سے۔ اس سے میں طرح کی باتیں کر لیتی ہوں۔

پاکیزہ: شہزاد کے اسی دور بابا میں سے کس سے زیادہ قریب ہیں اور کیوں؟

حاشیہ نوشتہ: اسی سے کیونکہ بابا تو کرشمات پر ہوتے ہیں میرے گرجب میں بڑے سے ابھرتے آئی ہوں تو وہ میرا انتظار کر رہی ہوتی ہیں ہم ایک دوسرے سے اپنی باتیں اور مسائل دیکھ کر لینے ہیں خواہ وہ جانی ہوں یا دفتر سے۔

پاکیزہ: ماں اور بیوی میں کبھی اختلاف کی صورت میں شہزاد کا چہرہ کس کی جانب زیادہ ہوتا ہے؟

حاشیہ نوشتہ: نفی ہو سکتے ہیں۔ عموماً ایسا نہیں ہوتا۔ اگر کسی کو چاہے تو میں کہیں کہ جاتے ہیں میرے پاس آتے ہیں۔ دونوں کو لکھ کر لیتے ہیں۔

پاکیزہ: کہا جاتا ہے جو مرد اپنی ماں سے بہت محبت کرتا ہے وہ اپنی بیوی سے بہت محبت کرتا ہے آپ کا تجربہ کیا تھا چاہے۔

حاشیہ نوشتہ: میں تو جس دن فرحت سے ساتھ ہوں وہی وہاں لڑائی نہ دے۔

پاکیزہ: ایک قول ہے ”محبت اور جگہ میں سب جائز ہے۔“ جبکہ دوسرا قول ہے ”محبت اور جگہ میں جو ہو جائز تو آپ کا نظریہ کیا ہے؟

حاشیہ نوشتہ: سب جائز ہے۔

پاکیزہ: کامیاب شادی کے لیے ولی تعلق ضروری ہے یا نہیں؟

پاکیزہ: وہ آپا نے دیکھا تو چل کر لیا۔ ایسا ہی ہوا تھا۔ رفتہ رفتہ شہزاد نے دل میں جگہ بنائی؟

حاشیہ نوشتہ: رفتہ رفتہ جگہ بنائی تھی۔

پاکیزہ: کب احساس ہوا کہ اب شہزاد سے تعلق محض دوستی تک محدود نہیں رہا، یہ کہ پڑنے لپکا اور دکھا دیا؟

حاشیہ نوشتہ: دو تین مہینے میں ہو گیا تھا۔

پاکیزہ: شہزاد کی شادی کی پیشکش پر آپ کا فوری رد کیا تھا؟

حاشیہ نوشتہ: غصہ ہوا کہ ردی تھی لیکن مگر والوں سے مشورہ اپنی جگہ اہم ہے۔

پاکیزہ: اپنی شادی کی کون سی تقریب میں سب سے زیادہ غلط آیا؟

حاشیہ نوشتہ: بھندری پر۔

پاکیزہ: بھندری کے بعد شہزاد نے اپنا کون سا کام سب سے پہلے کر لیا؟

حاشیہ نوشتہ: شادی والے دن انہیں تیز بخار چڑھ گیا تھا، میں نے شہزاد کے پیرو بوائے تھے۔ شہزاد کے کپڑوں پر اسٹریچ کر گئی تھی۔

پاکیزہ: شادی کے بعد کیے جانے والے پہلے سفر کی کوئی بات؟

حاشیہ نوشتہ: ہم دہلی گئے۔ راج پورٹ پر انگریزوں والوں نے پکڑا لیا تھا، میری ہم نام کسی لڑکی کے دھوکے میں۔ ایک دیکل کی حیثیت سے میں نے دہلی میں بھی دیکھیں کے ساتھ کام کیا ہے۔ دیکل ہونے کا فائدہ ہوا۔ میں نے فوراً اس سے رابطہ کیا۔ میں نے صورتحال اپنے تفصیلات کی بنا پر اپنے پاسز اسے بتائی۔ مولیٰ کو وہاں اپنے چچی شہزاد نے بھیجے۔ بہت بھڑکتا گیا۔

پاکیزہ: شادی کے بعد شہزاد کی عادت اور مزاج میں کیا تبدیلی ہوئی؟

حاشیہ نوشتہ: کوئی تبدیلی نہیں دیکھا ہی ہے۔

سارے حراج جوں جوں سے وہی زبان پر۔

پاکیزہ: گھر کو گھر بنانے میں مہماں کا کردار زیادہ اہم ہوتا ہے یا بیوی کا؟

شہزاد: کیوں نہیں؟ انا کہ خوش ملک کا ۵۲ فیصد حصہ ہیں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ گھر بانی خواتین اور ان کے مسائل کے گرد یہ گھومتی رہے۔ کئی سماجی موضوعات اپنے ہیں جن پر معاشرے کی بہتری کے لیے ڈرامے بننے چاہئیں۔

پاکیزہ: صوفی ازم کی جانب رجحان ہے ہوا؟

شہزاد: صوفی ازم کا بنیادی مقصد محبت اور امن کا پھیلاؤ عام کرنا ہے۔ خواہ وہ کسی بھی رنگ پر کیا جائے، میری سوچ ایسا نہیں ہے، اس لیے نظری طور پر اس کی طرف رجحان ہو گیا۔

پاکیزہ: شاعری کا رجحان محض پڑھنے اور سننے تک محدود ہے یا خود بھی شعر کہنے کی کوشش کی؟

شہزاد: لی، ادا لے آتے اور پڑھنے کی حد تک ہی ہے۔

پاکیزہ: آپ کا پسندیدہ ورثہ، شخصیت، کتاب، موسیقی، رنگ، موسم، وقت، مٹی وی پر درگاہ، فلم، انٹرنیٹ مقام، ہسٹل، موسم کے لحاظ سے شرب اور ڈش؟

شہزاد: ماں، ماں بیٹا، 40 Rules of Love، جو سننے میں بھی لگے، نیلا مری کا موسم، مہماں، بچپن میں دیکھا گیا پر درگاہ، مرگ، تاشا، وہ تمام راستے جن پر جا کے ساتھ لاگ دیا کرتے ہوئے تشریف لے جاتے ہیں، بیوی کا پیک، چائے، مری میں کافی اور کرکٹ میں تھاواں، پر موسم کی پسندیدہ ڈش ایک ہی ہے۔

پاکیزہ: اپنے دماغ کے لیے آپ کا پیغام؟

شہزاد: پہلے تو آپ کا بہت، بہت شکریہ کہ آپ نے مجھے اور میرے کامیاب لڑکوں کو شادیوں کا گردہ بہتر کام کر کے دکھاوا اور اس کے علاوہ یہ بھی کہ...

میرا پیغام محبت ہے جہاں تک پہنچے

پاکیزہ: اپنی شریک حیات کے اعزاز میں کوئی تحفہ یا شہر؟

شہزاد: لا۔ جواب اب بہت زیادہ خیال رکھنے والی۔

اب بات کرتے ہیں حاشیہ نوشتہ سے۔

حاشمخاؤنچہ..... تو قلعہ اور دہلی ہم آہنگی سے زیادہ دینی ضروری ہے۔

یا کیزہ..... پرنس میڈیا کے ذریعے جیتنے والی محبت کے لیے کیا کیں گی؟

حاشمخاؤنچہ..... جب تک ایک دوسرے کے آنے سامنے بیچ کر بات نہ کریں تو یہ محبت ٹھوڑی ہوئی۔ میرے نزدیک یہ بہت ناپائیدار محبت ہے۔

یا کیزہ..... شریکو حیات کا پیشہ آپ پر کس طرح اثر انداز ہوتا ہے؟

حاشمخاؤنچہ..... شوق کی وجہ سے تاخیر سے مگر آتے ہیں کبھی، کبھی ہزاری اور محک سے ملاقات بھی نہیں ہو پاتی۔

یا کیزہ..... ایک دوسرے کے پیشہ ورانہ معاملات میں کس حد تک دلچسپی لیتے ہیں؟

حاشمخاؤنچہ..... بہت زیادہ اور یہ بہت ضروری ہے اس سے تعلق اور مشورہ ہوتا ہے۔

یا کیزہ..... یہ دلچسپی محض تفریح، تنقید اور مشورے کا محدد دور دینی ہے یا بے جا مداخلت بھی اس میں شامل ہے؟

حاشمخاؤنچہ..... بے جا مداخلت کا ذمہ دونوں کے پاس ہوتا ہے اور نہ ہی یہ ہمارا عادت ہے۔

یا کیزہ..... فیملی آپ کی صلاحیتوں کا فراخ دلانہ اعتراف کرتے ہیں؟

حاشمخاؤنچہ..... بالکل کرتے ہیں۔ میں ہوں ہی اتنی اچھی۔

یا کیزہ..... بے حد مصروفیات کی وجہ سے ہونے والی محنت دور کرنے کے لیے تفریح کے لیے جگہ بنا کر دیتی ہیں یا گھر پر آرام کرنے کو ترجیح دیتی ہیں؟

حاشمخاؤنچہ..... گھر پر آرام کرتے کوال کے بعد موقع مل جائے تو تفریح بھی کر لیتے ہیں۔

یا کیزہ..... کون سا شو پر کوزہ یاد دہشت دیتا ہے؟

حاشمخاؤنچہ..... کام سے واپس پر ہم دونوں ہی شاہ بیر کو دہشت دیتے ہیں کیونکہ میں جاب سے جلد گھر آجاتی ہوں تو زیادہ دہشت میں دیتی ہوں۔

یا کیزہ..... تاکہ شوہر نہ بنے بعد شہزاد زیادہ

ڈنہ رہا ہو گئے شاہ بیر کا پاپ بنے کے بعد؟

حاشمخاؤنچہ..... شاہ بیر کا پاپ بننے کے بعد۔

یا کیزہ..... اپنے فیصلے خود کرتی ہیں یا بھی مشورہ لینا ضروری سمجھتی ہیں؟

حاشمخاؤنچہ..... میں اپنے فیصلے اکثر خود لیتی ہوں اور مشورہ کرتا ہوں صرف شہزاد سے یا گھر پر رہا ہے کرتی ہوں۔

یا کیزہ..... شہزاد کے ذراوس کے بارے میں رائے دیتے ہوئے آپ بے لاگ تبصرہ کرتی ہیں یا جانبداری کرتی ہیں؟

حاشمخاؤنچہ..... توجہ دیتے ہیں۔

یا کیزہ..... تبصرہ تو سن لیتے ہیں کبھی مشورہ بھی لیا شہزاد نے اس معاملے سے؟

حاشمخاؤنچہ..... جی ہاں! محبت تم سے نفرت ہے میں شہزاد کو نہیں گرا رہا ہے میرے مشورے پر کیا اور کامیاب رہا۔ بے پناہ پسند کیا گیا شہزاد کے کردار۔

یا کیزہ..... خواتین شاپنگ بڑا دل لگ کر کرتی ہیں کیا یہ آپ کا بھی شوق ہے؟

حاشمخاؤنچہ..... کچھ سے زیادہ شہزاد شوق ہے۔

یا کیزہ..... آپ کا سب سے سستا اور سب سے مہنگا شوق کیا ہے؟

حاشمخاؤنچہ..... سستا تو شہزاد کے ساتھ کھڑا مارکیٹ سے کسی پینے کا بے اور مہنگا شوق ہے شہزاد رسال میں ایک دن گھس کے بارے لیا۔

یا کیزہ..... اختلاف کمونان میں باتوں پر ہوتا ہے اور کیسے دور کیا جاتا ہے؟

حاشمخاؤنچہ..... کبھی بھی جانا ہو شہزاد تیار ہونے میں بہت وقت لگے ہیں لیکن گاڑی میں بیٹھتے ہی موسیقی کی دھن میں اختلاف خود بخود ختم ہو جاتا ہے۔

یا کیزہ..... شہزاد کی ایسی اور بھی عادات کون ہیں؟

حاشمخاؤنچہ..... جرنلنگ کرتے ہیں چور کرتے ہیں۔ سب کا بہت خیال رکھتے ہیں۔ اور یہی عادت تیار ہونے میں بہت وقت لگتے ہیں۔

یا کیزہ..... ایک دوسرے کی کون سی عادات اپنا کیں اور کون سی چھڑا دیں؟

حاشمخاؤنچہ..... جلدی اور کھانا بے کشادہ اچھا سوچ اچھا ہوگا شہزاد کی یہ چیز سوچ اپنائی۔ اور باجوہ بہت کشش کے لیے تیار ہونے کی عادت نہ چھڑا سکی۔

یا کیزہ..... وہ کون سے انسانی رویے ہیں جو دل کو بھاتے ہیں اور کون سے ناپسندیدہ اور تکلیف دہ ہیں؟

حاشمخاؤنچہ..... ایک دوسرے کے کچھ کچھ عریض کرنے اور باتیں کر دینا ایسا جگہ جگہ بہت مانگنا ہے کہ فیس میں انسان کو کسی چیز پر قابو نہیں رہتا۔

یا کیزہ..... وزن مناسب رکھنے کے لیے کیا طریقہ اختیار کرتی ہیں؟

حاشمخاؤنچہ..... انکمرسائز بالکل نہیں کرتی بس ڈیٹس کنٹرول کرتی ہوں۔

یا کیزہ..... آپ کا فہم ہوا کے جوئے کے مانند آتا ہے اور چلا جاتا ہے یا گھٹا کی طرح چھٹا ہے اور برے باتیں جاتا؟

حاشمخاؤنچہ..... فہم آئے تو میں چپ ہو جاتی ہوں خود ہی لڑتی ہوں۔ بہت آواز بلند جاتا ہے۔

یا کیزہ..... کس ملک اور شہر کے کمانے پسند ہیں؟

حاشمخاؤنچہ..... صرف اور صرف پاکستانی کمانے خاص طور پر بہاری پائے۔

یا کیزہ..... آپ نے دولت کے پیسے کا انتخاب کیوں کیا؟

حاشمخاؤنچہ..... کیونکہ مجھے لگے ہے کہ اس کے ذریعے ہم لوگوں کو سعیت سے نکال سکتے ہیں۔

یا کیزہ..... کامیابیت وکیل سے کیا مراد ہے؟

حاشمخاؤنچہ..... ایسا وکیل جو جس بھی سے وابستہ ہے اسے کسی بھی نقصان سے بچائے اور اس کے لیے جیتنے کی قاعدے اور قانون ہیں وہ ان سب کا ساتھ لے کر چلتا ہے۔

یا کیزہ..... آپ نے قانون کے اسی شعبے کا انتخاب کیوں کیا؟

حاشمخاؤنچہ..... شادی سے پہلے میں کرٹ جاتی

پاکیزہ کے مضملا

تھی اس میں کافی دیر بھی ہو جاتی تھی۔ سائیکو کی وجہ سے شادی کے بعد میں اس شعبے میں آگئی۔ اب میں جاب سے جلدی مگر آ جاتی ہوں۔

یا کیزہ..... کیا آپ اپنے دائرہ کار میں خود کو زائر محسوس کرتی ہیں؟ کیسے؟

حاشمخاؤنچہ..... بالکل۔ میں اپنی مرضی کے مطابق ڈیٹا پرنٹ کو چلائیں ہوں اور چارٹی ہوں۔

یا کیزہ..... قصوں اور ڈراموں میں دکھائی جانے والی عدالت میں حقیقی عدالتوں سے کتنی قریب ہوتی ہیں؟

حاشمخاؤنچہ..... بہت دور ہوتی ہیں اور بالکل غلطو کیوں کہ خون مکمل افسار ہے۔

یا کیزہ..... قانون کا پیشہ اختیار کرنے کی خواہش لڑکیوں کی اور لڑکیوں کے لیے کیا کیں گی؟

حاشمخاؤنچہ..... کیونکہ مقابلہ زیادہ ہے اور اس میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے جذبہ اور لگن بہت ضروری ہے۔ صرف کام اور پیسہ کمانے کی نیت سے اس لیڈ میں نہیں آئیں، کام کرنا ہے تو آئیں کہ کام بھی کام سے جاتا ہے۔

یا کیزہ..... آپ کا پسندیدہ رشتہ، شخصیت، کتاب، میسج، رنگ، خوشبو، موسم، وقت، دلی وی پروگرام، فلم، تفریحی مقام، مشغلہ موسم کے لحاظ سے مشورہ اور ڈیٹ؟

حاشمخاؤنچہ..... ہاں جیٹا میڈی صاحب، 40 Rules Of Love مڑو کے حساب سے سنی ہوں فخرل بھی کتنی ہیں اور بھڑا بھی ہوگی خوشی، گری، رنج، بچپن میں میک لانا، بہت شوق ہے دیکھنی تھی، دھن، شہزاد کے ساتھ چلنا بھی جانی والی، لکھنا، میرا شوق ہے۔ شارٹ اسٹوریز بھی کتنی ہیں مردیاں میں طبعی جاتے اور کبھی میں گھاس میں بہر کر کوکر مردیاں میں دال جاتی اور کبھی میں کتنی بھی مڑم کی ہنری خاص طور پر دیتی۔

یا کیزہ..... اپنے شریک حیات کے اعزاز میں کوئی تقریب یا شہر؟

حاشمخاؤنچہ..... ساہو، بے اور عورت کرنے والے۔

☆☆☆



دائیں سے نزہت امیر، ناہیدہ فاطمہ حسین، اہم انصار، سیما مناف، سیما رضادار، عطش آفاق، عذرا رسول، وضوان پریس، سائرہ غلام بی ونگٹنہ شیخ

جہتِ نہایت چھوٹو کی آہ

عطش آفاق سعید

چاہے ہم ایک پارٹی میں گئے تھے، یا تاخیر کیا کر کیا تاؤں..... بہت ساری رانگز دیکھیں، آپ کی باہمی، انجمن انصار سوچو جس حیرے، مزے کی باتیں ہوئیں، سونا تھیں میں گانے گانے گئے اورادور..... ارے کیا کہا۔ کیا..... کس کروں؟ اچھا..... پوری بات تاؤں.....! ”تو پھر جناب آپ پڑھیے ایک ایسی تقریب کا آنکھوں دیکھا حال جو آپ کی باہمی انجمن انصار کے اعزاز میں سہا کی گئی تھی۔ تقریب کی میزبان کنی اور نہیں مختصر عذرا رسول ہیں۔ پڑھنے والوں کو میں تاؤں کہ آپ کی باہمی انجمن انصار یعنی ہادی ای کی طبیعت اللہ شہ باکل ٹھیک ٹھاک ہے۔ آپ لوگوں کی محبت، پیار اور دعاؤں کی بدولت اپنی کردان کی تکلیف سے نجات پاری ہیں اور

بھی مدعو تھیں۔

میں اور امی شام چار بجے کلب کے لیے روانہ ہوئے چونکہ کلب میرے گھر سے ہی منٹ کی دوری پر ہے اسی لیے ہم قافلے کو تھوڑے گھنٹے ہوئے اسی جام پر نکلے تھیں قربان جاؤں میں اپنے ڈرائیور کے..... کہیں منٹ کی دوری کی وجہ سے نہیں کھیں آگئی اور مار دو سے وہ ناواقف تھا، خبر اسی بہانے مجھے ابھی غامی چوتے۔ واقعت بھی ہوگی۔ اس کا میں بتا نہیں کر سہ ام روکھا پائے پائیں۔ انشائے کی زبان تو آہی کی ہوگی۔ پھر جناب، جب اللہ کا حکم ہوا تب میں کلب نکل آگیا۔ جلدی گاڑی سے چھلانگ لگائی۔ اور کلب کے میں گیت میں داخل ہوئے۔

دروازے پر آئی، آندھا نے استقبال کیا، اس کے ساتھ ہی عذرا آئی، نزہت امیر بھی پرتیا کجا اعزاز میں نہیں۔ عذرا آئی بیرون گرم سوٹ جس کا دو پابرا تھا، پیشہ کی طرح سلیپی سے سر پر سجائے پڑا تو قافہ، ری نہیں۔ نزہت باہمی کس ڈاک کا پتی چوڑے میں سج رہی تھیں۔ اپنی بیٹی کی گھٹی کر دی ہے۔ انہوں نے (منشائی)

میں آئی ہادی کے گھر شاید آپ کے ڈرائیور کو بھی ہمارا گھر نہیں ہی رہا ہوگا) ساری رانگز اسی کو دیکھ کر خوش ہو گئیں اور نکلے بیٹھ گئیں، اسی نے فیروز دی ساڑی جو کچھ گر کچھ میں جس کی زیب تن کی ہوئی تھی، ہمیشہ کی طرح ان پر ساڑی بہت چڑی گی۔ (شاء اللہ) رانگز میں وضوان پریس، راحت سراغ..... سحر بھی نکلیں، ناہیدہ فاطمہ حسین، سیما رضا روا، سیما مناف، شاعرہ گلشن، ہانیک، اختر شجاعت، عطش امیر، سائرہ غلام بی ونگٹنہ، سائرہ غلام بی، تقسیم ہارپار، میرا طارق، فیروزہ شال، جس جیکہ بیو شاہا، اپنے دانت کے رو کے باعث مزہ سہام مرزا شہیدہ غلام اور

غزالہ رشید سرائیل کے دردی کی دہرے..... جبکہ شرف چوہدری اور ناہیدہ چوہدری کے بھائی صاحب مصروف تھے سوہ نہ آئیں۔ (اسر سلطانہ بھی ویک اینڈ کی مصروفیات کی وجہ سے نہ آئیں۔ عذرا آئی کی دوست یائین رشید بی بی مصروفیات کے باعث نہ آئیں۔ شے لانے کے بعد کرب کا کا قافہ آقا کر کیا گیا۔ سب سے پہلے نزہت امیر باہمی نے ای کو پھولوں کا گلہ تھمے کیا۔ جس کو سب کی تالیوں کی گونج میں ای لے تھا۔ عذرا آئی نے ای کو ایک خوب صورت سوٹ دیا۔ اس کے ساتھ،



عذرا رسول، عطش آفاق، عطش، سیما مناف، وضوان پریس، منامہ پاکیزہ 267، فروری 2018ء

ہوئے کہا کہ انہم دوستوں کی دوست ہیں، انہیں دوستیاں بھائی آتی ہیں، میں ان کو بے جا قہقہوں جب میری شادی بھی نہیں ہوئی گی۔ ان کے ادا رہے، جلیجنگ پاپیوں کی شکل ہو سب کے سب پیکرہ کے لیے آئینوں کا درجہ رکھتے ہیں، ان کے ادا رہے سے ہم رہنمائی اور کوئی انہی اور شہت سوچ اور رائے قائم کرتے ہیں، انہم کی سلاست رکھے اور ہماری دوستیاں قائم رکھے۔ (آئین)

میں نے اس کے لیے کہا کہ میں بچی کی حیثیت سے بات کروں گی کہ جب سے ہم بڑے ہوئے ہیں ہم نے اسی کو کتابوں کے گھر میں ہی دیکھا۔ انہیں کام کرتے ہوئے ہی پایا۔ جس طرح وہ لوگوں کے لیے فیشن اور ہورہ ہیں اسی طرح وہ ہم بچوں کے لیے بھی ہیں۔ وہ بھی باہر سے ہیں، میں سنی ہی وہ اندر سے ہیں۔

عذرا آئی اور مزاج اٹھلے ان کو یہ آسانی دی کہ وہ مگر ہر دہک کر میں۔ جو آئی ایک قابل ستائش بات تھی لیکن دوسرے رخ سے اگر دیکھا جائے تو بہت بھی تھی۔ آفس میں تو تو سے پانچ کام کرادو کام ختم۔ مگر میں کام کرنے کی وجہ سے ان کے کام کا کوئی بھی ٹائم نہیں تھا۔ ساری، ساری رات میں کام کرتی تھیں۔ ان کا کوئی اتوار

ایک دو سال کی بات ہیں برسوں کی شائسی ہے، ہمیں بھی انہی حاجی بھائی نہیں لگیں، اچھا، اپنی ہی تھیں۔ رفعت سراج صاحب نے مجھ اس اعزاز سے اپنے خیالات کا اظہار کیا کہ انہم انصار نے نوے کی دہائی میں جلیجنگ کے نام سے چھوڑے ہوئے پتھلوں سے معاشرتی برائیوں کی جس طرح نشاندہی کی ہے اس کا جواہر نہیں انہم کی خدمات بھلائی نہیں جانتیں، بیویوں کی محفل کا جسد انہم نے بنایا اور اسے سنوارا اس کا تو کوئی جواب ہی نہیں۔ مجھ کو نہیں صرف بیویوں پر جھنجھکی میں پانچوہ میں انہم کی وجہ سے آئی ہوں مجھے وہی کھچا کر لائیں۔ سحرہ یہ نہیں کہہ سکتی کہ ہمارے جتنی کرادار سازی میں انہم باہمی کا بڑا ہاتھ ہے، ایک دفعہ ہی بات کرنے کے بعد ان سے ایسا محسوس ہوا تھا کہ وہ مجھے کتنے عرصے سے جانتی ہیں یا نہیں کتنے عرصے سے جانتی ہوں، ان میں متناسطیت ہے جو ہر ایک کو جڑو دیتی ہے۔

قیسم یاد رہے کہ انہم سے ہماری دوستی کبھی عرصہ پرانی ہے مگر لگتا ہے کہ مجھے میں پرچو ہو، ان کا ادا رہے کمال کا ہوتا ہے، اس میں جو آئی کا بھی ہے وہ کسی اور پر ہے میں نظر نہیں آتی۔ غنائی شخصیت کی ایک جگہ۔ سیماء حنا نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے



ہائیک، زہبت امفر، عذرا رسول، قسیم بابا

ہماری نظریوں کی نشاندہی کی۔ جو آج کل کوئی نہیں کرتا۔ ان سے یاد کر خوشبو آتی ہے۔ ایک دفعہ کوئی ان سے بات کرے تو وہ انہیں بھول نہیں سکتا۔ اپنی انہایت، اتنی چامٹ ہے ان میں کہ آپ ان کے کردہ ہو جاتے ہیں۔ سیماء حنا نے اپنے خیالات کا اظہار کیا کہ اس طرح سے کیا کہ انہم باہمی کی یہ خوبی ہے کہ کوئی ان سے ایک دفعہ ملنے کے لیے بات کرنے کے وہ ان کا ہی ہوجاتا ہے۔ احترام، محبت اور شفقت کے جذبوں سے کنڈھیں پر وہ سختی ہیں کہ میں ان کے لیے کھڑے ہو کر بات کروں گی۔ ان ہی کی وجہ سے میرا احترام عذرا رسول صاحبہ سے ہوا اور پھر وہ حق بن گیا۔ انہم باہمی دوستوں کی دوست ہیں، آپ ان سے کوئی مشورہ نہیں تو وہ سو فیصد دہی ہوگا جو وہ اپنے کسی بچے کو دیں گی، میں ان پر سو فیصد اعتماد کرتی ہوں۔ (ان کی بات پر قاسم حاضرین محفل نے تالیاں بجائیں) ان کے ٹکے ادا رہے میں اپنے ریڈ پر ہر کام میں ان کے بہت کچھ دیکھا ہے۔ ان سے وہ دہائیں کی ہیں جو شاید میں نے اپنے بہن، بھائیوں سے بھی نہیں کی ہوں۔ یہ میرا محبت ہیں۔

اس کے بعد فردا فردا تقریب تمام ہی راکٹروں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ شاعرہ گلشن فیشن نے کہا کہ انہم باہمی میری ماں ہیں، میں ان سے ادب کے حوالے سے یا اپنی ذات کے حوالے سے کبھی غور نہیں کرتی ہوں۔ اور لکھتی رہوں گی میں نے ان سے بہت کچھ دیکھا ہے۔ ان سے وہ دہائیں کی ہیں جو شاید میں نے اپنے بہن، بھائیوں سے بھی نہیں کی ہوں۔ یہ میرا محبت ہیں۔

موضوعات پر گفتگو کیا ہوئی کہ انہم ہمارے ہیں، بس صرف میں نہیں کہیں گے۔ انہم نے ہمیں بتایا ہے کہ کھانا کیجئے، ان کا احسان ہم کی نہیں بھول سکتے، لیکن میں



آسماء بابا، خلیل (جاسوسی ڈائجسٹ)، عذرا رسول، بیتی احمد (سٹریٹ ڈائجسٹ)، زہبت امفر (پیکرہ)



مسلسل ریلے میں ہیں، بلکہ بہت زیادہ ریلے میں ہیں۔
 قہوڑی بہت تکلیف دہی
 اور ان لوگوں سے بچنے کے جن کے پاس سے میں میری سوچ کی نہیں سکی
 تھی کہ جن کو میں نے پاکیزہ میں متعارف کرایا تھا وہ ہے
 قتارف کی بھول گئے ہیں۔
 خیر برہم ل کے ساتھ کا
 ہوتے ہیں، یہی دستبردور ہیں، ان سب کو خوش رکھے، پاکیزہ کامیاب رکھے، آمین..... وائزر تیرہ ٹکار بیٹھیں، قارئین دعا میں، ان کے پیارات اور ان کی نیک خواہشات مجھ تک پہنچ رہی ہیں، اللہ سب کو آوارہ گئے، اپنے گھروں میں خوش رکھے۔
 بات حیات کے تصوروں کا دور چلا، سب لوگ نے کافی پڑا، راکر تصویر لیں۔ (محاف) کیجیے سب کا تو تپاں میں تھے تو خراب بارے)

انجم انصار، عذرار رسول، عظمیٰ قاتق

گھر رہی تھیں۔ ہالوں میں بھی انہوں نے الٹا کر ڈالی یا ہے جہاں سب بے صحت کر رہا تھا۔
 ڈاکٹر سنا ڈیا کہ کس نے کافی مرے بعد دیکھا تھے کافی تکر دو گئیں، مجھ سے کیسے تھیں، کچھ کھڑے دار سنا سنا گئے۔
 ”یہیں گھومتے تو جاؤں، گھر میں ی گول، گول کھوم رہی ہوں، سنا میں لے کر ی نہیں جا رہے۔“
 میں نے انہیں کہا۔
 ”میں کہنے لگیں، جس کو دیکھ کر مجھے اچھا لگا۔
 مجھے اچھا لگا ہے کہ میری بہن میں لوگ بھول ہوں، نہیں، بھولیں، اپنی پریشانی کچھ دے کے بھول جائیں، یہی ایک عبادت ہے۔ قہوڑی دیر بعد ہی ہال کے کونے

میں رہی تھیں، یہی کہتے تھے، یہی کہتے تھے، یہی کہتے تھے۔
 ساری ڈاکٹر نازک دوسرے سے لے کر خوشی کا اظہار کر رہی تھیں۔ ایک دوسرے کو اپنے اپنے گھر دے کر رہی تھیں۔
 سیراناف بھولیں، میں نے اپنے گھر لائی کی کوئی گائی نہیں آئے، جو جیوش آیا ہے تو میں اب لائی کی ہی نہیں۔
 میں نے جتنے ہوئے کہا، سیراناف بھولیں، یہیں ایک دفعہ مجھے اور بلا میں، وہ دراصل اپنے کا امتحان تھا آجانی تو ملتی ہو جاتا۔ (حالا کھدوہ تو دیے گئے ہیں ہوا بعد میں انھیں سونپ دی گئی انڈیا کرچی)
 میں نے آپ سے دوسرے دن اس اندر دھڑاواں کی۔
 دشوانہ پرنس کا چنگر پرنس سوٹ میں ہاکل ہانگیر

اسے محنت دی اور وہ دوبارہ زندگی کی طرف کا جزو بن گیا، جب اسلام آباد آد جاتے تھے، کسی نڈکی طرف لای سے ملنے آتی تھی۔ مجھے اب بھی اس کی شکل نہیں بھولتی۔
 ایک دن ان کا میرے پاس دوتے ہوئے فون آیا کہ ”بھئی بھئی سو رکتی۔“
 آپ یقین کریں، میں یہ کدوری ہوں مگر اب بھی میری آنکھوں میں آنسو ہیں، اور پھر ہم کافی مرے اسے بھول نہیں پائے۔ شاید یہی محبت ہوتی ہے۔ آخر میں، میں نے اسی خوشیہ کرتے ہوئے کہا کہ انی آپ نے اٹھا میں سال پاکیزہ کو سنبھالا ہے وہ جوان ہو گیا ہے۔ اب اپنا خیال رکھنا ہے، اب آپ میں ناگم دیں۔ ہمارے بچا کو ناگم دیں، ہمارا بھی آپ پر حق ہے، ہمارے بچوں سے بھلیں۔
 پھر میں نے تقریب میں مکرے ہو کر ان کے لیے تالیاں بجا دیں اور کافی دیر تک بجا رہا۔
 انی کی آنکھوں میں آنسو تھے لیکن وہ آنسو خوشی اور اطمینان کے تھے۔
 زہدہ امیر صندہ نے بھی اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ہم باہمی میری استاد ہیں، ان کا دور میرا کوئی متا نہیں تھا، کیونکہ استاد ہر حال میں استاد ہوتا ہے، وہ کی دتے داری جو مجھے ملی ہے وہ بہت بھاری ہے، جس کا اندازہ مجھ سے دینے کے بعد ہوا ہے، میں اسے اللہ کر کے اور مجھے اس دتے داری کو اٹھانے کے لیے ہمت اور طاقت دے، آمین۔
 آپ کی باہمی انجم انصار نے مختصر کہا۔ ان الفاظ میں سالوں میں پاکیزہ کو کس نے اپنے بچے کی طرح سنبھالا ہے، اس میں مجھ کو چاہا ہوا تو میں اس کی دتے دار۔ میں ابھی اگر کچھ چاہتی تھی ہوا تو پھر میرا کتے داری میں نے ملی۔
 عطا نے بھی میرے کام میں دخل اندازی نہیں کی۔ مجھے پھر پھر طریقے سے کام کرنے کی اتھارٹی تھی۔ یہ میرا سارا قابیہ اور ہے۔ زہدہ بہت اچھے طریقے سے اسے سنبھال رہی ہیں، اللہ انھیں کامیاب کرے، (آمین)
 صیدو سیدو کاٹی، انور، صاغر، ارم، مسعود، حاج، قیصرہ حیات، سیراناف کا کھر یہ جہاں کیرہ سے ہٹے کے بعد بھی

قائد تہوار چب رسا، پرنس میں جا رہا ہوا تھا۔ وہ دن ای کے لیے کام کی انتظار ہوئے تھے، ہم ہمیں، بھائیوں کو ان دنوں ای کے کام کی اہمیت اور ولایت کا ہونا تھا تو ای وجہ سے ہم ان سے ان دنوں دم اک ہم بات کرتے تھے۔ وہ ہمارے پاس تو ہوتی تھیں مگر کام کی زیادتی کی وجہ سے ہمارے ساتھ نہیں ہوتی تھیں۔ یہ ایک دفعہ مجھے یاد ہے کہ ان کا جلیزک کا مسودہ جہاں ہوں نے بڑے دل سے لکھ کر رکھا تھا۔ جانے کیسے وہ گھوٹا۔ پورا گھر ان کا جلیزک کا مسکر پٹ فوٹو رہا تھا کہ میں اپنا ماحول قافیہ کو کئی چھوٹا ہوا میں بھائی، عمیر، ضیاء، اسکولوں کے بیک تک میں کدیر ہے تھے کرای کا جلیزک گھوٹا ہے اور ای کو دور داری لکھنا پڑے گا۔ رسالے کا کام جانے والا ہے۔ آخر کار مان جلیزک کے صفحوں کو نہ لانا تھا نہ لے۔ پھر ای نے وہ حراہیہ سٹیلے دار جلیزک روہ روہ کر رکھا تھا۔ مرے کی بات تھا کہ وہ اس سینیے کا سب سے دلچسپ اور مزید جلیزک تھا کہ جس میں نے چڑھا قانون تک کر، کر کے تقریب کی تھی۔ ماہانہ پاکیزہ کی مدد ہونے کے تھے ان کا رشتہ دہرہ اور قارئین یاد رہے اور راکٹر نازک انھیں رو گیا تھا کہ یہ اس سے کچھ بہت آگے کا تھا۔ وہ کسی کے لیے آئی، کسی کے لیے پھوہ جانی، باہمی، خاندان، ہمیں سب کچھ تھا، ہیں اور ہمیشہ رہیں گی انشاء اللہ۔
 انی کو اپنے کارکن، اپنی بہنوں، بیٹنوں سے اتنی ہی محبت ہے جتنی وہ ان سے کرتی ہیں، ان کی خوشیوں میں خوش ہوتی ہیں، جب کسی بہن کی شادی، بچے کی ولادت، نئے گھر ساراں کی جانب بچوں کی تھکنی قابلیت کے حوالے سے خبر آتی تھی تو ہمارے گھر میں ایک خوشی کا ماحول ہوتا تھا، کیونکہ انی کا آپ سب لوگ حبس تھے، پتے ہاں، ہاں ای طرح حسین، طاہر تر زئی، چاندنی مران، خالدہ اسامی شازبہ جو پدری فرغانہ نازک اور گھر کی کی وقا ت پر ای کے ساتھ میری بہت محبت دوتے ہیں، اس دن ہمارے گھر کھانا نہیں کھایا گیا تھا۔
 مجھے یاد ہے کہ ایک لڑکی بوہ ای سے بہت محبت کرتی تھی۔ اسلام آباد میں رہتی تھی۔ انور، روڈوں کرئی تھی وہ جہن میں کھانا کاتے ہوئے مل گئی تھی کہ انہوں نے



زہرت امجد اور راجا راجا (بہنیں اختر شجاعت) عذرا رسول، رفعت سراج

☆ حق تعالیٰ جب صوبہ روایت سونے میں لہری ہوئی تھیں۔ بلیک سٹ پر ان کا چینگ بلیک سیٹ لٹکارے ماردا تھا۔ اور وہ جگہ گرجندہ تھیں ان لیے کہ ان کی..... بچی کے لیے کا پاس اس کی شام کو کٹ رہا تھا مین وہ بھر بھی قریب میں موجود تھیں۔

☆ نسیم ہمارے آف داعت سوٹ پر کوہ بالا مین رکھی تھی جو پیاری لک رہی تھی۔ دیئے انہیں کی بات تاؤں کہ ہائل انہی میں والا میرے پاس بھی ہے، ابھی دفعہ دونوں ایک ساتھ تھیں گے ڈن ہو گیا۔

☆ عذرا آئی کی ہاتھ کی کلائی پر جڑو ہوا تھا کافی برا بھلا تھا، اپنے ہرے دہنے سے چینگ گولا کا چڑا سا برے سیلیف کافی خوب صورت لگ رہا تھا۔ نظریہ کی مٹی تھی اس۔ ہاتھیں مٹ کیوں نہیں رہی تھی۔ اس پر انگلیوں میں سوئی، موتی انگوٹھیاں الگ روٹیں دکھائی گئیں۔

☆ ہا ایک نے سردی کی وجہ سے اپنا دو پنا کر سی کر اوڑھا دیا تھا تا کہ اسے سردی نہ لگے۔ بے زبانون کا خیال رکھنا کوئی ان سے نہ گئے۔

☆ ناہید طاہر حسین کافی دیر سے تقریب میں پہنچیں جس کی وجہ انہوں نے ٹریک جام بتائی۔

ہوئے پولیس۔

”میں تو محفل شروع کروں گی۔“ نسیم ہمارا پولیس ویسے بولنا تو ہم بھی چاہ رہے تھے کہ ہم بھی..... محرر آواز ملنے میں ہی رہ گئی۔

میںیں جب محفل ہو گئی جب آواز مکی ہمارا آئی جانے کی۔ ٹیٹل کی تو کھی ہی نہیں ہے، ہم کی کوا لو، ہم کی کوا لو..... اللہ نے کافی کرم کر رکھا ہے۔

ہوں ہی فحش سکرانی کافی کوئی محبت بھری، محفل جو آپ کی باہمی، انجم انصار کے اعزاز میں رہی گئی تھی اپنے اختتام کو پہنچی گئی ای کی خدمات اور کام کو لکھائی جلدی تو نہیں بھول سکتیں گے بلکہ یہی کہتے ہوں کہ کہ

”یہ دوتی ہم نہیں چھوڑیں گے۔“

عظمتی سے پوچھو

☆ اب بھنوں محفل سے پوچھ لیایے تو سنو کہ تقریب میں کون کیسا لگ رہا تھا۔ میں بتائی کسی کو نہیں ہوں صرف آپ کا بتا دی ہوں۔

☆ رضوانہ پرس دو اہلی نارنگ رہی تھیں جن پر بہار مکی مہمانی ہوئی تھی۔ براؤن ہالوں، براؤن میک اپ اور براؤن ٹائیگر پرنٹ سوٹ میں ہائل جیتی لگ رہی تھیں۔

میں جرات سے کیا اختتام کی کیا تھوڑا سا اس کی اطلاع دے رہے تھے۔ ناٹھتے میں مین، سو سے، سینڈوچ اور انفریڈ پاسا، پیٹری، گلاب جانیں وغیرہ سردی جاری تھیں۔ عذرا آئی چونکہ زبان تھیں اس لیے وہ میرا پی کے فرائض بخوبی انجام دے رہی تھیں، انہوں نے ای کو کوا لومات نکال کر دیے۔ زہرت باہمی بھی ہار، ہار آکر پہنچتی رہیں۔

دیئے کھی طرا آئی کی یہ بہت اچھی عادت ہے کہ وہ کسی کے گھر بھی جائیں تو وہاں پر بھی ان کی شہیت ایک میرزا بن سے کم نہیں ہوتی، مجھے یاد ہے میرے ہا تھوں کی شادیوں کی تقریبات میں وہ ہمارے ساتھ کسی گھر کے فرو کی طرح ہی پیش پیش تھیں۔ (عذرا آئی آپ کا بہت شکر ہے)

تھوڑی دیر بعد ہی چائے اور کافی سرو ہوئے تھی، اختر شجاعت اپنی پیاری بی بی ردا کے ساتھ آئی تھیں، پیاری کی ردا بہت ہی معصوم کی اور دورا نے ناشا مارا ظالم لی اسے میں کوئلہ میڈل حاصل کیا ہے (بہت مبارک ہو) کسی نے کہا کہ رفعت سراج بہت ہی شرمیلی آواز رکھتی ہیں۔ ان سے کوئی خول سنی جائے۔



سعدہ بیکس، جمرا طارق، انجم انصار، عذرا رسول، ڈاکٹر میزبان اور علی قاتق

مذاہب نگاری، کمال کی صنف ادب ہے کہ جس میں وہ بات بھی بہ آسانی کہہ دی جاتی ہے کہ جسے سوچنے میں زمانے لگیں..... مگر ایسی ششدر زنی بخاطر اصلاح کا فن بھی کسی کسی کو آتا ہے۔ ورنہ مذاہب نگاری کو اعمانہ طریق تحریر ہنر میں دہر نہیں لگتی۔

کرٹل محمد خان اردو مذاہب نگاری کا ایک نہایت معتبر و معروف نام ہے اس ماہ اپنے با نوق پڑھنے والوں کے لیے ہم نے انہی نامور مذاہب نگار کی تصنیف جہد سلاطین روی سے بین اقتباس منتخب کیے ہیں جس سے یقیناً آپ محظوظ ہوں گے۔

من آنم

چند روز سے ایک پروفیسر صاحب کا خط آیا، لکھا تھا:

”محضی..... کسی نے آپ کی چنگ آمد کو بھی مدرسہ میں پہنچا دیا ہے۔ یعنی اس کا ایک باب انٹرمیڈیٹ کے نصاب اردو میں شامل کر دیا ہے، لیکن مرتبین مرقع نے آپ کا تعارف صرف دو سطروں میں کر دیا ہے جو طلباء کے لیے کافی ہے۔“

بچے پڑھنا توں میں ایک سوال پوچھا گیا تھا۔ ”چنگ آمد کے مصنف کے حالات زندگی دس سطروں میں بیان کر دو۔“ ایک امیدوار کا جواب ناچلہ ہوا:

”محمد خاں کے بچپن کے حالات پر تاریکی کا پردہ چڑھا ہوا ہے، جب جوان ہوا تو دوسری جنگ عظیم چھڑ گئی اور یہ اسکول سے بھاگ کر فوج میں بھرتی ہو گیا اور نیم لقمین ہو کر مصر جا پہنچا۔ وہاں اس نے کشتوں کے پٹنے لگا دیے پھر جب فوج میں فوج کے حالات بھی پوچھا گیا۔ اس نے غصے میں آکر ڈالے شروع کر دیے مگر ڈاکٹر شریف لکھا یعنی امیروں کو لوٹا اور خیریتوں میں پناہ دیتا۔“

مذاہب نگاروں کے درمیان بہت احماد سے اپنے مخصوص لسانی طبع، منہرہ اسلوب، نظم کی پاکیزگی، فنکارانہ ہنرمندی، مشاہیرے پر مضبوط گرفت اور ذوقی تجربات کو لطافت اور خشکی سے ہرے اہتمام کے ساتھ بیان کرتے ہوئے اہم انصاف صرف یہ کہ اپنا مقام بنانے میں کامیاب ہو گئیں بلکہ محض مزاح کے میدان میں آئے والی ٹی ٹی ٹی کے لیے ہوا کہ وہ ٹی ٹی ٹی اور حیات بخش جھوٹا ثابت ہو گئیں جو تاریکی اور فحش سے بچنے کی گئیں، اسٹیک اور حوصلہ کی عطا کرتا ہے۔

اچھے گئی تیری

امینہ حماد

یوں تو لا حاصل بہت بکھ رہا
پر فہرست ری کی تیری
کچھ لوگ جتنے اچھے لگتے ہیں، وہ اتنا ہی اچھا
بولنے لگے ہیں جن سے بات کر کے بھی اجنبیت کا
احساس نہیں ہوتا کچھ ایسا ہی میرے ساتھ بھی ہوا۔
میں نے جب پاکیزہ میں جا کر آپ کو بہت عرصے تک
میرا اہم انصاف کے ساتھ رابطہ کی نہیں ہوا تھا۔ ایک
خوف سا رہتا تھا کہ میں جب اہم سے بات ہوتی تو بالکل
بھی جھجکتی ہوتی۔ انسان کو پچھاننے کے لیے اس کی
چھٹی چھٹی باتیں ہی اس کا خاکہ آپ کے ذہن میں
آپ کے سامنے بٹاتی ہیں اور اہم کا ہر کسی کے لیے
اپنے لیے جتنی آسان ہے وہی دوسروں کی
فحشیت کا اہم جڑ ہے اور یہ سادگی اور ان کے لیے نہ کام
سے اپنا انداز، سچائی کے ساتھ جڑے رہنے سے ہی ان
کی فحشیت کو تاریک میں بہنوں کے لیے پڑاؤ بند ہے بنا یا
ہے۔ اور اسی لیے قاری بہنوں نے اہم کے پاکیزہ سے
کچھ ہونے پر اتنا ہی ایک نیا دور نہ لوگ تو آتے
جاستے رہتے ہیں۔ پاکیزہ سے اہم کو اور اہم سے پاکیزہ
کو ایسا ساتھ دیا ایسا بڑھایا۔ بھول شاعر

میری شکل میں حصہ ہے اس کا بھی قرار
میں اگر اس سے نہ ملتا تو لہو رہتا
☆☆☆☆

☆ سیما صاف کا بیک بال تھا جو ان کے گرم
جوزے کے ساتھ چپک چپ تھا، ایک ساتھ ہی لیا ہوا۔
☆ سیما رضا مجھ سے بولیں۔ ”تمہیں ریوے
میں بلاؤں کی جاؤ گی، میں نے کہا بالکل گھریں کوئی کام
ہی نہیں ہو گا۔ کچھ باتیں ہوں، آ جاؤ گی۔“ جس پر
وہ مکرانے بغیر نہ نکلیں۔
☆ نہایت امرا ہی سے پاکیزہ کے لیے مشورے
لگتی رہیں، جہاں ہوں نے انہیں دیکھی۔
☆ حلیہ ہمیشہ کی طرح صابر شاکری نظر آئیں،
پر شاہدوں میں سے تو رائل آئے، کان آئے، انہیں، ان
کے مایاں مراد تو کچھ بپار تھے۔ اللہ انہیں رحمت دے،
آمین۔
☆ آفس سے وابستہ آزاد مجھے دیکھ، دیکھ کر
مکرا رہی تھیں، شاید میں نے ایک اپ زیادہ کر لیا تھا ورنہ
اور تو کی وجہ ہو سکتی۔
☆ نہایت مزاح آگئیں ہند کر کے گانا گاتی تھیں۔
شاید ایسے ہی گاتے ہوں، میں آ جاؤں گے ہاں۔
☆☆☆☆

مردوں کے راج میں اردو طنز و مزاح ہر راج کرنے والی خانوں مزاح نگار ”انجم انصاری“ شائستہ زبین

شائستہ زبین نے ایک اخباری مضمون میں انجم
انصاری کو کچھ اس طرح سراہا ہے۔
اردو کے مشہور دینی ادب کے سفر میں خواتین
مردوں کے ہمراہ رہی ہیں اور خاما کا بھی کیا ہے
لیکن محض مزاح و مصنف ادب ہے جس پر قاری محض
سے مردوں کا راج رہا ہے اور انہوں نے اس صنف پر
کچھ کر شہرت بھی خوب کمائی لیکن مزاح لکھنے والی
خواتین کی تعداد آٹے کی چنگ سے برابر ہے اور جو کچھ
رہی ہیں وہ بہت کم لکھتی ہیں۔ اہم انصاف وہ
واحد خاتون مزاح نگار ہیں جو مسلسل کئی برسوں سے
مزاح لکھ رہی ہیں۔
اردو مزاح کی تاریخ وہ اپنا ہی نگاری کی ان
اصناف پر برسوں مردوں کا راج رہا ہے ان کی ہنر

کے لیے یہ مشرقی ادا نہیں جتنی انہی تھیں، اتنی ہی
وکل تھیں۔ سکور سا ہو گیا اور اپنی..... مرقا ساؤں کو
دلتا بھول کر چلا اٹھا۔ یوٹی ٹیوٹ.....
میں ٹہلی ہوئی کہ پاکستانی تھیں شلوار..... اور
دو بچے کے متعلق ہمارا حسنیٰ عمن بجا تھا۔

کاش کا رنگی پاکستان

سے بھاگا ہوتا

لوگوں کے بعد ہم نے لاہوری دھیمی لیکن
لاہوری میں وہ بات نہ پائی جو بھلے کے پاکستان
میں پائی جاتی تھی بلکہ یہ برطانیہ کی پہلی لاہوری تھی
جس کی حالت ذرا پہلی نظر آئی۔ اسے دیکھ کر بڑا
اطمینان ہوا کہ وطن عزیز کی لاہوری یالیں ایک
برطانوی لاہوری کا مقابلہ تو کر سکتی ہیں۔ چنانچہ
تھوڑی دیر کے لیے ہم بھی سر اٹھا کر چلنے کے قابل
ہو گئے مگر بہت تھوڑی دیر کے لیے کیونکہ ہماری اگلی
منزل ایک ایسے شل سب خانہ تھا جس کے سامنے
یا جس کے خالق کے سامنے چاروٹا چاربرہہ تسلیم کرنا
پڑتا تھا یہ تھی سنٹرل لاہوری اور اس کا تعلق
ایئر پورٹ کا نہیں..... وہ دریا دل قسم جو لوگوں،
نیا اینڈن براس سے بھاگ کر امریکا میں کھڑے بننا
تو اپنے بچپن کے شیر کو لم دواؤں کا یہ اصول تھوڑا پیش
کیا۔ ہمارے دل میں پھر ہی حسرت بیدار ہوئی کہ
کاش یہ شخص پاکستان سے بھاگ کر گیا ہوتا۔ جو لوگوں
کو لاہوری کا تختہ دینے کے لیے لازم نہیں کہ ایک
دفعہ وطن سے ضرور بھاگا جائے۔ ملک کے اندر
کھائے ہوئے کر ڈولیں سے بھی اتنی ہی خوب
صورت لاہوری میں نکلتی ہے جتنی کہ کاربنی سے بنائی
تھی۔ لاہور میں ہم نے کاش کی مثال دے کر
اس کاو خیر کے لیے اشتعال تو دلا دیا ہے۔ اب
مشغول ہوئے کہ پاکستانی کر ڈوٹی کا کام ہے۔

☆☆☆

اسے دوسرا۔ تجھ سے تو یہی نہ ہو سکا.....
(عظیم شاعر سو داے حضرت کے ساتھ)
زلف سے بڑھ کر نقاب اس
شوہر کے منہ پر کھلا
اسنے میں کارا یک عمارت کے سامنے رکھی جس
کی پیشانی پر کھسا تھا کٹکٹ کاٹکٹ لاہوری۔ یہ
ہماری سر دھار کا پہلی منزل تھی اندر گئے تو دفتر میں
ایک اوجھڑ مگر ایک معتبر صورت خاتون بیٹھی جو
لاہوری میں تھی اور میں..... شہر ڈانے ہمارا خاتون
کر یا تو مختصر سے نہیں پاکستانی یا تو قدر سے خاتون
شفقت سے خیریت مزاج ہو گئی اور پھر بلا تاں جو وہ
شفقت بھی بیان فرمادی۔ یعنی یہ کہ آپ ایک پاکستانی
داماد کی خوشداسی تھیں۔ لہذا اس سے ایک رشتہ، ایک
نسبت محسوس کرتی تھیں اور جواب ہم نے بھی رشتے
دار کی کا اقرار اور اظہار کیا۔ اگلی بیٹھی ہی تھے کہ
ایک تو جوان اسکاچ لڑکی تھیں شلوار پہنے سکرانی،
سکرانی کمرے میں داخل ہوئی۔ ہم مجتہد مد کی بیٹی
تھیں اسے دیکھ کر پاکستانی بھائی کی بیوی کی سی لگتی
تھی سکرانی۔ اب صاحبزادی کا پاکستانی بہو بننا تھا
بلکہ پاکستانی تھیں شلوار میں بیٹھی ہوتی۔ ہم نے فوراً
شہر ڈو کہو سے رخ کے ساتھ نیا خواتین کا تو کی لباس
دکھایا۔ لڑکی نے لباس کی تعریف کو اپنی تعریف بھی
سمجھا تو خوشی میں اٹھ کر پیشانی کی لٹ جھٹاکر،
فیشن پر بڑی ادا کے ساتھ اپنے گرد چکر لگا کر دکھایا
کہ کاشی ہو۔ "اب دیکھو۔" ہماری موڈ میں ہڈیوں
کی طرح دو پلاؤ اڑھ کر لٹ گئیں پہلے بچ کر تے ہوئے
اور پھر ڈو پلاؤ اڑھ کر اٹھا کر حاضرین کو دکھایا جیسے بہتی
ہو۔ "یہ بھی دیکھو۔" اس کے چہرے پر لڑکیوں کی ہمار
بھی دیکھی تھی لیکن جس اب سے شہلوں کا رد تھا
اڑھ کر گھونٹ گٹ کا کو نہ سمجھتا تو غالب کو کہ زلف
سے بڑھ کر نقاب اس شوہر کے منہ پر کھلا..... شہر ڈو



بہنوں کی محفل مدبرہ

خدا کثرت کے لیے پی، اب اس 662 ٹی وی اور کراچی 74200 ایس ایس جیپوگروپ@hotmail.com

پیاری پاکیزہ، بہنو! السلام علیکم بہت محبت اللہ و برکت
تمام تر تھیں اس سب الطہرت محل شانہ گزرا ہیں جو ہمارا اور کس عالمین کا پروردگار ہے۔ وہ دودھ و دھار شریک ہے..... اور ڈول
درد و دھار رحمت اللعالمین حضرت محمد مصطفیٰ علیہ السلام و آلہ و سلم پر کہ جن کی آمد سے جہالت و ظلمت کے اندھیرے پھٹے اور دنیا
حق میں کایول بنا ہوا۔ اللہ پاک سے دعا ہے کہ سب کام کیلئے ان کو توفیق دے اور ان کے ساتھ مددوں جہاں میں ضرورتیں نصیب فرمائے
اور اپنے عزیز خاص سے دوہب ہو جو دعا فرمائے جو ہمارے حق میں بہتر ہو (الحمد للہ)

☆☆☆

کچھ باتیں انہی بہنوں سے

پیاری بہنو! سلام اور تمہارے دوا میں لیے آپ کی اپنی پیاری شکل میں مجھ حاضر ہوں، آپ لوگ اس دفعہ کے شمارے میں
انجم انصار کے ساتھ ایک شام منانے کی تقریب کا احوال پڑھیں گی اور تبھی وہ دن سے لطف اعلیٰ ہوئی گی۔ بہنوں نے میں ہی
جاتی ہوں کمر سراج صاحب کی بی بی، بی بی دانی ہوئی پیاری کی کیفیت، میں اس طرح چلائی ہوئی ہوں مگر ساری بہنوں کو یہ
اتھار کا کچھ انجم انصار کی طبعی طوفاقت کے بعد پاکیزہ سے ایک ہونے والی اور ایسی باتیں دی گئی ہیں۔ روائی الوداعی
تقریب کے لیے کوئی بھی نہیں ہے کیونکہ یہ قرآن کا بیان سارا تھا یہاں بہنوں نے بیٹھ کر تو اپنے ادا سے سے کوئی اور انکس ہوتا ملک
مجھ کو یہ کیا پر ابگ ہوتا ہے جیسا کہ ہم گوروں کا ذکر کرنا ہدایت کے مطابق ان کی محبت اس کی اجازت نہیں دیتی کہ اس
کام کو جریہ جاری رکھیں۔ تو میں نے اس صورت میں میں سوچا تھا کہ ایک شاعر اسرا زنگراؤں اور پڑھ کر دھس کے اور انہی کی
ایک غزل سب ہے، اپنے خیالات کا اظہار کریں مگر لیکن اس وقت کی تقریب میں میں نہیں رکھ رہی تھی کیونکہ سحران صاحب کی
طبیعت کو خراب رہنے لگی ہے، اور اس کی کمی دل تو اپنی ذرا خراب ہو جاتی ہے کہ کبھی ضروری بھی شرکت بھی نہیں کر پاتی ہوں
لیے ہیں، میں اپنی تقریب کے لیے کبھی نہیں کہ بہنوں کا مسلسل اشتہار جاری تھا جس پر میں نے ایک ہونے سے چائے پر اچھ
ساتھ ایک شام منانے کا فیصلہ کر لیا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہی کہ اس میں کوئی رکاوٹ نہ آئے۔ اس طرح یہ تقریب مشفق
ہو گی جس کا احوال بھی کے ہم سے اس شمارے میں آپ پڑھ سکیں گے۔

انسان کی ہر خواہش تو پوری نہیں ہوتی، جیسا میں چاہتی رہی دیا ہوا بلکہ نہیں ہو سکا اور کبھی رہی لیکن یا زور مدد صحت پاتی.....
جو تین بجوری کی بنا پر شرکت نہیں کر سکیں، وہاں دینی میں خاص طور پر ہر مہم سہم سے نہ آئے کا کٹوس رہا۔ اللہ کریم ان کو جلد
صحت یاب کر دے اور ان کی یہ تقریب میں دوسرا آئیں۔

اچھا بہنو! اب چاہتے ہیں..... انا ماٹھا گے، ماٹھا کرنا ہوگی۔ اپنا پیاروں کا اور اپنے کا دل کو کھانے ہو خدائیں۔
اللہ تعالیٰ..... دعا کرتا ہوں

☆☆☆

میں تو پیاری بہنو! پاکیزہ بہنوں کے جذبات سے لبریز پیار سے قارئین! کہیے کیا حال ہیں، ام اس کے شمارے

کے اہل ازواج جو خوب صورت تھیں انہیں بھی اس میں شرکت کر کے بہت اچھا لگا۔ انگریزی کی خانہ میں سب مرد اداکار نے بہت خوب صورت کلاںات ادا کی تھیں۔ ان کی تقریر بھی ان کی خدمات کے اعتراف کے علاوہ ان کے لیے کچھ قیمتی بتا دیتی تھی جو کہ بہت روایتی کا کوئی نہیں۔ اہل انڈیا کو یہ حق کبھی قائل نہ رہے۔ اور سب ہم ایسی ہی خوب صورت شاموں کا کالم لکھتے رہیں۔

نہت اہل انڈیا کے لیے ایک بڑا بہت بڑا حوالہ تھا۔ یہاں انڈیا کی انگریزی کے تمام ہونے کے بعد

فرود آمد سال کریں گے۔" (بھکرے)

[illegible]

مغیر خود راہ دے جاتے ہیں اور ہم فتنہ پر ضرورت کرتے ہیں۔ کوئی بھی ادارہ جان بوجھ کر اپنی اور معتمد کی سادہ خراب نہیں کرتا۔ ادارہ یا گنہگار معیار کی تحریر کو خوش آمدید کہتا ہے۔ مگر جب کوئی ایسا ادارہ اپنی اخلاقی ذلتے داروں کا ضرور پان ہونے چاہیے)

بہ سب سے غریب، کراچی سے "سب سے اعلیٰ اللہ اور اس کا نور برصا، ایمان اللہ پھر بیہوش کی عقل میں چلا گیا۔ کوئی

289 فروری 2018ء



حمد

ہر قدم اک امتحان ہے ہر گزری اک امتلا
مشکلن آسان کر دے اسے سرے بہت علی
تیرا کرم تیری عطا، منتا ہے تو بھرگی دعا
سب ہی کا تو رازقی ہے، وہ بادشاہ یا گدا
پھولن کی اک دھنیں تپا پٹنے ہے سارا گلستا
یہ جیجا آ آماں تاروں بھری جیسے روا
میں تو غم کر رہی تھی سازشوں کے درمیاں
تیرا کرم بھولن سے دی تو نے سکون کی ہرودا
لفف و گرم پٹتی ہے کر، وہ طالب انوار ہے
ظاہر نہیں تو خواب ہی میں طور کا جلوہ دکھا
کلام: بخشنی! حمد و کراچی

نعتِ رسولؐ

مری زندگی ہر خوشی
تری یاد کی ہے یہ روشنی
مرے تائیں حیات پر
ہے کسی ہونے کی روشنی
کوئی درد ہو کوئی گھر ہو
ترتیب لب ہے جہا گیا
ہوئے دردور کے سلسلے
کوئی روشنی ہی چمک گئی
ذکال زندگی کوئی پاکسا
نہ حال تیرا اس آسما
تو حسینہ برب کرم ہے
ترتیب مزیت کی چاندنی
دی سامعین وہی راتیں
جو کبر سے میرے گرد گئیں

نیت

محبت کی نمازوں میں نیت خاص ہی رکھتے ہیں
یہاں نیتیں وہاں نیتیں سے نیت ٹوٹ جاتی ہے
نمازیں چھوٹ جاتی ہیں۔۔۔۔۔

از: فرخ طاہرہ ملتان

باتیں یاد رکھنے کی

☆ محبت بانا ہر کی کے لیے ممکن نہیں محبت پہیلانا
ہر ایک کے لیے ممکن ہے۔
☆ خوش اخلاقی پر کچھ فریض نہیں ہوتا بلکہ آپ کا
دعا پر حاوی ہے۔
☆ انسان کو پاؤں کی طرح ہونا چاہیے کہ ہر کوئی
اس کے آنے کا انتظار کرے۔
☆ اللہ تعالیٰ سے معاملہ درست رکھو جب وہ دیتا
ہے تو کوئی روک ہی نہیں سکتا۔
☆ دل کی سلیف نہ لکھنے سے پہلے یہ سوچ لیں کہ یہ
فرض کمال ہے یا نہیں۔
☆ کسی کی دل نہیں دکھاؤ ایسا نہ ہو کہ اس کے آئینہ
تمہارے لیے سزا بن جائے۔

از: برون فیصل شاہین، بہاول نگر

اداس موسم

اداس موسم
اسے میرے ہوم
رخم بھی دیں تو یوں مسکراتا
کہ جیسے کوئی دعا ہو
دعا وہ جس کی قبولیت کا تو یقین ہو
اداس موسم میں مسکراتا
اداسیوں کو بھی تم سکھاتا
کہ کوئی موسم اداس نہ ہو

شاعر: شائش کراچی

گفتگو کا سلیقہ

ایک دفعہ ہمدون رشید نے خواب میں دیکھا کہ
میرے بہت سے دانت ٹوٹ کر گر پڑے ہیں، صبح تو کوئی

عالموں کو بلا کر خواب کی تعبیر نہ بھی۔ ایک شخص نے کہا
آپ کے اکثر عزیز آپ کے سامنے مر جائیں گے، یہ
بات ہمدون رشید کو اس قدر ناگوار لڑی کہ اس شخص کو اسی
وقت دوبار سے کھوا دیا۔ پھر دسروں سے پوچھا اور جواب
سے تاخوش ہو کر یہی سلوک کیا۔ آخر ایک موقع شاس
درباری نے عرض کی جہاں پناہ۔۔۔ حضور کا خواب بہت
مبارک ہے جس کی تعبیر یہ ہے کہ حضور کو ایسی ہی عمر عطا
فرمائیے گا کہ حضور کے جیتنے کی شای خاندان میں شادی
اور غم کی اکثر نیتیں انجام پائیں گی۔ داتا کے جواب سے
ہمدون رشید خوش ہو گیا اور انعام و غفلت دے کر ارشاد
فرمایا: میں خوب سمجھتا ہوں کہ مطلب سب کا ایک ہی ہے
مکہ چان لے لے گا ملک جہا، جدا ہے۔ آخری درباری کو
گفتگو کا سلیقہ ہے جو پہلے دلوں میں نہیں، اسی لیے ان
کے ساتھ یہ بدسلوکی کی گئی ہے۔

از: عامرہ لاہور

غزل

کبھی بھی سنو کہ جو آگے تو بہار حسن دکھائے
مرے دل کو داغ نکالے گئے یہ نیا شوق کھلا گئے
کوئی کیوں کسی کا لبائے دل کوئی کیا کسی سے لگے دل
وہ جیتنے سے دو لے دل وہ دکان اپنی بوھا گئے
میرے پاس آئے جسے ہم بد وہ جانا ہوئے تھے تکیہ دم
یہ دکھایا چرخ نے کیا حکم بھی ہے؟ کہیں چما گئے
جولائے میرے جسے نہ سب کی لب کی بل سے دل
جو غمور تھا وہ انہی کے قادی بھی غمروں کو ڈھا گئے
بندے کیوں نہ تھوڑی بھڑکی بھڑکی صرت ان کے گئے بھڑکی
وہ جو کاکشیں میں بڑی، بڑی وہ انہی کے بچ میں اٹھ گئے
انتخاب: نفیسہ رادراں الخیر

غائب دماغی

ایک پروفیسر صاحب گھر کے برآمدے میں داخل
ہوئے تو ان کی بیوی نے باہر پرک پر بھاگ کر دیکھا۔
"اے آپ کا پرکھاں چھوڑ آئے؟" بیوی نے
حیرت سے پوچھا۔

بچپن

انسان کی زندگی کا بہترین دور جو سب سے خوب صورت اور حسین ہوتا ہے، بچ ہونی کو کہنا چاہئے، ہاشیا کیا، تیار ہونے اور اسکول چل دیے کھانے کی پھٹی ہوئی ڈبا کٹال کے کھانے لیانی پیا اور دوبارہ پڑھائی کے لیے تیار نہ کھانے کی فکر اور ذہنی کی سوچ ہاشام کا بہترین وقت بھائی بہنوں کے ساتھ کھیل کر تمام کیا۔ دوبارہ کھایا اور سو گئے۔ روکین لائف کا بھی ایک اپنی الگ مرہ ہوتا ہے۔

بچپن کے دن جھلا نہ دینا آج جسے کل کلا نہ دینا اور

اڑنے دو پردوں کو ابھی شروع ہوا میں بھر لوٹ کے بچپن کے زمانے نہیں آتے۔ جب وہ بے گری کے دن یاد آتے ہیں، بے ساختہ یہ مرنے پر ہان پڑا جاتا ہے۔

گوئی کو تاد سے میرے بیٹے ہونے دن تجورہ ذریعہ لعل ڈلاس، پاپلاس اے

غزل

پھر سے دل گرفتہ ہوں
بد حال اور شکستہ ہوں
جو کسی کو نہ آئے
یاد وہ گم گشتہ ہوں
نہ میرا تذکرہ کوئی
ہے اس کی زم باتوں میں
میں کہ اس کے آگہن میں
محبت گرفتہ ہوں
دغم، دغم ہوں میں بھی
کسے جانے کا کوئی
دیکھ میں تو اے صاحب
میں گل بدن گفتہ ہوں

شاعرہ: سیدہ علیشاہ، بھاول پور
☆☆☆

کراہیں کورتے ہوئے خیوں میں گھر سے
گھر سے گھبرائے ہوئے پلاسٹی ہو کر تے ہیں
ابنیں شہروں کے دھول میں پڑے
خرف اور عدم چٹکتے ہے چراغے ہیں ناگین
اور گین اور سی جا پڑے ہیں
کب تک کول نہیں کھٹے گا جہاں میں محبت کے سوا
اور کی روڑ میں ہی کے کی کڑھائی حافظ
ہم جو لوگوں سے چھٹکے ہیں تو مجبور ہی ہے
ہم جو رستوں میں پھٹکے ہیں تو مجبور ہی ہے
ہم مسافر ہیں ہر کی جان مسافر تیرے
ہم اگر کچھ سے بچھڑے ہیں تو قصور ہی ہے

کلام: راجہ رفیع
پسند: ناصر شاہین، اعوان، واہ گیت

ڈراما دیہا تھا

ایک صاحب جدید ترین اور جدید ترین کار میں اپنی
مجبور سے ملنے گئے۔ اے کار میں بٹھا یا اور شہر سے باہر
ایک پڑھنا تمام پر پہنچ گئے۔ ایک گھنٹہ گزرنے کے بعد وہ
بھٹکا نہ ہوئے شہر کی گلیوں میں۔
”تم نے کیا نہیں کر۔۔۔ آج نہیں تو۔۔۔ کبھی یہ
حقیقت کھلی کی کہ میں۔۔۔ شادی شدہ ہوں۔۔۔“ مجبور نفس
کر بولی۔
”تم نے تو مجھے ذرا سی دیا تھا میں بھی کہ تم یہ کہنے
والے ہو کہ یہ کار تمہاری نہیں ہے۔“

نشاطی

پارک میں بیٹھے کچھ کھڑے کرتے اپنا کبک بوبہ
کسی بات پر دھڑک کر بولی۔
”دیکھو مجھے اتنا تک دیکر اور نہ شادی کے
بعد گن، گن کر بد لے لوں گی“
”کس سے؟“ مجبور نے بڑی مصمیت سے
پوچھا۔

”تمہاری بھی شادی طے ہو گئی ہے کیا؟“
مرسلہ: عربیہ ناز۔ کوئی

اس دل کو چھڑکے آتی ہیں
جب آٹھ کے اندر ہی آٹسو
زنجیروں میں بند ہو جاتے
سب چہلوں پر چھانٹا ہوا
جب یاد بہت تم آتے ہو

سردار سلوٹم بگی مراد

سنہری کنوئیں

☆ ہر وقت وہ شفاف آئینہ ہے جو محبت سے
چہرے واضح کرتا ہے۔
☆ کائنات میں کوئی اتنی شدت سے کسی کا انتظار
نہیں کرتا۔ جتنا خدا اپنے بندے کی قربانیا کرتا ہے۔
☆ خوشی میں کوئی دوست شامل ہو تو خوشی بڑھ جاتی
ہے۔ اور غم میں اگر دوست ساتھ نہ ہو تو غم گہٹ جاتا ہے۔
☆ ایسے دوست آنکھ اور ہاتھ کے مانند ہوتے ہیں،
جب ہاتھ کو تکلیف ہوتی ہے تو آنکھ رو دیتی ہے اور جب آنکھ
رو دیتی ہے تو ہاتھ کو سو پوچھتے ہیں۔
☆ پاؤں پھسل جائے تو جسمانی چوٹ لگے گی مگر
زبان کو نہ کھینچے وہ دیر مدالی چوٹ کا باعث ہو سکتی ہے۔
☆ صبر اللہ تعالیٰ کی جانب سے عطا ہونے والا

بہت بڑا نعمت ہے۔
☆ تہجد کے وقت آنکھ کھلے تو کچھ لکھو امان سے کال
آتی ہے، تمکھار ہو تو رسول کرو۔
☆ جتنی محنت سے لوگ جہنم خریدتے ہیں، اس
سے آگنی محنت میں جنت ملتی ہے۔
از: یاسین اقبال، لاہور

ہم مسافر ہیں میری جان

ہم مسافر ہیں ہر کی جان مسافر تیرے
ہم تو ہمارے ہی کی ڈر جاتے ہیں
اور وہ سب سے بھی
اے تیرے دنوں کے نشانوں سے ہمارے جلو کے دے
راتے جسے ہم نہ جانتے ہیں
ہم مسافر ہیں ہر کی جان مسافر تیرے

”کار۔۔۔ پاپڑ دھرنے سوچتے ہوئے کہا۔“ میں
نے راستے میں ایک صاحب کو لٹ دیا تھی۔ یہاں کچھ کر
میں نے ان کا شکریہ ادا کیا معلوم نہیں پھر کار کہاں چلی
گئی۔“
از: صابو زلیہ

غزل

غم کی بارش نے بھی تیرے پیش کو دھوا نہیں
تو نے مجھ کو کھو دیا، میں نے تجھے کھو نہیں
نہند کا پلکا گلابی سا رخسار آنکھوں میں تھا
میں کو لکھ دے وہ شب کو دریک سوا نہیں
ہر طرف دیوار دور ادران میں آنکھوں کے جہم
کہہ سکتے جو دل کی حالت وہ لہجہ کو نہیں
جرم آدم نے کیا اور نسل آدم کو سزا
کاٹا ہوں زندگی بھر میں نے جو بولیا نہیں
جاتا ہوں ایک ایسے شخص کو بھی میں نہیں
غم سے بھر ہو گیا کین میں دیا نہیں

محبت اب نہیں ہوگی

ستارے جود گئے ہیں
کسی کی چشم حیراں میں
لانا نہیں جو ہوئی ہیں
عالم اور دہراں میں
یہ دنیا بد وقتوں میں
دل نا شاد میں ہوگی
محبت اب نہیں ہوگی
یہ کچھ دن بعد میں ہوگی
گزر جائیں گے جب یہ دن
بیان کی یاد میں ہوگی

نظامی، حیدر آباد
یاد بہت تم آتے ہو

جب رات کی ناکن دیکھی ہے
نہیں میں بڑا ہر تراتا ہے
جب چاند کی کرنیں تیری سے

☆ مرو بہ تار..... کوئی
 مانا سکوں نواز ہے ہر شے بہار میں
 تیرے بغیر جین نہ آئے تو کیا کروں
 ☆ نیلوفر خان..... بہارہ کھو
 یہ خود کو لہاروں میں چھپانے والے
 بات کرتے ہیں تو اوقات نکل آتی ہے
 ☆ شامشاہ..... جبک لائزر، کراچی
 اب کیا کہیں کہ تم سے محبت ہی اور ہے
 لیکن دردِ دل تو روایت ہی اور ہے
 ممکن ہے تیرے حق میں نہ ہو فیصلہ کوئی
 یہ دل ہے اور دل کی عدالت ہی اور ہے
 ☆ کجبت اعوان..... سرگودھا
 میں تجھے دھوڑنے یادوں کی کھلی سڑکوں پر
 خشک چن کی طرح روز بھر جاتا ہوں
 ☆ ثروت سجاد..... لندن
 بے خبر لوگ کہاں اور چٹائی کہاں
 اب کٹا میں کسی ورا میں بہادی جا میں
 ☆ سرنگبخت خٹارہ..... کراچی
 کچھ صبح تنہا کے تقاضوں کو بھی سمجھو
 کافی نہیں کبنا کہ سر ہو کے رہے گی
 ☆ آسیہ عاشق..... کینڈا
 اک چارم سینے میں گنگ گیا تھا جیسے
 سانس آتے جاتے میں ابھی ہاتھ لٹی ہے
 ☆ ستارہ شاہد اوراث..... راولپنڈی
 منوریں راستوں کی دھول ہوئیں
 پوچھتے کیا ہو تم مسافت کی
 گون کس کے لیے تپا ہوا
 کیا ضرورت ہے اس وضاحت کی
 ☆ خرمخواہ اعوان..... سرگودھا
 متاثر ذہنت میں شامل رہے ہزاروں رفیق
 وہ جس کی چاہ تھی دل کو دگر نہ ملا
 ☆ ☆ ☆

☆ کجبت اعوان..... سرگودھا
 رکھے ہیں لوگ پچھلے سرام کا کچھ لحاظ
 اس نے تو ہم سے پہلے مر دت نہیں دگی
 ☆ علی شاہین..... درجیم بارخان
 تم مجھ میں اترو میرے لبو کی طرح
 میری روح کے رقیب ہو جاؤ
 تم جو چھو لو درد گھٹ جائے
 آؤ میرے طیب ہو جاؤ
 ☆ خزالطاف..... سرگودھا
 تصور تو بہت کیے ہیں زندگی میں
 پر سہ وہاں لی جہاں ہے تصور تھے ہم
 ☆ پیر وین شاہین..... بہاولپور
 جن سے ملنا قسمت میں نہ ہو صاحب
 ان سے محبت، کمال ہوتی ہے
 ☆ سائرہ سید..... کراچی
 ان کو بلا کے اور پشیمان ہوئے مگر
 یہ کیا خبر تھی ہوش میں آیا نہ جانے گا
 ☆ ذریعہ عشاق..... منڈی بہاؤالدین
 جس کسی کی یاد آئے تھلا جاتا ہے دل
 جھکا اُٹھتی ہے کچھ اس شان سے بزمِ وفا
 ☆ گلزار نیگل..... کراچی
 رنج مغل دیکھنے کو ہوش میں آئے تھے ہم
 ہوش اب اُڑنے لگے ہیں رنج مغل دیکھ کر
 ☆ تنہم کور..... کراچی
 جتا جو عشق میں ہوئی ہے، وہ بجای نہیں
 ستم نہ ہو تو محبت میں، کچھ حذر ہی نہیں
 ☆ شمیمہ نیکو..... جہلم
 اسے کہا سدا موسم بہاروں کے نہیں رہے
 بھی ہے کبہرے ہیں ہو اب رقص کرنی ہے
 ☆ سحرین کمال..... راولپنڈی
 الاذ بن کے ممبر کی سرد راتوں میں
 ترا خیال دل کے طاغیوں میں جتا ہے



☆ حراقین..... ملتان
 تو خرام نہ ہو مجھ کو، یہ ہے مرنی تیری
 تجھ کو جب چاہوں ملاؤں یا جاؤں تجھے دے
 ☆ نازہ یزدی..... نوشہرہ کینٹ
 چمن کر لے گی مجھ سے مری پٹنی دینا
 کھو دیا میں نے محبت میں کمایا ہوا فیصل
 ☆ امیر شیر..... فیصلہ
 بہت نزدیک رہ کر بھی اتنا نہیں ایک جیسی ہیں
 ظلم وہ نہیں کرتے، مخاطب ہم نہیں کرتے
 ☆ نورین ولی..... کوٹ ادو
 آہری آنکھوں میں گلاب و دروں
 کہ خواب خوشبو میں گل کے آئیں تجھے
 ☆ بیگم شمیم علی..... ضلع جہلم
 میں تجھ کو اس لیے آنکھوں سے اوپر کر نہیں سکا
 کہ کھوجاے تو چٹائی بڑی مشکل سے لٹی ہے
 ☆ ممتاز خانم..... کراچی
 کتنا ہے سخت جان مرا ذوقِ زندگی
 سو بار مٹ چکا ہے ترا سب آستان
 ☆ ناز آصف اراکان..... عارف والا
 مرزدہم سے ادا ہو دشت میں بھی کم ہی ہوئی
 کون اس کی اور تجھے پر بعد ہر کام کیا
 ☆ نرگس اداہلی..... کراچی
 کچھ نظر آتا نہیں ان کے تصور کے سوا
 حسرتِ دیدار نے آنکھوں کو اتھا کر دیا
 ☆ راجہ لورین..... راولپنڈی
 نظر سے دور ہو کر بھی یہ تیرا دم برد رہتا
 کسی کے پاس رہنے کا سلیقہ ہو تو تم سا ہو

☆ حیدر ممتاز خان..... اسلام آباد
 زخم پھوٹتا ہی رہا اور دوا ہو نہ سکی
 ہم وفا کرتے رہے اور ان سے وفا ہو نہ سکی
 ☆ ساجد..... دہلی
 کہتے تھیں لوگ تھے جوں کے ایک بار
 آنکھوں میں جذب ہو گئے دل میں سا گئے
 ☆ یاسین نول..... پیرور
 میرے مولا یہ اچھا ہے میری
 پرسکون دہر کی فغا کر دے
 ☆ جمیل نیاز..... ملتان
 میرے وطن تیری گھاس سدا سبکتی رہیں
 برسے درختوں پر چڑیاں سدا چٹکتی رہیں
 ہوا میں اس کی چٹکی رہیں کینوں پر
 نکھار آتا رہے سبز تر زینوں پر
 ☆ سارہ شاہ..... لاہور موٹی
 پھر گلاب کا موسم اس کی تر جاتی ہے
 پھر وہی محبت ہے پھر وہی کہانی ہے
 فیصلوں کے فصول میں یاد ہی نہیں ہم کو
 کس نے سر جھکا یا تھاکس نے ہار مانی ہے
 ☆ مسعودہ بانو..... کوٹوال، مری
 نظر اُماڑ کرے ہو لوٹ جاتے ہیں نظروں سے
 انہی نظروں سے اُڑو گئے نظرِ ہم نہ آئیں گے
 ☆ خرم زہرا..... کوٹوال
 خدا کرے آئے وہ بھی دن
 تجھے جہن آئے نہ مجھ بن
 تو گلے لے میں پرے ہوں
 میری تئیں تو کیا کرے

منتخب غزلیں



ہترین شمری ذوق دیکھنے والے اپنے پاکیزہ لہریں کی غلغلت میں ادا لوامی شہرت یافتہ
مطلوبہ عاشقہ شاعر قیض احمد قیض کا خوبصورت کلام حاضر ہے۔۔۔



کب دہش تیرا ساتھ ٹھہرا کب بات میں تیرا بات نہیں
مرد شکر کا اپنی راتوں میں اب بھر کی کوئی رات نہیں

تمہاری یاد کے جب دُغم بھرنے لگتے ہیں
کسی بھانے تمہیں یاد کرنے لگتے ہیں

مشکل ہیں اگر وہ بات وہاں دل آج آئیں جاں دے آئیں
دل دلو کوچہ جاں میں کیا ایسے بھی حالات نہیں

حدیث یار کے منواں گھمرنے لگتے ہیں
تو ہر حرم میں گیسو منورنے لگتے ہیں

جس وجہ سے کوئی غل میں گیا وہ شان سلامت راقی ہے
یہ جان تو آتی جاتی ہے اس جاں کی تو کوئی بات نہیں

ہر انہی ہمیں عزم دکھائی دیتا ہے
جو اب بھی تیری کلی سے گزر رہے لگتے ہیں

میدانِ وفا دربار میں یوں نام و نسب کی پوچھ کہاں
عاشق تو کسی کا نام نہیں کچھ عشق کسی کی ذات نہیں

مہاسے کرتے ہیں غربت نصیب ذکر وطن
تو چشمِ سج میں آنسو ابھرنے لگتے ہیں

گر بازی عشق کی بازی ہے جو پاؤں لگا دو زرد کیا
گر جیت گئے تو کیا کہا دے گی تو بازی مات نہیں

در قفس پہ اندھیرے کی مہر لگتی ہے
تو فیضِ دل میں ستارے اترنے لگتے ہیں

13 فروری 1911ء تا 20 دسمبر 1984ء



سینویوں کا سوہی

چندر کے بچے اور زم زم بھل بھی باریک کاٹ لیں۔ چوں کہ
بہت خیال سے دھوئیں کہ کر کراہت نہ رہ جائے۔ دہجی
میں دال اور بچے ایک ساتھ تازہ دہانی ڈال کر چڑھا دیں۔
اس میں ہلدی، نمک، مرچ، ذریہ، آہن، اورک ڈال کر دال
خوب کھائیں۔ دونوں چیزیں تقریباً مکمل جائیں تو مناسب
پانی رکھ کر چھوٹے سے اتار لیں اور تائی کی اشیائیں میں
فرک کر کر اچھا سا بھار لگائیں۔ سادہ ایلے جالی پانچال
کے ساتھ بہت حسرے سے کھائیں۔

از: تجت ندی، بہار، بہار

قندھاری کھنڈ

اشیا پھنک، بیف، تھن، تیرہ، 500 گرام۔ (ایک پار
مٹھیں سے کھال میں) دال دھجی، 1/2 چائے کا کٹچہ کھنڈ
حسب ذائقہ تھل، حسب ضرورت، پیاز، 1/2 کپ سلاوٹک،
آہن پیسٹ، 2 کھانے کے کٹچہ، دھما (پا ہوا)، 1 چائے کا
کٹچہ، لال مرچ (بھی ہوئی)، 1 چائے کا کٹچہ، لٹاڑا کھنڈ، 1/2
کپ ساہر کچن، 2 کھانے کے کٹچہ، دال، 1/2
کپ ساہر کے کھنڈ، 1 کھنڈ کا چھوٹا کٹچہ۔

ترکیب کھنڈے میں حسب ضرورت تھن ہوئی دار
چینی اور اڑاٹے کی سفیدی اچھی طرح ملائیں اور کوٹنے کی
ٹھل سے باہر بنا کر رکھ دیں۔

ایک تھن میں تھل گرم کر لیں۔ پیاز ڈالیں جب
بلا سنبری ہو تو ڈال کر تھن میں اور بھر پوری بازی تھل میں
ڈالیں اورک پس پیسٹ ڈالیں بلا ساہن بھر لال
مرچ اور دھما پنا ہوا کی ڈالیں بھر لٹاڑا کھنڈ اور کھنڈ
پیسٹ بھی ملائیں اور اچھی طرح بھجھیں۔ جب سلاوٹک
طرح بھن جائے تو ایک گلاس پانی ڈالیں۔ ابل آنے پر
کوٹنے ڈالیں اور کھنڈی، کھنڈی دھجی کوٹنے پر تھن، پیچ
پاکلن استعمال کر کھنڈی دھجی کوٹنے اور کھنڈی دھجی کوٹنے
ڈالیں۔ آخر میں پانی ڈال کر کھنڈی دھجی کوٹنے اور کھنڈی
قندھاری کوٹنے تان کے ساتھ خوش فرمائیں۔

از: تجت احوال، سرگودھا

اشیا پھنک، بیف، تھن، تیرہ، 500 گرام۔ (ایک پار
مٹھیں سے کھال میں) دال دھجی، 1/2 چائے کا کٹچہ کھنڈ
حسب ذائقہ تھل، حسب ضرورت، پیاز، 1/2 کپ سلاوٹک،
آہن پیسٹ، 2 کھانے کے کٹچہ، دھما (پا ہوا)، 1 چائے کا
کٹچہ، لال مرچ (بھی ہوئی)، 1 چائے کا کٹچہ، لٹاڑا کھنڈ، 1/2
کپ ساہر کچن، 2 کھانے کے کٹچہ، دال، 1/2
کپ ساہر کے کھنڈ، 1 کھنڈ کا چھوٹا کٹچہ۔

از: تجت احوال، سرگودھا

سنگ بیٹا

چندر کے بچے اور زم زم بھل بھی باریک کاٹ لیں۔ چوں کہ
بہت خیال سے دھوئیں کہ کر کراہت نہ رہ جائے۔ دہجی
میں دال اور بچے ایک ساتھ تازہ دہانی ڈال کر چڑھا دیں۔
اس میں ہلدی، نمک، مرچ، ذریہ، آہن، اورک ڈال کر دال
خوب کھائیں۔ دونوں چیزیں تقریباً مکمل جائیں تو مناسب
پانی رکھ کر چھوٹے سے اتار لیں اور تائی کی اشیائیں میں
فرک کر کر اچھا سا بھار لگائیں۔ سادہ ایلے جالی پانچال
کے ساتھ بہت حسرے سے کھائیں۔

چندر کے بچے اور زم زم بھل بھی باریک کاٹ لیں۔ چوں کہ
بہت خیال سے دھوئیں کہ کر کراہت نہ رہ جائے۔ دہجی
میں دال اور بچے ایک ساتھ تازہ دہانی ڈال کر چڑھا دیں۔
اس میں ہلدی، نمک، مرچ، ذریہ، آہن، اورک ڈال کر دال
خوب کھائیں۔ دونوں چیزیں تقریباً مکمل جائیں تو مناسب
پانی رکھ کر چھوٹے سے اتار لیں اور تائی کی اشیائیں میں
فرک کر کر اچھا سا بھار لگائیں۔ سادہ ایلے جالی پانچال
کے ساتھ بہت حسرے سے کھائیں۔

از: تجت احوال، سرگودھا



ڈال کر رکھ لیں اور پوری سردیاں اس سے چرے، ہاتھ گردن کا سانج کریں اور پھر نیم گرم پانی سے دھو لیں۔
چلو کچے دودھ پر آنے والے جھاگ کو نکال کر آنکھوں کے ارد کو دسواں کریں یا پھر تیل سے جو بنایا گیا ہے۔

چلو موسیٰ پھولوں اور بڑیوں کا زیادہ سے زیادہ استعمال کریں۔ یہ آپ کی ظاہری خوبصورتی اور صحت کے لیے بہت مفید ہے۔
چلو بڑیوں میں زیادہ گرم پانی سے نہانے سے جلد خشک ہو جاتی ہے، اس لیے کوشش کریں کہ تیز گرم پانی سے نہانے کے بجائے نیم گرم پانی استعمال کریں۔
جن افراد کی جلد خشک ہے وہ نہانے کے پانی میں تھوڑا کھویر بے کا تیل شامل کر لیں اس طرح ان کے جلد کی مطلوبہ کمی بھر کر رہے گی۔

☆☆☆

نشہ اور دہی کا مشنڈرکہ استعمال

آج ہم آپ کو ایک نئے نامک سے متعارف کر دے ہیں، جس کی خوبی یہ ہے کہ ہر طرح کی جلد کے لیے موزوں ہے۔ اور اس کے اثرات جلد پر بہت اچھے پڑتے ہیں، خصوصاً اگر میک اپ سے دھو مکھنے پہلے اسے استعمال کر لیا جائے تو میک اپ زیادہ اچھا ہوتا ہے۔ اور چہرہ کی دھو مکھنے لگتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس کے اجزاء عام طور پر دستیاب ہوتے ہیں یعنی شہد اور دہی ہر گھر میں استعمال ہوتے ہیں۔

ایک کچھ شہد، ایک کچھ دہی خوب چھینٹ کر چرے، گردن اور ہاتھوں پر بھی لگائیں پھر نیم گرم پانی سے دھو لیں۔

چہرے کی حفاظت اور دیکھ بھال

ہر موسم کے لحاظ سے ہماری جلد کی حفاظت اور دیکھ بھال کا طریقہ بدل جاتا ہے اور موسم کے اعتبار سے یہ طریقہ بہت اہمیت رکھتا ہے۔ سردیوں کے موسم میں ہمارے ہاتھ اور پاؤں کی جلد یا کھال اتارنے لگتی ہے۔ ایسا اس لیے ہوتا ہے کہ ہماری جلد نئے خلیات بناتی ہے اور پرانے خلیات اس اتارنی ہوئی کھال کی صورت پھڑکھڑ کرنے لگتے ہیں۔ یہ عمل ہماری پوری جلد پر مستقل جاری رہتا ہے مگر بظاہر نظر نہیں آتا یا محسوس نہیں ہوتا۔ چہرے کی جلد پر بھی یہ عمل جاری رہتا ہے اور چہرے سے بھی ان مردہ خلیات کو جلد از جلد صاف کر دینا چاہیے۔ اس عمل کو کھینچ بگ کہتے ہیں۔

رات کو سونے سے قبل نیم گرم پانی سے ہاتھ پاؤں اور چہرہ دھو لیں تو لے یا نرم کپڑے سے لٹکے کپڑے یا کپڑے صاف کریں۔ پھر دھو لیں چہرے کی جلد کو ہرگز ہرگز زبردستی صاف نہ کریں۔ اس کے بعد کولڈ کرم کا سانج کریں۔ یا برسوں کا آلودہ دھو لیں عرقی صابن اور عرقی نمکوں میں دم کرنا کر رکھ لیں اس کے علاوہ روغن زیتون، بادام اور روغن سفید ہم وزن کر رکھ لیں اور رات کو ہاتھ، پیروں، گردن کا سانج کریں۔ یہ تیل سر پر بھی لگ سکتے ہیں۔
ہمارے تیل سے تیل میں موسم لا کر چھینٹ کر رکھ لیں رات سونے سے قبل اسے ہاتھ پیروں خصوصاً ایڑیوں پر پیشیں۔

☆ روغن زیتون، روغن سورج، کچھ نیم وزن لے کر اس میں پیاس گرام ملدی یا دھواں کا سلف شامل کر دیں اور گڑھا سا پیٹ بنائیں۔ اسے کسی جا میں



پاکیزہ پیش

پاکیزہ پیش

ہو جائے اور رنگ تپ نہیں نہیں۔ کسی اور پر ہو۔
☆ ٹوکلے بہت کاشف، حیدر آباد
سوال: کیا بھی آپ کی آنکھیں چاروٹی ہیں؟
جواب: نہیں ٹیک لگا کر
سوال: دل لگا کر دھانی کیسے کی جاسکتی ہے؟
جواب: ساتھ، ساتھ میڈیک آن کر دو اور اس میں دل لگا لو بات ختم۔

سوال: دیکھ، دل جاتی ہے پر دل کیوں نہیں جاتا؟
جواب: اتنی کچی جڑ ہوئی ہے تو آسانی سے کھل جاتی ہے
نہیں لگتے تھیں۔ مزید مزید نہ پڑتا ہے۔
☆ دھنسنی یا سین لطف آباد
سوال: چھوٹی کچی نہایت ہی مشکل ہے اس میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے کیا کرنا چاہیے؟
جواب: پیش، پیش اور پیش۔۔۔
سوال: دودھ پیو گھر کے بلائے ہیں، میں نہیں کیا کہوں؟
جواب: ہنگو کے دوانے۔

سوال: حوریت کو بائیں اٹھل کا خطاب کیوں ملا؟
جواب: خطاب دینے والے کو حوریت کے پھر اس سے پوچھ کر بتائیں گے، جب تک کوئی دوسرا تمہارا سوال سوچ لو۔
☆ دارم، حیدر آباد

سوال: چوں، چوں کا سر یہ کیسے بنایا جاتا ہے؟
جواب: پہلے سب سے ایک گلوچوں، چوں لاڈ پھر پانی کے آڑی بتائیں گے۔

بیلا انعام یافتہ سوال

☆ میری بہت کاشف، حیدر آباد
سوال: کیا کوئی کرے کہ انسان زندگی بھر خوش رہ سکے؟
جواب: اللہ کی رضا میں رہنا۔۔۔

دوسرا انعام یافتہ سوال

☆ سیمینٹر، کراچی
سوال: دون میں تارے کے نظر آتے ہیں؟
جواب: اپنے سر پر قصور ادا کر لو۔

☆ حامد، حرم، کراچی
سوال: کیا مظلوم کی آغوش کو بلا دیتی ہے؟
جواب: جی ہاں بالکل۔۔۔

سوال: ہمارے سیاست دانوں کی طویل عمروں کا کیا راز ہے؟
جواب: الو کا بھیجا کھاتے ہیں اور چوکاڑ کے پائے۔
سوال: دنیا کا سب سے بدتر، خوروش شخص کون ہے؟
جواب: خود غرض تو خود ہی بدترین ہوتا ہے اب اس سے بڑھ کر کیا ہوگا۔

☆ منت زبیر، لاہور، کراچی
سوال: بالی حوریت جلدی رنگ بدلتی ہے یا گرٹ؟
جواب: بھیر جاؤ، میں ذرا نہیں، مطلب ایک حوریت اور ایک گرٹ کو ساتھ ساتھ دیکھو تو متاؤ۔
☆ زورینہ خان، بہارہ کو
سوال: چپ کا گڑ کھا کر کب بھیجا جاتا ہے؟
جواب: جب ساس لال کی بھوری سے خزانہ چوری

کاروبار کی بحالی کے لیے

☆ اگر کسی کا کاروبار بند ہو گیا تو وہ کاروبار کی بحالی کی نیت سے سورہ جمعہ نماز تہجد کے بعد تین مرتبہ آیت الیس روز تک پڑھے۔ انشاء اللہ کاروبار بحال ہو جائے گا۔

کاروبار میں ترقی اور برکت

☆ اگر کوئی شخص اپنی دکان میں یا اپنے کاروبار کی جگہ پر سورۃ قریش کو روزانہ کثرت سے پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس کے کاروبار میں ترقی فرمائے گا۔

☆ حدیث شریف سے مروی اور بے حد آزمودہ عمل ہے کہ سورۃ واقعہ اور سورۃ مزل کو بعد نماز عشا معمول بنایا جائے تو رزق میں برکت ہوتی ہے۔

کاروبار کی حفاظت

اگر کوئی شخص اسم مبارک یا رقیب کا بیشتر درود کرے گا تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس کے مال، کاروبار، اہل و عیال اور درود گزار وغیرہ کی حفاظت فرمائے گا اور اسے دشمنوں یا جاسدوں کے ہاتھوں لاقح ہو سکے والے نقصانات سے محفوظ رکھے گا۔

کاروبار میز رکاوٹ

☆ اگر کسی شخص کے کاروبار میں کوئی رکاوٹ ہو تو وہ سورہ نوح کو اپنے کاروبار کے مقام پر روزانہ گیارہ مرتبہ پڑھے۔ انشاء اللہ اس کے کاروبار میں حائل ہر رکاوٹ رفع ہو جائے گی اور اسے اپنے کاروبار سے کثیر نفع حاصل ہونے لگے گا۔

کشائش رزق اور چار قل

سورۃ اخلاص کا پڑھنا باعثِ رحمت ہے۔ رزق میں زیادتی و فراخی کے خواہوں کے لیے سورۃ اخلاص آبِ حیات کی طرح ہے۔ رزقِ حلال میں اضافے کے لیے چاہیے کہ روزانہ نماز فجر کے بعد ایک سو مرتبہ



اداره

راوی حوالی مشہور ہے

اسمائِ حسنیٰ

اسمائے مبارکہ کی فضیلت یہاں کرتے ہوئے
قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

”ایچھے نام خدا ہی کے خاص ہیں تو اسے انہی
ناموں سے پکارو اور جو لوگ اس کے ناموں پر کفر
کرتے ہیں انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو۔ بہت جلد
سنے کر قوت کی سزا مانیں گے۔“

میں اللہ کے سامنے مہار کے ساتھ اللہ کو عاجزی سے نکاریں، اپنے دینی اور دنیوی مسائل کے حل کے لیے اس اسی سے مدد مانگیں۔ اس یقین کے ساتھ کہ وہ دعاؤں کو سننے والا اور انہیں قبول کرنے والا ہے۔

اسمائِ حسنہ کے خواص

رازق میں برکت و کشادگی کے لیے

☆ حجر اور عشا کی نماز کے بعد اللہ کے اسم مبارکہ "یا رزاق" کا اول آخر گیارہ بار درود شریف کے ساتھ 119 مرتبہ درود رزق میں رکت کا باعث ہے۔

☆ ”پاؤں کا وسیع“ کے کثرت سے ذکر سے مکان، مکان، مکان، مکان میں برکت اور رزق میں وسعت پیدا ہوتی ہے۔

☆ روزانہ ایک ہزار مرتبہ ”یا صمد“ کا ورد کرنا بھی
زق میں برکت اور کشادگی کا باعث ہے۔ اس کا ورد

رہنے والے کو اللہ بھوک اور پیاس کی شدت سے غفلت رکھے گا۔

رحمہ اسم مبارکہ ”یا مفتی“ اور چالیس مرتبہ ماکم ازکم



ڈاکٹر ولما رشواہے جرنی کی مندرجہ ذیل ادویات استعمال کریں۔ 3 ماہ بعد کیفیت سے مطلع کریں۔
Calc. Carb 30, 30 Theridion 30 5.5 قطرے 1/2 گلاس پانی میں دن 3 جرہیں۔

بچہ کی پیدائش کے بعد ہیپیت بڑھنا

گھٹا..... لاہور

میرا مسئلہ یہ ہے کہ میرا بیٹا بہت بڑھ گیا ہے بیٹے کی پیدائش کے بعد سے، بیٹا نابلد ہوا۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ میرا رنگ بہت ساولا ہو گیا ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ چہلے جیسا صاف اور گورا ہو جائے اس کے لیے کوئی دوا داتا ہے۔
جواب: بلیڈی ڈاکٹر نے آپ کو کچھ دواؤں بتائی ہیں وہ کریں۔

آکر دیکھ دو دواؤں میں پانی ہی تو مندرجہ ذیل ادویات ڈاکٹر ولما رشواہے جرنی کی استعمال کریں۔
Sarsapilla 3x, Calc. Carb 30 Podophyllum 30 5.5 قطرے ایک گلاس پانی میں دن 3 جرہیں کھانے سے 1/2 گھنٹے پہلے لیں۔ وزن بھی نوٹ کریں، پیت کا سائز بھی نوٹ کریں۔ 3 ماہ بعد کیفیت سے مطلع کریں۔

ایک ماہ کی زیادتی

نرس..... شیخوپورہ

میرا مسئلہ یہ ہے کہ جب میں پندرہ سال کی تھی تو میری بڑیاؤں نے مجھے دیکھ کر ڈاکٹر سے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا کہ وقت گزرنے کے ساتھ فیک ہو جائے گا لیکن پھر پندرہ سو... سال کے آخر تک شروع ہو گئے تھے۔ پھر پندرہ سو سال تقریباً ایسی حالت میں ہی گزرتا ہے، پھر پندرہ سو سال فیک ہونے کے بعد دوبارہ وہی کیفیت مشکل راتی ہے۔ یہ ایک ڈاکٹر اور دیگر ڈاکٹر کو



اس بات کی ضرورت کافی عرصے سے محسوس کرائی جا رہی تھی کہ کسی مستعد ادارے کے تحت باہر تجربہ کار ہومیوپیتھک ڈاکٹروں کا بورڈ ہو جو لوگوں کی صحت کے مسائل کو اپنی ماہرانہ رائے اور تجربے کی روشنی میں نہ صرف حل کرے بلکہ ان کی رہنمائی بھی کرے۔ لہذا اس سلسلے کے تحت ہماری کوشش ہوئی کہ ہم آپ کو مختلف امراض کے متعلق آگاہی بھی فراہم کریں اور آپ کے جوہت کے مسائل ہوں اس کو بورڈ کے ماہر و تجربہ کار ڈاکٹر کے ذریعے حل کر سکیں تاکہ آپ کا معیار صحت بلند ہو اور آپ کے جسم کی صحت کے مسائل بھی انہیں ہمیں اس پتے پر لکھ سکیں، ڈاکٹر حامد جزل ہومیوپیتھک لینڈ آف رام باغ روڈ کراچی 74200۔ ہم ماہنامہ پاکیزہ کے ذریعے آپ کی بیماری کے متعلق آپ کی رہنمائی کریں گے لیکن اس کے لیے اپنا مکمل نام، عمر، پتہ اور جو کام کرتے ہیں اس کے متعلق، ازدواجی حیثیت، بیماری کے متعلق، کب سے ہوئی، کیا علانہ کیا؟ کسی قسم کی کوئی رپورٹ ہوں تو اس کی فوٹو کاپی جو پڑنے کے قابل ہوں ساتھ بھیجیں تاکہ صحیح تشخیص کی جا سکے اور دوا بھی صحیح تجویز ہو۔ (اپنے علاقے میں دو اندھے کی صورت میں ہم سے رجوع کریں)

جلا ہوں۔ اب تک کافی بڑھ گئی ہے۔ صبح ہونے سے پہلے آٹھ گھنٹہ جاگتی ہے۔ سہرے کے اٹھنے پر ہاتھ ہلکا مشکل ہوتا ہے۔

کھانے کے آدھ گھنٹے کے بعد سے میں بہتر پر لیتی ہوں۔ کھانا لینے پر بہت تکلیف ہوتی ہے۔ پھر پھینک نہیں سکتے ہیں۔ آج کل سانس کی فکایت بھی ہے۔ زبان خشک راتی ہے۔ خاص طور پر صبح کے وقت۔ بھوک بھی نہیں لگتی ہے۔ میں کا مسئلہ بھی ہے۔ زبان پر چھالے لگی ہیں۔ بلڈ پریشر بھی بڑھا رہا ہے۔ تقریباً ہر روز بلڈ پریشر 140/100 ہوتا ہے۔

ہاتھ کا کہتے ہیں۔ چائے کی پیالی پکڑنا مشکل ہوتا ہے۔ دعا مانگنے کی پوزیشن میں ہوں تو بایاں ہاتھ ہلکا شروع ہو جاتا ہے۔

جواب: بخیر۔ اللہ آپ کو صحت و تندرستی دے۔ کھانے اور کھانے کے بعد کھانے کی صورت دیکھیں کہ میں کر کے کھاؤں۔ کھانے کے ساتھ اور فوراً بعد پانی نہ پئیں۔ کھانے سے پہلے یا کھانے کے دو گھنٹے بعد

ہائی بلڈ پریشر اور درد

ڈاکی..... لاہور

میں کئی سال سے جڑوں کے درد کی فکایت میں

نوٹس

برائے شوالبے ہومیوپیتھک

مارچ 2018ء

اپنا مسئلہ اس نوٹن کے ساتھ درج کریں۔ نوٹن کے بغیر آئے ہوئے مسئلوں پر نوٹیشن دی جائے گی۔ اپنا مسئلہ جس پتے پر بھیجیں اس پتے کا نوٹن استعمال کریں۔

نام: _____
پتہ: _____



چمک کر دیا۔ دوئی بھی لی۔
ڈاکٹر حکیم وغیرہ سے بھی دوئی لی
مگر کوئی خاطر خواہ فائدہ نہیں ہوا۔
جواب: ایام شروع ہوں تو آرام
کیا کریں (بیزریٹ) 13 ایک
ڈاکٹر ولما شوابہ جرنی 3 Sabina 6
Ferr.Phos 30, Aletris Q
قطرے دن میں 3 مرتبہ لیں۔ تاخیر کے 7 دن شمار
کریں، باقی دن نماز اور قرآن پڑھ سکتی ہیں۔

چہرے پر دانے

نفیسیہ..... راولپنڈی

میری عمر 20 سال ہے میرے چہرے پر دانے
کل آئے ہیں شادی سے پہلے زیادہ ہوتے تھے۔ اب
بھی دلتا تو آتا ہے۔ میری شادی کو دو سال
ہو گئے ہیں میرا ایک بچہ ہے۔ مجھے ایسی کوئی دوا دیں کہ
میرے دانے جگ ہو جائیں، میں نے کئی دفعہ صابن بھی لی
میں لیکن وہ کئی فائدہ ہوتا ہے۔ میری جلد چمکی ہے۔ فیصل کی
فکایت بھی ہوتی ہے کئی کبھی۔ میرے سر میں خشکی بہت
ہے۔ بالوں کے سفید ہونے سے روکنے کے لیے بھی کوئی دوا
تجویز کر دیں۔

جواب: یہ بالکل مفروضہ ہے کہ خون خراب
ہوتا ہے تو چہرے پر دانے لگتے ہیں، جلد کی صفائی نہ
ہو، شوگر، ذیابیطس، ہارمونز کی خرابی، یا منہ کے نظام کا
سج نہ ہونے وغیرہ سے بھی دانے لگتے ہیں۔ جلد
اشٹاری دواؤں سے اجتناب کریں۔ ماہر تجربہ کار
مسٹر کوٹوالیا علی علیہ ویز پیٹک معالج کر رہے ہیں۔
خشکی سرنگ کی ہے، کب سے ہے، بال کب سے
سفید ہو رہے ہیں؟ وقتی دواؤں سے بھی بالوں اور سر کی
جلد پر اثر پڑتا ہے۔ ایک ماہ تک ڈاکٹر ولما شوابہ
جرنی کی مندرجہ ذیل ادویات استعمال کریں پھر
دوبارہ حال بتائیں۔ 30 Natr.mur 30
Asterias Rubens 30 5

قطرے، Jaborandi Q کے 15 قطرے
1/2 گلاس پانی میں دن میں 3 مرتبہ استعمال
کریں۔ Velaxan کے ایک گولی دن میں 3 مرتبہ
تھوڑے پانی کے ساتھ لیں۔

کمزوری و جربیان

امیر عجب خان..... منٹو

میری عمر 22 سال ہے۔ غیر شادی شدہ ہوں۔
تقریباً 6 سال سے مجھے جربیان کا مسئلہ ہے۔ فیصل بھی
بہت ہے۔ برائے صبرانی کوئی ایسی دوا لی جو تیز کریں
میرے لیے۔ بہت پریشان ہوں۔

جواب: 10 گلاس پانی روزانہ پیئیں۔ بیزریٹ
اور چلوں کا استعمال زیادہ کیا کریں۔ سب سے سیرے ورزش
کیا کریں۔ رات کھانے کے بعد 15 منٹ داک
کریں۔ سونے سے پہلے کوئی بھی چیز نہ کھایا کریں، اور
پانی پیا کریں۔ پیشاب کے سوا کیا کریں۔ داییں
کروٹ سے سوا کیا کریں۔ اچھے لوگوں کی صحبت اختیار
کریں۔ نماز کی پابندی کریں قرآن و حدیث کا ترجمہ
کے ساتھ مطالعہ کیا کریں۔

ڈاکٹر ولما شوابہ جرنی کی دوا Selenium
30 کے 5.5 قطرے 1/2 گلاس پانی میں دن میں
3 مرتبہ لیں۔ ایک ماہ بعد کیفیت سے مطلع کریں۔

کیا قد بڑھ سکتا ہے؟

گفتہ..... ایبٹ آباد

میری عمر 15 سال ہے۔ قد 4 فٹ 19 انچ
ہے۔ خاندان میں بھی زیادہ قد چھوٹے ہیں جس کی وجہ
سے میں بہت زیادہ پریشان ہوں۔ صبرانی فرما کر میری
پریشانی دور کریں۔

جواب: ہاں، باپ کے قد کے حساب سے بچوں کا
قد بڑھ جاتا ہے جو کہ آپ نے نہیں لکھا۔ وقتی دواؤں بھی
قد بڑھاؤاں سے، ہارمونز بھی اثر اعلیٰ ہوتے ہیں بعد
میں دوسرے مسائل پیدا ہوتے ہیں۔



پچاس، سفید (غیر) ڈاکٹر ولما
شوابہ جرنی کی
Q کے Ceanothus
10 قطرے 1/2 گلاس پانی میں

دن میں 3 مرتبہ استعمال کریں اور Eupatorium
Perf 30 کے 5، 5 قطرے آدھا کپ پانی میں
دن میں 3 مرتبہ استعمال کریں۔ تازہ صاف پانی وغذا
استعمال کریں، پہلے قد کی کریں۔ اللہ سے دعا
کیا کریں ہم آپ کے لیے دعا گو ہیں۔ ایک ماہ بعد
رہائش و حالات سے آگاہ کریں۔

بھوک و فیصل

انجری..... قلات

میری بچی 4 سال کی ہے۔ آٹے اکلے تو جس کی
فکایت دیتی ہے۔ وہ بچے اس کی صحت خراب ہے۔ ہر روز
دن بعد مشکل سے اور سخت ہوجاتی ہے۔ کھاتی تھکی بھی کم
ہے۔ کوئی اچھی دوا تجویز کریں۔

جواب: آپ نے یہ نہیں لکھا کہ پانی کتنا پیتی
ہے؟ پیئیں یا کھاتیے میں غذا کیا ہے؟ کتنا کھاتی ہے؟
فٹائزڈ کا ٹیسٹ کریں۔ کھانے میں میری فرٹ
ویں۔ وال ولما کی استعمال کریں۔ دواؤں چلی استعمال
کریں۔ بچہ 4 سال 10 روز کا استعمال نہ کریں۔ مکمل
کو کر گئی۔ ڈاکٹر ولما شوابہ جرنی کی مندرجہ ذیل
ادویات استعمال کریں، 30 Belladonna
Bryonia 30 دواؤں کے 5.5 قطرے 1/2
گلاس پانی میں دن میں 3 مرتبہ استعمال کریں۔

آنکھوں کے آگے چمکے اور موتیا

مظفر علی شاہ..... ڈیرہ غازی خان

میری عمر 55 سال ہے۔ مجھے شوگر کی بیماری تو نہیں
ہے۔ ہاں ہائی بلڈ پریشر فکایت ہے۔ میں نے دوا اور
نزدیک کی بینک لگوائی ہے، بینک سے قتل حاصل ہوتا ہے
لیکن بھی، سیک ایہ رنگ کے چھوٹے چھوٹے گول نشان

اچھا ماحول بنائیں جو شوگر دوستوں جیسا، متوازن
خوراک، تازہ چل، بیزریٹ، گوشت، دودھ دوائیں
وغیرہ لیں۔ چمک، ٹوڈر، ٹوڈر، ہسٹون شربت سے
بچائیں، کی، متوازن تازہ چلوں کا جوس سفید ہے اور اگر
پورا چل کھائیں تو زیادہ سفید ہے۔ لگنے والی ورزش
کریں اور اپنی کورڈا کے مکمل چلیں۔ 6 سے 8 کھینے کی
خیندیں سوتے وقت سر کے نیچے نہ لیں اور انکس
سیدھی کر کے لیں۔ ڈاکٹر ولما شوابہ جرنی کی مندرجہ
ذیل ادویات استعمال کریں۔

7 Alfalfa Q کے 7 قطرے دن میں 3 مرتبہ
1/2 کپ پانی میں 30 Calc Phos 30، Calc
Fluor 30 کے 5.5 قطرے 1/2 کپ پانی میں
دن میں 3 مرتبہ استعمال کریں۔ 3 ماہ بعد حال

بلیا بیلیٹس

مصطفیٰ..... فیصل آباد

مجھے عین سال پہلے برقان ہوا تھا۔ مسلسل کئی ماہ
کی دواؤں کے علاج سے خفک ہو گیا۔ کرباب ایک تو
میری کئی کا سائز بڑھ گیا ہے۔ اس کی وجہ سے میرے
Platelets کم ہونا شروع ہو گئے ہیں۔ مجھے
ہومیو علاج بہت اچھا اور یقین ہے۔ میں آپ کو
اپنی میڈیکل رپورٹ انکسٹ اور افراسائڈ وغیرہ
بھیج رہا ہوں۔ برائے صبرانی لکھی دوا میں تجویز کریں
جس سے میری کئی کا سائز اور platelets صحیح
ہو جائیں۔

جواب: لوگوں کے شعور سے کوئی بھی دوا
استعمال نہ کیا کریں۔ مستر ماہر معالج سے رابطہ کر کے
علاج کر لیا کریں۔ جو ہومیو پیٹک ادویات آپ نے
استعمال کی ہیں وہ قلعہ ہیں۔ سچی پڑھنے چلیں جس کے کم
ہونے، اسے الٹی لی، اسے ایس بی کے بارے میں تو کم
دیا۔ لیکن لاپتی وقتی رجسٹری حالت نہیں بھی کران کے
بڑھنے سے آپ کو کھینکس ہو رہا ہے۔ (دور، بھوک،

مؤثر کنٹرول کے ذریعے...

ڈیپریس کے ساتھ صحت مند زندگی بسر کرنے

سینیز جیم شو اب آج بہت دور تک نہیں ملے گا۔ یہ ایک ایسی دوا ہے جو صحت مند زندگی گزارنے کے لیے بہت زیادہ ضروری ہے۔ اس کے بغیر زندگی بے مقصد ہے۔

سینیز جیم
شو ابے

take control now!



Made in Germany

CMS آئی ڈیپریس

آنکھوں جیسی نعمت کا تحفظ

CMS آئی ڈیپریس جیسی نعمت کا تحفظ کے لیے بہت زیادہ ضروری ہے۔ اس کے بغیر زندگی بے مقصد ہے۔ اس کے بغیر زندگی بے مقصد ہے۔



Made in Germany

Dr. Willmar Schwabe Germany
From Nature. For Health.

Dr. Hamid
General Homoeopathy
31, Alhambra Road, Karachi Tel: 021-32112915
31, Alhambra Road, Karachi Tel: 021-32112915
www.dr-hamid-schwabe.com

ایام کی زیادتی

انجم... کراچی

میرے سہو پہلے ایک تھے لیکن میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔
کچھ عرصہ بعد سے میرے ذہن کا سلسلہ ہو گیا جبکہ کچھ
سزیرین ہو تھا۔ 5 سال کا ہے۔ صحت، چڑاؤ
اور غصہ بہت آتا ہے۔ سستی اور کاپی بہت زیادہ ہوتی
ہے۔ کبھی کبھی سے ہے لیکن دوائی کے بغیر دیا میں دن
بعد مشکل سے پائتا ہوتا ہے۔
جواب: 1/2 کپ پانی میں پینکس ڈاکٹر ولما را شو اب
3 مرتبہ 1/2 کپ پانی میں پینکس ڈاکٹر ولما را شو اب
جرمی کی Cineraria Maritima ایک ایک
قطرہ دونوں آنکھوں میں صبح دوپہر اور رات ڈالیں اور
Cratex کی ایک کوئی دن میں 3 مرتبہ تھوڑے پانی
کے ساتھ لیں۔ 2 ماہ بعد کیفیت سے مطلع کریں۔

رنگ گورا کرنا

ریشم... گلشن اقبال کراچی

میرا مسئلہ یہ ہے جیسے جیسے میں بڑی ہوتی
ہوں میرا رنگ سالنوا ہوتا جا رہا ہے۔ پتھر کی آہنجی
دوا تجویز کریں۔ میں دعا میں دوسری کی۔
جواب: متوازن غذا استعمال کریں، 8 گلاس پانی
روزانہ پیا کریں۔ مٹاؤں کی پانچویں سورتھیں
وقت تازہ ہوا میں سانس لیں اور چاکلے کریں۔
چمکون دہا کریں۔ پوری نیند لیا کریں۔ اپریل، یو، چنگ
فوز اور مرگن غذاؤں سے پرہیز کریں۔ ڈاکٹر
ولما را شو اب جرمی کی مندرجہ ذیل ادویات استعمال
کریں۔ Sarsaparilla 30, Calc. 30
Phos 30 کے 5، 5 قطرے آدھا کپ پانی دن
میں 3 مرتبہ لیں۔ ایک ماہ بعد حال بتائیں۔

نظر آتے ہیں۔ میرے لیے ادویات تجویز کر دیں جس
سے میں خشک ہو جاؤں اور موتیا سے بھی بچنے کے لیے
معتدلاً ہو جاؤں۔

جواب: ایسا اعصابی کمزوری کی وجہ سے بھی ہو سکتا
ہے اس کے Alfalfa کے 11 قطرے 1/2 کپ
پانی میں دن میں 3 مرتبہ کھانے کے ایک گھنٹے بعد پئیں۔
Ferrum Phos 30 صبح 5 قطرے
1/2 کپ پانی میں ملا کر پئیں۔
Phyostigmin 30 کے 5 قطرے دن میں
3 مرتبہ 1/2 کپ پانی میں پینکس ڈاکٹر ولما را شو اب
جرمی کی Cineraria Maritima ایک ایک
قطرہ دونوں آنکھوں میں صبح دوپہر اور رات ڈالیں اور
Cratex کی ایک کوئی دن میں 3 مرتبہ تھوڑے پانی
کے ساتھ لیں۔ 2 ماہ بعد کیفیت سے مطلع کریں۔

دوسرے

اسما عیسیٰ... مومن آباد

میں دم کا ریشم ہوں یا جس کی نالیوں میں ریشم
پیدا ہوتا ہے۔ سانس لینا مشکل ہوتا ہے کوئی ایسا سانسو
تجویز کریں۔
جواب: سانس کی نالیوں میں جلی تلیم کی وجہ سے
ہوتی ہے۔ ٹھنڈی، کھلی مصالحے والی اشیاء استعمال نہ
کریں اور زیادہ پینکس اشیاء اور میوے سے سختی ہوئی
چیزوں کا استعمال نہ کریں۔ ایک ماہ تک ڈاکٹر
ولما را شو اب جرمی کی مندرجہ ذیل ادویات استعمال
کریں۔ Arsenic Alb 30
Antimonium Tart 30 کے 5، 5 قطرے
تھوڑے پانی میں دن میں 4 مرتبہ استعمال کریں۔



Dr. Willmar Schwabe Germany

Available at All Medical & Homoeopathic Stores

شو ابے سنگل ریمیڈیز گھر بھر کی صحت کے لیے کلاسیکل ہومیوپیتھی

ماہنامہ پاکیزہ 2018